بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب وسنت اور اکابر امت کا ترجمان...... پیغام رب عالم انسانیت کے نام

ماہنامہ پیغام رب

سرپرست: حضرت مولانا
محمد عبدالقوی صاحب مدظلہ
بانی وناظم
جامعہ اشرف العلوم حیدرآباد

جلد نمبر: ⑦ شمارہ نمبر ⑨ و ⑩
ماہ ستمبر/اکتوبر ۲۰۱۸ء
ذی الحجہ/محرم الحرام ۱۴۴۰ھ
قیمت فی شمارہ ۱۰ روپے
سالانہ ۱۲۰ روپے، دیگر خرچ ۳۰

نگران اعلیٰ : حضرت مفتی محمد فاروق القاسمی صاحب دامت برکاتہم
بانی ومہتمم دارالعلوم لبئی پیٹ، وجئے واڑہ

مدیر اعلیٰ : محمد عبید الرحمن، فاضل دینیات، اسلامیات BA
بانی وناظم مدرسہ اسلامیہ تعلیم الدین ابراہیم پٹنم، وجئے واڑہ، سیل: 9440173046

مدیر مسئول : مفتی محمد فضل الرحمن ندوی، وجئے واڑہ۔ سیل: 9441582322
مولانا محمد انصار اللہ قاسمی صاحب
آرگنائزر مجلس تحفظ ختم نبوت، حیدرآباد

نمائندہ حضرات : حیدرآباد کیلئے: جناب سلطان بن احمد 9985919902

قانونی آگہی: رسالہ سے متعلق کسی بھی قسم کی چارہ جوئی کا حق صرف وجئے واڑہ کی عدالت ہی کو ہوگا

نوٹ: ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں...... مدیر

● خط وکتابت کے وقت اُردو، انگریزی میں اپنا پورا پتہ اور علاقہ کا پن کوڈ وموبائل نمبر صاف اور خوش خط لکھیں۔ ● جدید خریدار اور وہ حضرات جن کے پاس اعزازی طور پر "پیغام رب" پہونچ رہا ہے ایک کارڈ سے مطلع کریں تاکہ اطمینان ہوجائے کہ پتہ صحیح اور درست ہے۔ ● جو حضرات علمی، دینی، اصلاحی واخلاقی مضامین اشاعت کیلئے بھیجنا چاہیں ان کیلئے ماہنامہ "پیغام رب" کے صفحات حاضر ہیں۔ ● شمارہ کے مطالعہ کے بعد اپنا مشورہ ہمیں ضرور دیں۔

ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر، اونر محمد عبید الرحمن نے وجیا شانتی آفسیٹ پرنٹرس، وجئے واڑہ میں چھپوا کر دفتر "پیغام رب اردو ماہنامہ" ۔مکان نمبر ۲۱-۱۱۰، مغربی ابرہیم پٹنم، وجئے واڑہ، ضلع کرشنا، آندھرا پردیش، الہند سے شائع کیا۔
سیل: 9440173046, 9848012381، 0866-2882069
ای میل: paigamaierab@gmail.com

اِنتساب

حضرت مولانا شاہ محمد جمال الرحمٰن صاحب مفتاحی دامت برکاتہم کی سرپرستی، دعاؤں اور توجہ سے الحمدللہ ماہنامہ پیغام رب پابندی سے شائع ہورہا ہے، یہ حضرت شاہ صاحب کا فیض ہے۔ حضرت والا کی ناسازئ طبیعت کی وجہ سے آپ کی دعاؤں سے مزین پیغام اس خصوصی شمارہ میں شامل نہ کیا جاسکا، البتہ حضرت والا سے زبانی دعائیں اس شمارہ کیلئے مل چکی ہیں، فالحمدللہ علی ذالک۔

خصوصی شمارہ کی طباعت واشاعت کے مرحلہ تک الحمدللہ حضرت والا کا آپریشن بعافیت مکمل ہوچکا اور آپ روبہ صحت ہیں۔

اللہ تبارک وتعالی سے دعا ہے کہ حضرت والا کو صحت عاجلہ وکاملہ عطا فرمائے اور آپکا سایۂ عاطفت ہم اصاغرین پر تادیر سلامت رکھے

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت خطیب الاسلام مولانا محمد سالم صاحب قاسمی نور اللہ مرقدہٗ کی حیات وخدمات پر مشتمل دوشمارے بابتہ ماہ ستمبر/اکتوبر یکجا، قارئین کی خدمت میں پیش کئے جارہے ہیں۔ اس خصوصی نمبر میں ملک کے اکابر علماء کرام، محدثین، مفسرین وحضرتؒ کے خلفاء ومتوسلین کے قیمتی مضامین کے ساتھ ساتھ سرپرست "پیغام رب" حضرت مولانا شاہ محمد عبدالقوی صاحب دامت برکاتہم کا قیمتی مضمون، نیز بزرگ اکابرین کے پیغامات بھی شامل ہیں۔ اُمیّد ہے کہ پذیرائی سے نوازیں گے۔ آپ کی قیمتی رائے کا انتظار رہے گا۔ **ادارہ**

PAIGAMAI-E-RAB Urdu Monthly
EDITOR : MOHAMMED UBAIDUR RAHMAN
D.No. 21-110, West Ibrahimpatnam (Kothuru), Vijayawada. 521456, Krishna Dist., AP.
Andhra Bank A/C No. 102710027030147 Ibrahimpatnam Branch, Krishna Dist. AP. INDIA
Editor, Printer, Publisher & Owner Mohammed Ubaidur Rehman printed at Vijaya Shanti Offset Printers, Vijayawada. A.P.

الحمدللہ! ماہنامہ پیغام رب کا خصوصی شمارہ بنام "خطیب الاسلام۔نمبر" شائع ہوچکا ہے۔

فہرستِ مضامین

1	پیغامِ رب ورسول ﷺ ۔ معرفت کے پھولوں کی مہک		محدث العصر علّامہ سید محمد یوسف بنوریؒ	5
2	کلماتِ تبریک	:	حضرت مولانا شاہ محمد عبدالقوی صاحب دامت برکاتہم	6
3	تاثرات	:	حضرت مولانا مفتی فاروق صاحب قاسمی، مہتمم دارالعلوم لبی پیٹ، وجئے واڑہ	10
4	نذرانۂ عقیدت (نظم)	:	مولانا مفتی محمد اسماعیل قاسمی زید مجدہٗ، سابق استاذ دارالعلوم وقف دیوبند	11
5	یادِ رفتگاں	:	حافظ مفتی محمد فضل الرحمٰن ندوی، مدیر مسئول ماہنامہ پیغامِ رب	12
6	مرنجانِ مرنج ۔ حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ	:	حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم، ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ	14
7	ایک عظیم شخصیت ۔ حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحبؒ	:	حضرت مولانا مفتی فضیل الرحمٰن ہلال عثمانی دامت برکاتہم، مالیرکوٹلہ، پنجاب	17
8	میرے بھائی صاحب ۔ حضرت مولانا محمد سالم قاسمیؒ	:	محترمہ عظمی ناہید صاحبہ (دختر نیک اختر مولانا سالم صاحبؒ)	19
9	آہ! خطیب عصر چلے بسے ۔ رحمۃ اللہ رحمۃ واسعۃ	:	حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی سید احمد اللہ بختیاری صاحب قاسمی دامت برکاتہم	22
10	جامع علم وعرفاں ۔ خطیب الاسلام مولانا محمد سالم قاسمی صاحبؒ	:	مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی مدظلہ، رئیس واستاذ حدیث جامعہ اسلامیہ مظفر پور	25
11	استاذ الاساتذہ ۔ حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحبؒ	:	حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب دامت برکاتہم، ناظم المعہد العالی اسلامی	27
12	آہ! میراثِ سلف کا پاسباں جاتا رہا	:	حضرت مولانا محمد اسرار الحق صاحب قاسمی مدظلہ العالی، ممبر پارلیمنٹ	42
13	میرے شیخ میرے مربی ۔ حضرت مولانا محمد سالم قاسمیؒ	:	مولانا محمد شاہد قاسمی مدظلہ، خادم خاص خطیب الاسلام رحمۃ اللہ علیہ	45
14	دیوبندیت اور اعتدالِ فکر ونظر	:	مولانا ندیم الواجدی صاحب مدظلہ	53
15	حضرت مولانا سالم صاحبؒ کی صحبت بابرکت کی چند یادیں	:	حضرت مولانا صلاح الدین سیفی صاحب مدظلہ، خانقاہ فیض اولیاء، ترکیسر، گجرات	56
16	حصرت مولانا محمد سالم قاسمیؒ ۔ گود سے گور تک	:	مولانا شاہنواز بدر قاسمی صاحب مدظلہ، ڈائرکٹر وژن انٹرنیشنل اسکول، سہرسہ، بہار	58
17	علوم قاسمی کے شارح، فکر دیوبند کے ترجمان	:	مولانا ڈاکٹر محمد شکیب صاحب قاسمی زید فضلہ، استاذ دارالعلوم وقف دیوبند	61
18	علوم شریعت کے ترجمان ۔ خطیب الاسلام مولانا سالم قاسمیؒ	:	مولانا محمد اسلام قاسمی صاحب مدظلہ، استاذ حدیث وادب دارالعلوم وقف دیوبند	62
19	خطیب الاسلام مولانا محمد سالم قاسمی ۔ کچھ یادیں کچھ باتیں	:	مولانا شمس تبریز صاحب قاسمی مدظلہ	64
20	ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے مولانا محمد سالم قاسمیؒ	:	مولانا مفتی محمد وقاص رفیع صاحب	65
21	تصوف کے علمبردار تھے مولانا محمد سالم قاسمیؒ	:	مولانا راحت علی صدیقی قاسمی صاحب	66
22	اکابر واسلاف کی وراثتوں کے امین ۔ حضرت خطیب الاسلامؒ	:	حضرت مولانا مفتی محمد سلمان منصور پوری مدظلہ، استاذ حدیث مدرسہ شاہی مرادآباد	68
23	مولانا محمد سالم صاحب قاسمیؒ کی رحلت	:	مولانا عبدالمتین منیری صاحب مدظلہ	69
24	حضرت مولانا محمد سالم قاسمیؒ کی شانِ خطابت	:	مولانا نسیم اختر شاہ قیصر صاحب قاسمی	71
25	پاک دل ۔ پاک باز ۔ حضرت خطیب الاسلامؒ	:	حضرت مولانا سید احمد ومیض ندوی دامت برکاتہم، استاذ حدیث دارالعلوم حیدرآباد	73
26	❁ تاثرات ۔ ❁ اسمائے خلفاء ۔ ❁ شجرۂ قاسمی ۔ ❁ تصنیفات ۔ ❁ ایوارڈز ...... 74 - 80			

پیغام رب ورسول صلی اللہ علیہ وسلم

معرفت کے پھولوں کی مہک

از: محدث العصر علّامہ سید محمد یوسف بنوّری رحمۃ اللہ علیہ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۲﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۶۳﴾ (یونس)

''سنو اللہ تعالی کے اولیاء جن پر قیامت کے دن نہ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے، وہ لوگ ہیں جو کامل طور پر ایمان لائے اور جنہوں نے کمالِ تقویٰ اختیار کیا''۔

ایمان کے بعد مدار قرب وکرامت عند اللہ تقویٰ ہے، جو حضرات سراپا تقویٰ بن جاتے ہیں، ان کی صحبتیں، ان کی مجلسیں، ان کی ملاقات اصلاحِ حال میں عجیب تاثیر رکھتی ہے۔ یہی ہیں وہ پاکباز نفوس، جن کی صحبت سے دل ودماغ پر ایسے نقوش مرتسم ہوجاتے ہیں جو تنہا عباد وریاضت سے سالہا سال میں ممکن نہیں، اسی کو کہا گیا ہے

یک زمانہ صحبتے با اولیاء ۔۔۔ بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

حدیث نبویؐ میں ایک واضح علامت ولی اللہ کی یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ ان کے دیکھنے سے اللہ تعالی یاد آجاتا ہے، فرمایا گیا:

وخيار عباد الله إذا رؤا ذكر الله

''اللہ تعالی کے بہترین بندے وہ ہیں کہ جب ان کو دیکھا جائے تو اللہ تعالی یاد آجائے''۔

تاریخ ابن کثیر میں حضرت حسن بصریؒ کے بارے میں امام یونس بن عبیدؒ سے منقول ہے: ''حضرت حسن بصریؒ کو صرف دیکھنے سے نفع ہوتا تھا، اگرچہ انکا عمل دیکھا نہ جائے اور نہ انکی گفتگو سنی جائے''

یہی وہ جلیس صالح ہے جس کی مثال ''کحامل المسک'' بیان کی گئی ہے، یعنی صالح ہم نشیں کی صحبت سے ایسا فائدہ ہوتا ہے جیسے مشک اُٹھانے والے کو مشک سے۔ صحبت کی یہی تاثیر ہے جس کی وجہ سے سلاسل صوفیہ میں سے سلسلہ نقشبندیہ میں صحبت شیخ پر سب سے زیادہ زور دیا گیا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انفاس قدسیہ جذب کرنے کا یہ متوارث سلسلہ ہے، اسی لئے شیخ سے عقیدت، ربط ومحبت ضروری ہے۔ اگر شیخ با کمال ہے اور مرید کا یہ حال ہے تو غیر شعوری طور پر خود بخود محب جاں نثار اپنے محبوب کا نمونہ ہوگا، اور جتنی محبت اور صلاحیت ہوگی، اس کے مطابق یہ نقشہ تیار ہوگا۔ بعض عشاق منازل عشق منٹوں میں طے کر لیتے ہیں جبکہ دوسرے سالہا سال اس سے محروم رہتے ہیں۔

صحبت اہل اللہ کے عبادت سے افضل ہونے کی وجہ

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے مفتی شفیع صاحبؒ سے فرمایا کہ ایک شاعر نے جو کہا ہے کہ اہل اللہ کی صحبت سو سال کی اخلاص والی عبادت سے بہتر ہے یہ اس نے کم کہا ہے، بلکہ اللہ والوں کی صحبت ایک لاکھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ وجہ یہ ہے کہ اللہ والوں کی صحبت سے اللہ ملتا ہے اور کثرت عبادت سے ثواب ملتا ہے۔ اور اہل اللہ کی صحبت کے عبادت سے افضل ہونے کی دلیل بخاری شریف کی یہ حدیث ہے:

''مَنْ اَحَبَّ عَبْدًا لَا يُحِبُّهُ اِلَّا لِلّٰهِ''

کہ جو کسی سے صرف اللہ کیلئے محبت کرے تو اس کو اللہ تعالی حلاوت ایمانی عطا فرمائیں گے اور حلاوتِ ایمانی جس کو نصیب ہوگی اس کا خاتمہ ایمان پر ہونے کی بشارت ہے۔ دیکھئے اس محبت الٰہی پر کسی ثواب کا وعدہ نہیں فرمایا گیا بلکہ حلاوتِ ایمانی عطا فرمائی کہ ہم اسے مل جائینگے۔

(بشکریہ ماہنامہ ''دعوۃ الحق'')

کلماتِ تبریک

حضرت مولانا محمد عبد القوی صاحب دامت برکاتہم

خلیفہ ومجاز حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب دامت برکاتہم، پرنام بٹ
ناظم ادارہ اشرف العلوم ٹرسٹ حیدرآباد

❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀

خطیب الاسلام ابن حکیم الاسلام رحمۃ اللہ علیہما

کوئی پچاس سال قبل کی بات ہے جب کہ یہ راقم السطور حفظ قرآن کے ابتدائی مراحل میں تھا، مدرسہ فیض العلوم حیدرآباد میں دارِ جدید کے پہلے مرحلے کی تعمیر ہونے والی تھی، سنگِ بنیاد کی تقریب میں شہر کے علماء ورؤساء کی بڑی تعداد جمع تھی، راقم سطور بھی مدرسے کے طلبہ واساتذہ کے ہمراہ شریکِ تقریب تھا، کیا دیکھتا ہوں کہ ناظمِ مدرسہ محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ ایک نحیف وطویل اور حسین ووجیہ بزرگ کو — جو لمبی شیروانی اور اسی کپڑے کی اونچی ٹوپی میں ملبوس تھے — ہاتھ تھام کر اپنے ساتھ لئے آرہے ہیں، راقم کی نظروں نے اب تک حضرت محی السنہؒ سے وقیع ورفیع کوئی ہستی دیکھی نہ تھی، مدرسے میں ہر طرف اُن کی موجودگی میں اُنہی کا رُعب ودبدبہ نظر آتا تھا، ان کی قامتِ عظمت کے آگے سب خورد وپست دکھائی دیتے تھے، آج یہ کون ہستی ہے کہ حضرت محی السنہؒ خود بڑے احترام واہتمام سے اُنہیں لا رہے اور ان کے دستِ مبارک سے سنگ بنیاد رکھوا رہے ہیں؟ اس کا جواب زبانوں سے میرے کانوں میں یہ پہونچا کہ یہ دارالعلوم دیوبند کے عظیم المرتبت مہتمم، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے خلیفۂ اجل حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ ہیں، جنہیں حضرت محی السنہؒ نے اپنے مدرسے کے سنگ بنیاد رکھنے کے واسطے منتخب کرکے مدعو فرمایا تھا۔

اس ابتدائی زیارت کے بعد پھر بار بار حضرت حکیم الاسلامؒ کی زیارت ہوتی رہی، اُن کے والد ماجد، نظام اسٹیٹ کے مفتی اعظم مولانا محمد احمد صاحب دیوبندیؒ حیدرآباد ہی کے ایک قبرستان مسمّیٰ "خطۂ صالحین" میں آرام فرما ہیں، انہی کی کشش اور ادائی حق کی طلب حضرت حکیم الاسلامؒ کو حیدرآباد بار بار لاتی رہی؛ مدرسہ فیض العلوم نواب محمد باقر مرحوم کی موقوفہ اراضی پر تھا، نواب صاحب کے والد ماجد فضیلت جنگ نواب عبدالباسط صاحب دارالعلوم دیوبند کے رُکنِ شوریٰ اور علماءِ دیوبند کے قدرداں تھے، اسی مناسبت سے حضرت حکیم الاسلامؒ کا قیام اکثر اسی دیوڑھی میں رہتا تھا، بچپن کے باوجود اہل اللہ سے فطری محبت بلکہ والہانہ میلان کی وجہ سے اُن کی آمد پر نواب صاحب کی دیوڑھی میں ایک آدھ چکر لگا ہی آتا تھا، اُن کی ظاہری ومعنوی بلند قامتی، عالمانہ وقار اور فاضلانہ گفتگو، باادب و بارعب محفل، سوالات کے برجستہ جوابات، ان کے جوابات پر کبھی واہ واہ اور سبحان اللہ کے زمزمے تو کبھی تبسم ومسکراہٹوں کی لہریں، واقعی اس منظر کو دیکھ کر مجھے اُس عمر میں بھی دل لُٹا دینے کو جی چاہتا تھا۔

بات حکیم الاسلامؒ کی نکل پڑی تو بڑھتی ہی چلی جارہی ہے، کیا کروں؟ اپنے اکابر کا ذکرِ خیر چھڑ جاتا ہے تو زبان وقلم قابو سے باہر ہوجاتے ہیں؛ (رحمہم اللہ رحمۃ واسعۃ) مگر میں جلیل القدر باپ کا ذکر کرنے کے لئے قلم نہیں اُٹھایا تھا، رفیع الذکر بیٹے کا کچھ تذکرہ کرنا چاہتا تھا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت حکیم الاسلامؒ سخت ناسازئ طبیعت اور پیرانہ سالی کے باوجود حیدرآباد تشریف لائے، اُن کے ہمراہ خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم صاحبؒ بھی تھے، حکیم الاسلام کے خطابات حیدرآباد کے علمی حلقوں میں بہت مقبول تھے، اُن کے خطابات ہوتے بھی ایسے ہی تھے، بلالحاظِ مسلک ومشرب جوق در جوق لوگ اُن سے استفادہ کے لئے جمع ہوتے تھے، میں نے خود اُن کے خطاب میں مشائخ طبقے کے بڑے بڑے لوگوں کو باادب اور ہمہ تن گوش دیکھا ہے، خیر! آپ کی تشریف آوری کا علماء وزعماء کو پہلے سے علم ہوگا، اسی لئے شہر کی قدیم اور تاریخی "مکہ مسجد" میں ایک عظیم الشان جلسۂ عام کا اعلان ہوا اور حکیم الاسلامؒ کے خطاب کا بھی چرچہ تھا، حضرت اُس وقت نہایت ہی نحیف وضعیف تھے، اپنے والد ماجد کی زیارت سے فارغ ہوکر "مکہ مسجد" تشریف لائے، دو آدمیوں کی مدد سے چل پا رہے تھے، نہ بیان کرنے کا انہیں علم تھا اور نہ ہی ہمت وقوت محسوس ہورہی تھی، مغرب کی نماز کے بعد کافی بڑا مجمع صحنِ مسجد میں مجتمع ومنتظر تھا، خواص خطاب کی درخواست کررہے تھے اور حضرت برابر انکار فرمارہے تھے، اسی اصرار وانکار کے بعد بالآخر حضرتؒ اسٹیج کی طرف بڑھے اور نقیہ ونحیف آواز میں پورا خطبہ مسنونہ حسبِ معمول پڑھا، پھر سورۂ اعراف کی آیت:

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰي ڔ شَهِدْنَا ڔ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ﴿١٧٢﴾

کی تلاوت فرماکر وعظ شروع فرمادیا، پہلے ہی فرمارکھا تھا کہ آدھے گھنٹے سے زیادہ نہیں بول سکوں گا، آدھا گھنٹا ہوجائے تو یاددہانی کرادینا، لیکن جب ان کا وعظ شروع ہوا تو سامعین تو سب کے سب چپ سادھ گوش برآواز تھے ہی حضرتؒ بھی محوِ علوم وغرقِ معارف ہوگئے، بات چل پڑی تو چلتی ہی رہی، اسی اثناء میں مسجد میں عشاء کی اذان بھی ہوئی اور جماعت بھی ہوگئی، مسجد چوں کہ بہت بڑی ہے اور جماعت بہت اندرون میں ہوتی ہے، بیان صحنِ مسجد میں ہورہا تھا، کوئی ڈیڑھ گھنٹہ بعد حضرتؒ نے فرمایا بھئی آدھا

گھنٹہ ہوجائے تو بتادینا، اتنے میں کسی نے کہا ''عشاء کی جماعت بھی ہوگئی ہے'' یہ سنتے ہی حضرت غضب ناک ہوکر منتظمین پر بگڑ پڑے اور فرمایا ''یہ کیسی غلط بات ہے کہ مسجد میں نماز ہورہی تھی اور ہم بیان کررہے تھے'' بس اسی پر بات ختم کردی اور اُٹھ گئے۔

مجھے خوب یاد ہے کہ مجمع جاتی ہوئی اس شخصیت کو کچھ ایسی مایوسی وناامیدی سے تک رہا تھا جیسے کوئی پیاسے کے منھ سے پانی کا پیالہ چھین کر بھاگ رہا ہو، کیوں کہ مضمون میں دلچسپی بڑھتی جارہی تھی اور عین شباب پر پہونچا ہوا تھا کہ اچانک ختم کردیا گیا، خیر! اُن کے بعد اب نمبر اُن کے فرزندِ ارجمند خطیب الاسلامؒ کا تھا، حضرت کے جانے کے بعد جب وہ اسٹیج پر پہونچے تو ہر طرف سے مانگ تھی کہ وہ اسی مضمون کو آگے بڑھاکر تکمیل تک پہونچائیں؛ یاد ہے کہ حضرت خطیب الاسلامؒ نے خطبۂ مسنونہ کے بعد لوگوں کے مطالبے کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا تھا: ''لوگ مجھے والد ماجد کے مضمون کو پورا کرنے کے لئے اصرار کررہے ہیں، حالاں کہ کہاں اُن کے علوم ومعارف کے خزانے اور کہاں مجھ جیسا بے بضاعت اور قلیل العلم؟ مگر اللہ کا نام لے کر میں اسی مضمون کو آگے بڑھا رہا ہوں، اگرچہ وہ مخمل پر ٹاٹ کے پیوند کے مترادف ہوگا''۔

پھر جو انہوں نے خطابت کا دریا بہانا شروع کیا تو تین گھنٹے کس طرح نکل گئے پتہ ہی نہ چلا؛ میری عمر تو اُس وقت ان لطائف وحکم کو زیادہ سمجھنے کی متحمل نہ تھی لیکن باتیں سمجھ ضرور رہا تھا، اور دوسروں کو___ جو بڑی عمر اور شعور وآگہی والے تھے___ سر دھنتے اور داد پہ داد دیتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔

غرض یہ پہلی ملاقات تھی حضرت خطیب الاسلامؒ سے میری، مگر جس پیش منظر اور ماحول میں ہوئی تھی اُس نے اُن کے سراپا کے ساتھ اُن کی عظمت کے انمٹ نقوش اس راقم آثم کے دل میں اس طرح چھوڑے کہ مٹائے نہ مٹ سکے، اگلے روز مسجد محی الدین النسا بیگم، ملک پیٹ میں بعد نمازِ عشاء بھی شریک اجتماع ہوا، دینی ماحول کا پروردہ ہونے کی وجہ سے باوجود طالب علم ہونے کے بھی بہت اہتمام سے سنا، تقریباً چار پونے چار گھنٹے تک آبِ رواں کی طرح جاری اُن کا یہ بیان رات دیر گئے ختم ہوا، اختتامِ خطاب کے یہ جملے اور بولنے والے کا منظر خوب محفوظ ہے، فرمایا تھا:

> ''یہ ہے موت وحیات کا اسلامی فلسفہ! میں دنیا کو چیلنج کرتا ہوں کہ اس سے بہتر تحقیق کسی کے پاس ہوسکتی ہے تو وہ لاکر پیش کرے''۔

میرے نانا حضرت مولانا سید محمد صاحب ذکی القاسمی بھی اس بیان میں موجود تھے؛ صبح ہم لوگوں کے سامنے حضرت خطیبُ الاسلامؒ کے تعلیمی دور کے واقعات بہت تفصیل سے سُنائے مگر دلچسپی سے نہ سُننے کی وجہ اب زیادہ یاد نہیں اور جو یاد ہیں اُن کا بیان کرنا احتیاط کا تقاضہ نہیں۔

اس کے بعد حضرت خطیب الاسلامؒ حیدرآباد متعدد مرتبہ تشریف لائے اور بہت مؤثر پروگرام ہوتے رہے، لیکن مسلمانوں کی بدنصیبی کہئے یا شامتِ اعمال کہ جلد ہی دار العلوم دیوبند کا قضیۂ نامرضیہ حاسدین ومعاندین کی سازشوں اور ریشہ دوانیوں سے وقوع پذیر ہوا، جس نے علماء دیوبند کی شاندار وباوقار جماعت کو اختلاف کی تلوار سے کاٹ کر دو دھڑوں میں بانٹ دیا؛ اُس کا تذکرہ کم از کم راقم عاجز کے لئے ناگفتہ بہ ہے جس کے قلب ودماغ دونوں دھڑوں کے بزرگوں کی تعظیم ومحبت سے بھرپور ومعمور ہیں، بلکہ سچی بات یہ ہے کہ میں اس قضیے میں لب کُشائی کا اہل بھی نہیں، لیکن اتنا ضرور دیکھا، سُنا اور سمجھ سکا ہوں کہ اس قضیّے نے مِلّت کو بہت نقصان پہنچایا اور اپنے اپنے ممدوحوں کی ترجیح اور وابستگی وطرف داری کے فطری جذبات عوام الناس کے حق میں سمِ قاتل اور زہر ہالک ثابت ہوئے، ایک وقفہ ایسا گذرا کہ یہ وابستگی

وطرف داری عام لوگوں کو اکابرِ ملت سے آزادانہ استفادے میں حائل رہا؛ پھر خدا خدا کر کے وہ تلخیاں اور سختیاں سرد خانے کے حوالے ہوئیں، قضایا فراموش ہوئے، دوریاں قرب ونزدیکی میں بدل گئیں، فللہ الحمد تاہم اتفاق ویکجہتی اور قُرب ونزدیکی کی خبروں سے کان سرور پاتے اوران مناظر سے آنکھیں ٹھنڈی ہو پاتیں، اچانک شماتتِ اعداء سے جمعیۃ علماء ہند کے درمیان وہ خلیج پیدا ہوگئی جس نے نہ پٹنے کی گویا قسم کھا رکھی ہے، قضیۂ دارالعلوم کا نقصان خواص تک محدود تھا مگر مسئلہ جمعیۃ کا خمیازہ پوری ملتِ اسلامیۂ ہند بھگت رہی ہے اور نہ جانے کب تک بُھگتے گی؛ اب جب کہ غالب نامراد کی توقع ہی اُٹھ گئی ہے تو کسی سے کیا گلہ کیا جا سکتا ہے؟ كَانَ أَمْرُ اللَّهِ قَدَرًا مَّقْدُورًا کا اعتقاد صبر کیلئے کافی ہے۔

خیر! بات کسی اور طرف نکل گئی، میں یہ عرض کر رہا تھا کہ حضرت خطیب الاسلامؒ کی اس قضیّے کے بعد بھی حیدرآباد تشریف آوری ہوتی رہی مگر بہت کم ہوگئی تھی۔

راقمِ سطور کے جاننے والے جانتے ہیں کہ میری تعلیم بہ عوارضِ لاحقہ وقفے وقفے سے ہوئی، دورۂ حدیث شریف کی تکمیل کی سعادت بھی مجھے دارالعلوم حیدرآباد سے حاصل ہوئی؛ اور سعادتِ مزید یہ کہ اس سال دارالعلوم حیدرآباد میں ختمِ بخاری شریف کے لئے حضرت خطیبُ الاسلامؒ ہی تشریف لائے، دارالعلوم کی وسیع مسجد کے اندر بخاری شریف کی آخری حدیث پر تفصیلی خطاب ہوا، پھر حضرتؒ نے اپنی تمام سندوں میں طلبۂ کرام کو روایتِ حدیث کی اجازت عطا فرمائی جو راقم کے نصیبے میں بھی آئی وَذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ۔ اس کے بعد دیوبند حاضری کے مواقع سے وقتاً فوقتاً حضرتؒ سے ملاقات اور کبھی صرف شرفِ زیارت حاصل ہوتا رہا۔

حضرت خطیبُ الاسلامؒ کا کمال یہ ہے کہ پیرانہ سالی، ضعف ونقاہت اور متعدد امراض کے باوجود حضرتؒ دین کے تقاضوں پر ہمیشہ لبیک کہنے کے لئے تیار رہتے تھے، خواہ مقام پر ہوں یا سفر میں، بعض دفعہ گھنٹوں بیٹھے رہتے اور وقت آنے پر سامعین سے مؤثر وسرگرم خطاب فرماتے تھے، چھوٹے بڑے، امیر وغریب، بعید وقریب سے انہیں کوئی مطلب نہ تھا، دین وملت کی خدمت کے لئے ہر وقت حاضر تھے، جواں سالی سے خطابت کا آغاز فرمایا اور تا بہ اختتامِ حیات اس خدمت کو جاری رکھا، جس نے بھی آپ کو سب سے پہلے ''خطیبُ الاسلام'' کہا، بجا طور پر کہا؛ واضح رہے کہ حضرتؒ محض ایک خطیب ہی نہ تھے، اچھے قلم کار ومضمون نگار بھی تھے، کئی کتب کے مصنف بھی تھے، بہترین مُدرس ومعلم بھی تھے، ہزاروں علماء کے استاد بھی تھے، دارالعلوم وقف کے مہتمم اور دارالعلوم ندوۃ العلماء کے رُکنِ رکین بھی تھے، ہزاروں مریدین کے شیخ بھی تھے، اُن کا صحیح تعارف تو وہی کرا سکتے ہیں جنہوں نے اُنہیں قریب سے دیکھا پرکھا اور استفادہ کیا ہو؛ مجھ جیسے کی کیا بساط کہ ان عالی مرتبت اور جلیل القدر ہستیوں پر کچھ لکھ سکا ہوں، مجھ پر اُن کی طرف سے اجازتِ حدیث کا عظیم احسان ہے اس لئے جی چاہتا تھا کہ کچھ نہ کچھ لکھوں اور انگلی کٹا کر ہی سہی شہیدوں میں نام لکھواؤں مگر حالات سے قریبی واقفیت نہ ہونے کی وجہ سے جرأت نہیں کر پا رہا تھا، اللہ پاک جزائے خیر عطا فرمائے ہمارے دوست حافظ عبید الرحمٰن صاحب زیدرشدہٗ، مدیر ماہنامہ پیغامِ رب کو کہ انہوں نے بہ اصرار وتکرار مجھے قلم اُٹھانے پر مجبور کیا، چناں چہ آج بعد نمازِ عشاء قلم اُٹھایا اور بہ یک مجلس یہ چند سطور جس طرح بن پڑیں سپردِ قرطاس کر دیا یہ کہتے ہوئے کہ

سپردم بہ تو مایۂ خویش را تو دانی حسابِ کم وبیش را

حق تعالیٰ حضرت رحمہ اللہ اور جمیع اکابرین رحمہم اللہ کی مغفرت فرمائے درجات کو بلند فرمائے اور اپنے قربِ خاص میں مقام عطا فرمائے۔

آمین وصلی اللہ علی سیدنا وحبیبنا وقرۃ اعیننا وبارک وسلم

❀❀❀❀❀❀

تاثرات

حضرت مفتی محمد فاروق القاسمی مدظلہ العالی

خلیفہ ومجاز حضرت خطیب الاسلام مولانا سالم صاحب قاسمیؒ...... بانی ومہتمم دار العلوم لبیؔ پیٹ وجئے واڑہ، اے پی

خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ، سابق مہتمم دار العلوم وقف دیوبند کی شخصیت محتاجِ تعارف نہیں۔ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بانی دار العلوم دیوبند اور حکیم الاسلام حضرت مولانا محمد طیب صاحب قاسمی قدس سرہٗ سابق مہتمم دار العلوم دیوبند کے علوم وافکار اور معارف وحِکم کے صحیح ترجمان، علوم عقلیہ ونقلیہ کے جامع، صاحب بصیرت، قائد ودانشور، صاحب طرز ادیب ومصنف، برصغیر میں حکیمانہ وعالمانہ خطابت کیلئے مشہور، تعلیم وتدریس کی دنیا کی ایک قدآور شخصیت، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے تلمذ سے سرفراز، اپنے والد گرامی حضرت حکیم الاسلامؒ اور عہد کے بلند پایہ بزرگانِ دین کے روحانی فیض سے مستفیض، صاحبِ رائے وصائب الرائے، عالم ربانی، شرافتِ نفس کے پیکر، طبقہ علماء میں محترم وموقر، اہلِ دانش میں علماء دیوبند کی ایک خاص شان کے عالم ربانی، اپنے محاسن وکمالات کے حوالہ سے، مسلک دیوبند اور فکرِ نانوتوی کی پہچان، ایک متوازن، معتبر اور علمی شخصیت کی حیثیت سے عالمِ اسلام میں متعارف!!

خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کی پوری زندگی کتاب وسنت کی ترویج، مسلک دیوبند کی بے لوث ترجمانی، درس ومطالعہ میں انہماک، دعوتِ دین کے ملک وبیرونِ ملک طویل اسفار، دار العلوم وقف دیوبند جیسی عالمی دینی دانش گاہ کی انتظامی خدمت اور اس کی ترقی واستحکام کیلئے جہدِ مسلسل، ملی قیادت، فکرِ قاسمی سے وابستہ سینکڑوں دینی مدارس کی سرپرستی، ملّی اداروں وعصری جامعات میں فکرِ دیوبند کی نمائندگی، حساس موضوعاتِ دین پر عقل ونقل سے ہم آہنگ تحقیقات، نت نئے عصری مسائل پر عالمانہ وفاضلانہ رہنمائی سے عبارت ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ دورِ حاضر میں ایسی بیدار مغز، بابصیرت اور علم وتحقیق کا گہرا شعور رکھنے والی شخصیت، حلقہ دیوبند میں حضرت خطیب الاسلام رحمۃ اللہ علیہ ہی کی ہوسکتی ہے۔

یہ معلوم کرکے دلی مسرت ہوئی ہے کہ مولانا محمد عبید الرحمٰن صاحب زید فضلہ، مدیر ''ماہنامہ پیغامِ رب'' نے حضرت والاؒ کی حیات وخدمات پر مشتمل خصوصی شمارہ شائع کرنے کا ارادہ کیا ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ یہ خصوصی شمارہ عوام وخواص اور علماء واہل علم کے طبقہ میں قبول ہوکر عند اللہ بھی مقبول ہو۔ آمین بجاہ طٰہٰ ویٰسین سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

نذرانۂ عقیدت

میرے شیخ میرے مربیؒ۔ حضرت اقدس مولانا محمد سالم قاسمی صاحب نوراللہ مرقدہ

شان جن کی تھی نرالی شیخ سالم آپ تھے
شیخِ کل تھی جن کی ذات عالی شیخ سالم آپ تھے
کس زباں سے میں کروں تعریف حضرت کی بیاں
آپ کی ہستی تو خود ہی تھی زمانے پر عیاں
صاحب کشف و کرامت اور بزرگوں کے نشاں
شان تھی جن کی نرالی شیخ سالم آپ تھے

شیخ سالم کی بیان و نصیحت میٹھی کیا دلدار تھے
درس میں رحمت برستی اور کیا انوار تھے
سنبل و بلبل چمیلی اور کیا عطار تھے
جو مقامِ مجتہد پر شیخ سالم آپ تھے
شان جن کی تھی نرالی شیخ سالم آپ تھے
شیخِ کل تھی جن کی ذات عالی شیخ سالم آپ تھے

شیخ کے قدموں پہ دنیا تھی پڑی دیکھو مگر
اب جدائی شیخ سے ہوگئی روتا ہے جگر
پھر بھی حضرت شیخ سالم دنیا سے تھے بے خبر
شفقت جن کی تھی ہم پر شیخ سالم آپ تھے
شان جن کی تھی نرالی شیخ سالم آپ تھے
شیخِ کل تھی جن کی ذات عالی شیخ سالم آپ تھے

شیخ خوب عرب و عجم میں تھی شہرت آپ کی
اور زمانے بھر کے لوگوں میں تھی عظمت آپ کی
سب کو ملتی تھی محبت اور شفقت آپ کی
جو سب دلوں پر چھاگئے شیخ سالم آپ تھے
شان جن کی تھی نرالی شیخ سالم آپ تھے
شیخِ کل تھی جن کی ذات عالی شیخ سالم آپ تھے

ہر جگہ حضرت کی آمد باعثِ فخرِ نجوم
ذکرِ رب کی صدا میں شیخ سالم جاتے تھے
رشک کرتی تھی اس پر علماء کا ہجوم
جن پہ تھی رب کی عنایت شیخ سالم آپ تھے
شان جن کی تھی نرالی شیخ سالم آپ تھے
شیخِ کل تھی جن کی ذات عالی شیخ سالم آپ تھے

شکریہ ہو کس زباں سے شیخ سالم آپ کا
جلوہ ہے دورِ جہاں میں شیخ سالم آپ کا
ہے بڑا احسان ہم پر شیخ سالم آپ کا
جو حاصل ہے ہمارا شیخ سالم آپ تھے
شان جن کی تھی نرالی شیخ سالم آپ تھے
شیخِ کل تھی جن کی ذات عالی شیخ سالم آپ تھے

مرحبا ہو مرحبا ہو مرحبا ہو مرحبا
دل سے کہتے ہیں فاروق و اسماعیل شیخ سالم مرحبا
شیخ سالم آپ کو لاکھ بار ہو مرحبا
ہم کو بھی جن کی تھی چاہت شیخ سالم آپ تھے

از قلم : مفتی محمد اسماعیل قاسمی
(برادر خورد مفتی فاروق صاحب مدظلہ) وسابق استاذ دار العلوم وقف دیوبند

یادِ رفتگاں

اداریہ
مدیر مسئول
ماہنامہ "پیغام رب"

مفتی حافظ محمد فضل الرحمٰن ندوی

شخصیات کی دو قسمیں ہیں:

① شخصیت رخصت۔ ② شخصیت عظیمت۔

جن اشخاص کا تعلق صرف اپنی ذاتی زندگی پر محیط ہو دوسروں کی اغراض سے وابستہ نہ ہو وہ پہلی قسم ہے۔اس قسم کی دنیا میں کوئی کمی نہیں پہلے بھی اور آج بھی۔اور جن اشخاص کا ربط اپنی ذاتی زندگی سے بڑھ کر دوسروں کے نفع وخیر کے لیے ہو، ایسے رجالِ کار کا ہمیشہ قحط رہا ہے۔ایسے قحط الرجال دور میں جن خاندانوں اور گھرانوں نے برصغیر میں اعلائے کلمۃ اللہ اور اعلانِ حق کا بیڑا اٹھایا، شر اور ضرر کا قلع قمع کیا؛ ان خاندانوں میں ایک خاندانِ قاسمی بھی ہے۔

خاندانِ قاسمی کے احسانات، خطہ ہند پر جو ہیں اس کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔اسی خاندان کے ایک چشم وچراغ حضرت الاقدس مولانا محمد سالم صاحب قاسمی نور اللہ مرقدہٗ ہیں جو اپنے زمانے کے بے مثال خطیب، ادیب، استاذِ حدیث ومہتمم رہے ہیں؛ نیز جنہوں نے زبان وقلم کی بے لوث خدمت کے ذریعہ اپنے خاندان کا نام بھی مزید روشن کیا ہے۔راقم الحروف بھی حضرت والاؒ کے نام سے زمانہ طفل ہی سے متعارف تھا۔حضرت والاؒ کے والد ماجدؒ اور جد امجدؒ کے کارناموں کو گھر کے کتب خانہ کی کتابوں میں بار بار پڑھا تھا؛ حضرت والد صاحب کی زبانی ذکر خیر بھی سنا کرتا تھا، والد صاحب، دادا صاحب مرحوم کے ساتھ کئی مرتبہ دیوبند، حضرتؒ کی خدمتِ اقدس میں فیضیاب ہونے کیلئے جایا کرتے تھے، دادا صاحب کی معیت میں حضرتؒ سے بیعت بھی کی، دادا صاحب کے انتقال کے بعد موقع بہ موقع دیوبند جا کر حضرتؒ سے فیض حاصل کرتے، تقریباً ۲۰۰۳ء میں پھر تجدید بیعت کی بھی سعادت حاصل ہوئی، حضرت مفتی فاروق صاحب مدظلہ کے ساتھ جا کر معمولات کی پابندی بھی کرتے رہے، والد صاحب کو حضرتؒ سے بے حد عقیدت تھی۔

میرے نزدیک ان سے ملاقات ومصافحہ اور شرف تلمذ حاصل کرنا سعادت مندی سے تعبیر تھی۔حضرت مولانا مفتی فاروق قاسمی مدظلہٗ وجے واڑہ کی دعوت والتماس پر شہر وجے واڑہ میں حضرت والاؒ کا کئی مرتبہ ورود خیر ہوا۔ویسے بھی شہر وجے واڑہ اور اسکے اطراف واکناف حتی کہ حیدرآباد تک کوئی علمی وبزرگ شخصیت کی آمد ہوتی تو میرے والد ماجد (حضرت مولانا محمد عبید الرحمن صاحب مدظلہ) بندہ کو ساتھ لے کر ضرور دعاء ومصافحہ کے لئے حاضر ہو جاتے بلکہ والد صاحب کا معمول تھا کہ ہندوستان میں کہیں بھی کوئی علمی ہستی کی تشریف آوری ہوتی تو سفر کی مشقت اٹھا کر فوراً وہاں سند علم کے حصول کے لئے پہنچ جاتے۔ یہی نہیں دورانِ تعلیمی سفر جہاں کہیں بھی راقم کا جانا ہوتا والد ماجد کا اصرار ہوتا تھا کہ اطراف واکناف کی علمی وبزرگ ہستیوں سے ضرور مصافحہ ودعاء کے لئے جائیں، موقع ملے تو ایک آدھ دن خدمت میں ٹھہریں۔

جب بندہ درجہ عربی دوم، ادارہ اشرف العلوم حیدرآباد میں زیر تعلیم تھا حضرت والاؒ کی آمد سعید شہر وجے واڑہ کو ہوئی۔والد ماجد نے موقع غنیمت جانا اور حضرت والا کو مدرسہ اسلامیہ تعلیم الدین وجے واڑہ کے لیے دعا کی درخواست کی۔مفتی فاروق صاحب مدظلہ نے حضرت والاؒ سے تشریف لانے کی درخواست کی، حضرت والاؒ نے قدم رنجہ فرمایا، اصل میں یہ دعوت راقم کو حضرت والاؒ سے شرف تلمذ سے منسلک کرنا تھا۔الغرض سنہ 2006 بعد نماز ظہر وعظ ونصیحت، بندہ نے حضرت والاؒ سے دو کتابیں (کافیہ، قدوری)

پڑھیں؛ پھر حضرتؒ نے سر پر ہاتھ رکھ کر دعاء دی اور اجتماعی دعا کے بعد روانگی ہوئی۔ پھر جب اس کے بعد دورۂ حدیث کی تعلیم کیلئے دارالعلوم وقف دیوبند پہنچا تو بخاری شریف کے ابتدائی صفحات کا درس بھی آپ ہی کے تلمذ میں حاصل کرنے کی سعادت ملی اور بندہ کے دوران قیام دارالعلوم وقف دیوبند، عصر تا مغرب والی مجلس میں شرکت بھی کی۔ اس طرح بندہ نے حضرت والاؒ کے ساتھ جو لمحات گزارے؛ اس کو قیمتی ترین لمحات سمجھتا ہے اور بزرگوں کے ساتھ احقر کو اللہ کرے ایسے لمحات بار بار نصیب ہوں۔

حضرتؒ کے وصال کے بعد والد صاحب کی عقیدت نے یہ محسوس کیا کہ حضرت کی حیات وخدمات پر خصوصی شمارہ شائع کرنے کا ارادہ کیا اور اس سلسلہ میں کوششیں شروع ہوئیں، مشوروں کے بعد اللہ کی مدد سے شمارہ الحمدللہ تکمیل ہو کر شائع ہوا؛ اور اب آپ حضرات کی خدمت میں حاضر ہے۔

اس شمارہ کی تیاری میں خصوصاً روزنامہ خبریں، دہلی کے خصوصی شمارہ سے بھی مدد لی گئی ہے، اور دیگر جن حضرات نے اس خصوصی شمارہ کی ترتیب وتیاری میں جس طرح کا بھی تعاون کیا ہے، نیز شمارہ کی کمپوزنگ، تزئین وطباعت میں حافظ سید عبدالسلام شکیل صاحب انجینئر، عائش آفسیٹ پرنٹرس، حیدرآباد کی محنت ودلچسپی شامل حال رہی، ان سب کو اللہ تعالی جزائے خیر عطا فرمائیں۔ آمین

آخر میں دعاء ہے کہ اللہ حضرت والاؒ کو غریق رحمت فرمائیں اور حضرت والاؒ کی علمی وفکری دولت میں ہمیں بھی کچھ حصہ عطا فرمائے اور انکے خاندان وادارہ میں حضرتؒ کا نعم البدل عطا فرمائے آمین

مدیر مسئول

حافظ مفتی محمد فضل الرحمٰن ندوی

بن مولانا محمد عبید الرحمٰن صاحب مدظلہ

مدیر ماہنامہ پیغام رب (اردو)؛ اِسلام کانتی (تلگو)

قیام: شوال ۱۴۱۵ھ | **تعارف و مقاصد** | مارچ ۱۹۹۵ء

مدرسہ اسلامیہ تعلیم الدین (دارالاقامہ)

تحت تعلیم الدین ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ، رجسٹرڈ - ابراہیم پٹنم، کتور، وجئے واڑہ، ضلع کرشنا، آندھرا پردیش (انڈیا)

مدرسہ کے اغراض ومقاصد میں اہم یہ ہے کہ نئی نسل کے دین کی حفاظت کرنا، اس بات کو محسوس کرتے ہوئے شروع ہی سے اسکولی تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم کا نظم چلا رہا ہے، دیہات کے ہر بچہ کو پہلے مسلمان، پھر مصلی، پھر داعی بنانا ہے۔ آگے چل کر انشاء اللہ بچہ حافظ قرآن، عالم دین ومفتی بنے گا۔ مگر پہلے مسلمان بنانے کی فکر کرنا ہے تا کہ وہ اپنے ایمان واعمال کی حفاظت کر سکے۔ ربط کیلئے: 9440173046، 9441582322، 08662882069

مدرسہ کے تعلیمی شعبہ جات اس طرح ہیں: ❁ درجہ اول - دو سالہ: نورانی قاعدہ مع تجوید ناظرہ قرآن مکمل ❁ درجہ دوم: چار سالہ: حفظ القرآن

❁ درجہ سوم - سات سالہ: دسویں مع حفظ القرآن ❁ درجہ چہارم - تربیتِ اِمامت

جو نوجوان امامت کرنا چاہتے ہیں، اُن کیلئے دیہاتوں میں بہت سے مساجد، مؤذن اور امام سے خالی ہیں۔ جس کی وجہ سے مہینوں سے نماز نہیں ہو رہی ہے۔ مساجد ویران ہیں، اگر کوئی ہمت کر کے امامت کورس کے ذریعہ امامت کی تربیت وٹریننگ لے کر کسی دیہات میں دینی خدمات انجام دے گا، اللہ اُس کو دونوں جہاں میں کامیاب کرے گا۔ اس کورس میں امامت کے قابل نوجوان کو امامت کے تمام مسائل پڑھائی کے ساتھ عملی طور پر سکھائے جاتے ہیں۔ چند نوجوان تیار ہو کر اپنے علاقے میں دینی خدمات انجام دے رہے ہیں جن کی وجہ سے علاقے میں بڑے اچھے اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔ انٹر کے بعد خصوصی طور پر MBA، B.Tech, B.Pharmacy کیلئے داخلے جاری ہیں۔

ایک اہم درجہ: چند نوجوان ایسے ہیں جو MBA، B.Tech, B.Pharmacy وغیرہ باہر کالجوں میں پڑھتے ہیں اور مدرسہ میں رہ کر دینی تعلیم وتربیت بھی حاصل کرتے ہیں۔ ان کے قیام وطعام کا نظم بھی مدرسہ ہی میں ہے۔ اب تک اس درجہ سے 60 طلباء فارغ ہوئے ہیں۔

الحمدللہ! ہمارے لئے بڑی سعادت کی بات ہے کہ کئی اکابر علماء مختلف مواقع پر تشریف لائے اور حالات کے مشاہدے کے بعد اپنی خوشنودی اور حسن کارکردگی کا اظہار فرمایا۔

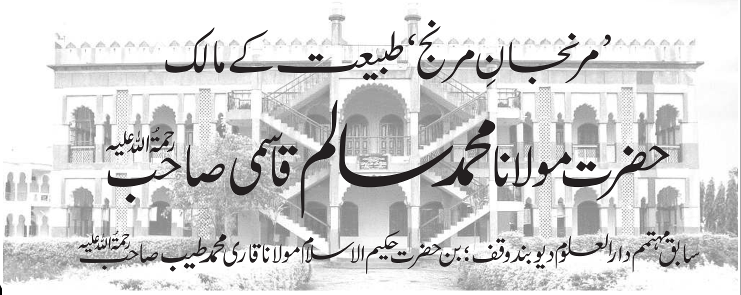

مُرنجانِ مرنج، طبیعت کے مالک
حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند وقف؛ بن حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مضمون نگار
حضرت مولانا
سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم
صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ
وناظم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

مولانا محمد سالم صاحب قاسمیؒ خاندان نانوتہ کے جلیل القدر عالم دین حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کے سلسلہ کے وارث علم وخاندان تھے اور انہوں نے اپنی علمی و دینی مصروفیات سے دین وملت کی رہنمائی قابل قدر انداز سے کی، انہوں نے اپنی مختلف علمی و دینی خصوصیات اپنے عالی خاندان سے وراثت میں پائی تھی، ان کے والد حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے پوتے اور ذی وقار جانشین تھے۔

حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کی دینی عظمت کے ساتھ ان کی علمی وفکری بلندی جو اُن کا امتیاز رہی ہے، اس کا حصہ بھی حضرت قاری صاحبؒ کو قدرت کی طرف سے ملا تھا، جو ان کی تحریر وتقریر میں محسوس کیا جاتا تھا اور وہ اپنے دور کے ممتاز علمائے دین میں عظیم المرتبت مقام ومقبولیت عامہ رکھتے تھے، ان کی ان خصوصیات کے ماحول میں ان کے خلف الرشید مولانا محمد سالم صاحب قاسمیؒ کی نشو ونما اور تربیت ہوئی تھی اور ان کی خصوصیات کا پرتو ان میں آیا تھا حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ اپنے اسلاف کے سلسلہ میں دارالعلوم دیوبند جیسی عظیم المرتبت درس گاہ میں جو دادا ہی کی قائم کردہ تھی، یعنی حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کی قائم کردہ درس گاہ میں اپنے خاندانی اور ان کے زیر نگرانی علمی اور تعلیم ماحول میں رہے تھے اور اس کے نہج و انداز فکر کے حامل بنے تھے، اپنے عہد میں اسی انداز کی خدمتِ علم وملت کرتے تھے جس سے اُمت کے مختلف طبقات نے فائدہ اُٹھایا اور فائدہ اُٹھا رہے تھے، اس طرح ان کی وفات کا واقعہ خدمت دین وملت کے دائرہ میں ایک کمی پیدا ہونے کا باعث ہوا۔ مولانا محمد سالم قاسمی علیہ الرحمہ کی عمر نوے سے اوپر تک پہنچی اور اس طرح ان سے فائدہ پہنچنے کا سلسلہ بھی اچھا رہا، وہ طبیعت کے لحاظ سے مرنجان مرنج اور انس وتعلق کی صفت رکھتے تھے، اس کی وجہ سے ان کو قبولیت حاصل تھی اور اپنے والد کے عہد میں ان کے دور اہتمام کے تعلق سے ان کے معاون کی حیثیت بھی ان کو حاصل تھی جو دارالعلوم دیوبند کی انتظامیہ کے دو پہلو ہو جانے میں صورت میں وہ مہتمم کی حیثیت کے حاصل ہوئی جو پہلو وقف کہلاتا ہے اور اس طریقہ سے تعلیمی دائرہ میں بھی ان کی سر پرستی ونگرانی کا سلسلہ جاری رہا۔

مولانا محمد سالم صاحبؒ نے اپنے موقر والد حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کی طبیعت ورجحان کے مطابق ملت کی دین وتعلیمی تحریکوں سے بھی وابستگی رکھی، اسی ضمن میں دارالعلوم ندوۃ العلماء سے بھی ان کا اچھا تعلق رہا اور یہاں جب ان کا تشریف لانا ہوتا تو طلبہ کو اپنے علمی خطاب سے فائدہ پہنچاتے۔ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب کا تعلق حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ سے بہت انس وقربت کا تھا۔ اسی تسلسل میں مولانا محمد سالم صاحبؒ کا تعلق مجھ کاتب سطور سے بھی تھا، اس تعلق میں اس بات کو بھی دخل تھا کہ میرے سرپرست حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے مجھے دارالعلوم ندوۃ العلما میں اکثر تعلیمی مرحلہ سے گزار کر مزید دینی وعلمی فائدے کیلئے دارالعلوم دیوبند دیکھنے اور اس سے استفادہ کرنے

کیلئے بھیجا تھا جو ایک سالہ تعلیمی مدت کے قریب کا موقع تھا جو ۶۳/ سے ۶۴/ ء کا تھا جہاں میں نے شرائط دورۂ حدیث کی کتابیں پڑھیں، یہ حسن اتفاق کی بات تھی کہ جن دو اہم کتابوں میں باقاعدہ درجہ میں شرکت کی جو تفسیر جلالین اور ہدایہ تھی، اس میں مولانا محمد سالم صاحب قاسمیؒ کی رفاقت درس حاصل ہوئی جو اپنے تعلیمی مرحلہ کے ساتھ اس میں شریک تھے۔

جہاں تک دارالعلوم دیوبند اور خاندانِ قاسمی سے ربط و تعلق کی بات ہے وہ حضرت سید احمد شہیدؒ کے زمانہ سے ہے، جب ان کا دعوتی و اصلاحی دورہ دوآبہ دیوبند، نانوتہ، تھانہ بھون، کاندھلہ وغیرہ کا ہوا تھا اور دارالعلوم دیوبند قائم ہونے پر ان کے ایک نواسہ مولانا سید محمد عرفان ٹونکی کے وہاں تعلیم حاصل کی تھی، پھر جب ہمارے نانا مولانا حکیم سید عبدالحئی حسنیؒ سابق ناظم ندوۃ العلماء نے اپنے تعلیمی مرحلہ کی تکمیل کے بعد مزید علمی و دینی استفادہ کیلئے دہلی اور دوآبے کا ایک دینی و علمی دورہ کیا تھا جس میں ان کے ساتھ ہمارے دادا مولوی سید خلیل الدین حسنی مرحوم بھی شریک سفر تھے اور وہاں کی بزرگ شخصیات حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ، شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ، مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کے صاحبزادے مولانا محمد احمد صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند، سب نے حضرت سید صاحبؒ کی نسبت سے ان کا بڑا خیال فرمایا تھا جس کا تذکرہ مولانا عبدالحئی صاحبؒ نے اپنی کتاب ''دہلی اور اس کے اطراف'' میں تفصیل سے کیا ہے۔ بعد میں مولانا عبدالحئی حسنیؒ کے دونوں صاحبزادگان میرے دونوں ماموں مولانا ڈاکٹر سید عبدالعلی حسنی اور مولانا سید ابو الحسن علی ندوی نے دارالعلوم ندوۃ العلماء کے ساتھ دارالعلوم دیوبند سے بھی استفادہ کیا اور اسی تعلق سے مجھے بھی وہاں کچھ وقت کیلئے بعد میں مظاہر علوم میں ایک ماہ گزار کر دیوبند گیا اور ۸/۹ ماہ کی مدت تعلیمی وقد گزارا، یہی زمانہ تھا کہ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کا حجۃ اللہ البالغہ کا درس مشہور تھا، اس میں حاضری کا موقع ملا، اس طرح مختلف مناسبت سے مولانا محمد سالم قاسمی صاحبؒ سے اچھا تعلق بن گیا تھا، اگرچہ وہ ہم سے عمر میں کچھ بڑے تھے، لیکن وہ مرنجانِ مرنج طبیعت رکھتے تھے اور مخلصانہ و محبانہ انداز سے پیش آتے تھے۔ بعد میں ندوۃ العلماء کی مجلس انتظامی کے رکن منتخب ہونے کے بعد وہ اس کے انتظامی جلسوں میں شرکت کا اہتمام بھی کرنے لگے تھے اور ہماری انتظامیہ کی بعض میٹنگیں ان کی صدارت میں ہوئی ں اور پھر آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کے جلسوں میں ان سے ملاقاتوں کا ایک سلسلہ رہا جس سے وہ پرانا تعلق تازہ ہوتا رہا۔ جہاں تک آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کا تعلق ہے اس کے اول و موسس صدر حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند نے ان کے حیات مستعار کے ختم ہونے پر بورڈ میں ان کے جانشین کے طور پر حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کو صدر منتخب کیا گیا۔ جب ان کی بھی حیات مستعار ختم ہوئی اور انتخابی اجلاس دارالعلوم ندوۃ العلماء میں ہوا تو عام طور پر ارکان بورڈ کی طرف سے تین نام زیر غور لائے گئے، جن میں مولانا قاضی مجاہدالاسلام قاسمیؒ صاحب جو بورڈ کے کاموں میں بہت نمایاں کردار انجام دے رہے تھے اور مولانا محمد سالم صاحب قاسمیؒ جو بورڈ کے پہلے صدر کے فرزند اور دارالعلوم دیوبند میں اتنی طویل خدمات رکھنے اور اس کے ترجمان کی حیثیت سے جانے جاتے تھے اور بورڈ کے نائب صدر ہونے کی وجہ سے اہمیت رکھتے تھے ان دونوں کے ساتھ اس ناچیز کا نام بھی تھا، اس ناچیز کو تردد یہ تھا کہ اوروں سے کم تر ہوں، اسلئے میرے نام کی ضرورت نہیں ہے، لیکن ان حضرات نے میرے نام کو بھی پیش نظر رکھا اور ہم تینوں کی ایک مجلس جلسہ گاہ سے ہٹ کر ایک حجرہ میں ہوئی اور اس میں صرف بورڈ کو ترقی دینے اور تعاون کرنے کی بات آئی اور بالآخر باہمی مشورہ سے مولانا قاضی مجاہدالاسلام صاحبؒ کا نام طے ہوا۔

اور یہ اچھا انتخاب ہوا، لیکن ڈیڑھ دو سال کی مدت ہی میں وہ بھی داغ مفارقت دے گئے اور پھر حیدرآباد میں انتخابی اجلاس ہوا جس میں راقم السطور کی معذرت کے باوجود صدارت کی ذمہ داری اس پر ڈالی گئی جس میں مولانا محمد سالم صاحبؒ کی تائید بھی شامل تھی، ان کو نائب صدر کا منصب پہلے سے حاصل تھا وہ برقرار رہا، لیکن راقم السطور ان کو صدارت کے منصب کی حیثیت سے ہی محسوس کرتا رہا اور ان کا تعلق بھی ہمیشہ تقویت کا بنا رہا جو مختلف موقعوں پر ملاقاتوں سے بھی ظاہر ہوتا تھا۔ خاص طور پر حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کی وفات کے بعد سے ان کا خیال بڑھ گیا تھا جس سے ان کے ان سے تعلق کی بات بھی ظاہر ہوتی نظر آتی تھی اور ان کی کتابیں وہ شوق سے پڑھتے اور فائدہ اُٹھاتے۔

مولانا محمد سالم قاسمی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مذکورہ صفات وخدمات کے ساتھ اپنی مقررہ عمر جو شمسی اعتبار سے ۹۲ رسال ہوئی، پوری کرکے دنیا سے رخصت ہوئے اور ادھر قریبی عرصہ میں ملت کی متعدد علمی اور تعلیمی شخصیات بھی دنیا سے رخصت ہوئی جس سے جلیل القدر شخصیتوں کے تربیت یافتہ حضرات کے اُٹھنے کا احساس بڑھا۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کا امت کو نعم البدل عطا فرمائے اور ان کا حشر اپنے مقبول اور برگزیدہ بندوں میں فرمائے۔ آمین

مولانا سید جلال الدین عمری، امیر جماعت اسلامی ہند

مولانا محمد سالم قاسمی ملت کا بڑا سرمایہ تھے، ان کی رحلت سے امت کو جو خسارہ اُٹھانا پڑا ہے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی تلافی فرمائے۔ مجھے خوشی ہے کہ مولانا مرحوم کی شخصیت پر خصوصی شمارہ پیش کیا جارہا ہے۔ مولانا کی حیات کے مختلف پہلو ہیں۔ درس وتدریس، انتظام، خطابت، علمی اسفار، ملت کے اداروں اور جماعتوں سے روابط، بیعت وارشاد۔ امید ہے کہ اس خاص شمارے میں ان تمام پہلوؤں پر تفصیل سے گفتگو ہوگی اور آئندہ مولانا کی شخصیت پر جو علمی کام ہوگا اس میں یہ شمارہ معاون ثابت ہوگا۔ دعا ہے کہ یہ خاص شمارہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو۔

حضرت مولانا محمود مدنی صاحب مدظلہ، جنرل سیکریٹری جمعیۃ علماء ہند

حضرت مولانا محمد سالم قاسمی نور اللہ مرقدہٗ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ آں محترم خاندان قاسمی کے چشم وچراغ اور حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کے علم وفضل کے امین تھے۔ آپ اپنے بڑوں کی طرح عارف باللہ، عالم بکتاب اللہ، حلیم الطبع، بردبار، خردنواز اور نیک انسان تھے، جہاں ایک طرف آپ کثیر المطالعہ، متعدد کتابوں کے مصنف، ہزاروں تشنگانِ علوم کیلئے چشمہ فیض تھے وہیں دوسری طرف خلق کثیر نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کرکے رشد وہدایت حاصل کی۔ مزید برآں آپ نے فکر شاہ ولی اللہی اور فلسفہ اسلام کی روشنی میں جس طرح دین حق کی ترجمانی کی، اس سے پیغام ربانی کی حقانیت وابدیت آشکارا ہوئی اور اس نے حضرات علماء دیوبند کی جلالت شان کو دوبالا کردیا۔ عصر حاضر میں آپ کی یہ ایک صفت نایاب تھی کہ عقائد کی مشکل سے مشکل تعبیر کو آسان مثالوں اور سادہ اسلوب میں عام آدمی کو سمجھا دینے کا کمال رکھتے تھے۔ مجھے یہ جان کر خوشی ہوئی کہ حضرت والا کی حیات وخدمات پر ایک خصوصی شمارہ شائع کیا جارہا ہے۔ خاکسار اپنی طرف سے اس کی اشاعت پر نیک خواہشات کا اظہار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبولیت سے نوازے اور ہم سب کو اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی، امیر مرکزی جمعیۃ اہلحدیث

مولانا سالم قاسمی صاحبؒ، مولانا محمد طیبؒ کے صاحبزادے ہیں، ان کی علمی وملّی کاموں کے امین وجانشین اور بزرگوں کی یادگار تھے۔ انہوں نے دار العلوم وقف اور آل انڈیا مسلم مجلس مشاورت وغیرہ کے پلیٹ فارم سے ایک لمبی مدت تک علمی وملّی خدمات انجام دیں، وہ اپنے بلند اخلاق واعلیٰ ظرفی کی وجہ سے مقبولِ خاص وعام تھے۔

یہ خلا آسانی سے پُر نہ ہو سکے گا

ایک عظیم شخصیت۔خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم قاسمیؒ

حضرت مولانا مفتی فضیل الرحمٰن ہلال عثمانی مدظلہ
سابق مفتی اعظم مالیر کوٹلہ پنجاب و رکن مجلس مشاورت دار العلوم وقف دیو بند

میری نانی مرحومہ (زینب معصوم) حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرمایا کرتی تھیں کہ:

''یہ بھائی طیب صاحب جو اَب بڑے سے نظر آتے ہیں، چھوٹے سے بھی ایسے ہی تھے، ماموں حبیب کی اُنگلی پکڑے ہوئے آیا کرتے تھے۔یعنی وضع قطع، چال ڈھال، بات چیت میں بچپن ہی سے یہی انداز تھے......بس اب چھوٹے سے بڑے ہوگئے ہیں''۔

اصل میں میرے دادا کے حقیقی بھائی حضرت مولانا حبیب الرحمٰن نے جو کہ میری نانی کے حقیقی ماموں تھے، حضرت حکیم الاسلام کی تعلیم وتربیت بڑے خاص انداز میں کی تھی۔ان میں شروع سے شائستگی اور سلیقہ مندی تھی۔خود حضرت حکیم الاسلامؒ بتایا کرتے تھے کہ تایا جی یعنی مولانا حبیب الرحمن مجھے ایک ایک بات علم، تجربے اور انتظام کے متعلق وقتاً فوقتاً اس طرح بتایا کرتے تھے جیسے بچوں کو سبق پڑھاتے ہیں؛ نتیجہ یہ ہوا کہ مختلف بزرگانِ دین کی خصوصی توجہات سے حضرت حکیم الاسلام کی شخصیت نکھرتی چلی گئی اور انہوں نے نہ صرف ہندو پاک میں بلکہ عالم اسلام میں دار العلوم دیو بند کا نام روشن کردیا......وہ اکابر دیو بند کے حقیقی ترجمان اور ان کے فکر وعمل کی چلتی پھرتی تصویر تھے۔

حضرت حکیم الاسلامؒ نے اپنے بڑے صاحبزادے خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم قاسمی نور اللہ مرقدہٗ کی تعلیم وتربیت پر خصوصی توجہ دی اور ان کو اپنی جانشینی کیلئے ہر طرح سے تیار کردیا ......خطیب الاسلامؒ میں اپنے والد کی جھلک صاف نظر آتی تھی۔وہ زندگی بھر دین کی خدمت میں لگے رہے۔

دار العلوم دیو بند میں مدرس رہے اور ہر کتاب کو بڑی محنت سے پڑھایا۔وقت کے بڑے پابند تھے۔کچھ اخلاقی اوصاف ان میں ایسے تھے جو کم ہی لوگوں میں پائے جاتے ہیں۔میں نے کبھی ان کی زبان سے جھوٹ بات نہیں سنی، کبھی کسی کی غیبت نہیں کرتے تھے۔وعدے کے بڑے پابند تھے۔اپنے والد کی طرح تقریر وتحریر میں مہارت حاصل کی اور بجا طور پر خطیب الاسلام لقب پایا۔

میرا اُن سے تعلق کئی طرح سے رہا، چھوٹی عمر سے میں اُن کے گھر جایا کرتا تھا؛ کیونکہ ان کے چھوٹے بھائی مولانا محمد اسلم قاسمی تقریباً میرے ہم عمر تھے۔کم عمری سے حضرت حکیم الاسلامؒ سے عقیدت مندانہ تعلق رہا اور میں ان کی مجلسوں میں شریک ہوتا تھا۔حضرت حکیم الاسلام کا معمول تھا کہ وہ اکثر وبیشتر میری نانی مرحومہ سے ملنے کیلئے ہمارے گھر تشریف لایا کرتے تھے۔ نانی ان سے بڑی تھیں، ان کو آپا کہا کرتے تھے اور نانی کے ساتھ کافی دیر تک پرانی یادیں تازہ کرتے تھے۔

خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم قاسمیؒ سے میرا دوسرا تعلق استاذ اور شاگردی کا رہا، میں نے اُن سے دار العلوم دیو بند میں شرح وقایہ پڑھی تھی، جس کا ذکر میں نے اپنی کتاب ''میرے قابل احترام اساتذۂ کرام'' میں کیا ہے۔

دوسرا تعلق مولانا سے رشتے داری کا قائم ہوگیا کہ ان کے بیٹے محمد عدنان قاسمی سے میری بیٹی کی شادی ہوگئی۔دونوں ماشاءاللہ خوش وخرم آباد ہیں۔رشتے داری کی وجہ سے بے تکلف گھر آنا جانا ہوگیا اور یہ بات سامنے آئی کہ مولانا ہر موقعے پر رشتہ داری اور تعلق

کی پاسداری کا پورا پورا لحاظ رکھتے ہیں۔ موقع خوشی کا ہو یا غم کا، کبھی ایسا نہیں ہوا کہ وہ تشریف نہ لائے ہوں، مجھے ان کے ساتھ ایک مہینہ حج کیلئے ایک ساتھ ایک کمرہ میں رہنے کا اتفاق ہوا اور میں نے بات محسوس کی کہ وہ بہت اچھے ساتھی ہیں۔ ہنسنا بولنا اور اس بات کا خیال رکھنا کہ میرے رفیق کو تکلیف میری وجہ سے نہ ہو، یہ سب باتیں کھل کر سامنے آئیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کی محبت سے بڑا فائدہ ہوتا تھا اور آخر یہ بھی ہوا کہ انہوں نے از راہ عنایت مجھے تحریری طور پر ''خلافت بیعت'' عطا فرمائی۔ میری خواہش تھی کہ دارالعلوم سے میری کوئی نسبت قائم رہے، انہوں نے صدر مہتمم کے طور پر حکم جاری کر کے مجھے مجلس مشاورت دارالعلوم کا ممبر بنایا اور صدر مفتی دارالافتاء مقرر کیا۔ میرے ساتھ ہمیشہ ان کی عنایتیں بے پناہ رہیں۔ وہ ہندوستان کے سرکردہ علماء میں سے تھے۔ آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کے نائب صدر تھے۔ علم وفضل اور بصیرت کے اعتبار سے ان جیسے لوگ بہت کم ملیں گے۔ ان کے جانے سے عالم اسلام ایک عظیم شخصیت سے محروم ہو گیا ہے۔ یہ خلا جو اُن کے جانے سے پیدا ہوا ہے آسانی سے پُر نہ ہو سکے گا۔ اللہ تعالی اُن پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے اور ان کے درجات بلند ہوں اور ہمیں اللہ تعالی ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

تعزیتی نشست سے خطاب کرتے ہوئے......

علیگڑھ مسلم یونیورسٹی سے تشریف لائے جناب ڈاکٹر عبید اقبال عاصم صاحب نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آج علمی دنیا اپنے ایک عظیم باپ سے محروم ہوگئی اور پوری برادر قاسمی افسردہ اور نوحہ کناں ہے، یقیناً حضرتؒ کی وفات ایک ملّی خسارہ ہے، دارالعلوم وقف دیوبند کے استاذ حدیث مولانا مفتی محمد عارف قاسمی ن خطاب کرتے ہوئے کہا کہ حق تعالی نے حضرتؒ کو عظیم علمی و خاندانی نسبتوں اور وجاہتوں کے ساتھ گونا گوں خصوصیات و امتیازات سے بھی نوازا تھا، آپ جہاں جاتے وہاں نمایاں وممتاز نظر آتے، ہر مجلس میں آپ میر مجلس ہوتے

حضرتؒ کا شہر وانمباڑی کا ایک تاریخی سفر

عبدالرقیب، جنرل سیکریٹری انڈین سینٹر فار اسلامک فائنانس، نئی دہلی

شہر وانمباڑی جنوبی ہند میں ملت اسلامیہ کا ایک معروف، تہذیبی اور تجارتی مرکز ہے۔ حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمیؒ کا ایک یادگار اور تاریخی سفر 11/نومبر 2004 کو ہوا۔ برادر مکرم ایس امین الحسن صاحب نے شہر کی مسجد الہدیٰ میں پورے دس سال ماہ رمضان مبارک میں مختلف تفاسیر قرآن کا حاصل مطالعہ پیش کر کے اس کے اختتامی جلسہ میں حضرت والاؒ کو مدعو کیا تھا، ایک جم غفیر کو خطاب کرتے ہوئے حضرت مولاناؒ نے بصیرت افروز تقریر فرمائی جس میں دو باتیں بڑی اہم تھیں۔

مسلم ارتقاء کے بارے میں آپ نے فرمایا کہ حضرت آدمؑ کو اشیاء کا علم، حضرت نوحؑ کو ان اشیاء کی خصوصیات کا علم، حضرت ابراہیمؑ کو کائنات کے نظم و انصرام کا علم، حضرت موسیٰؑ کو معجزات اور مکالمہ ومباحثہ کا علم، حضرت داؤدؑ کو اشیاء اور اس کے استعمال کا علم، حضرت سلیمانؑ کو دوسری مخلوقات کی زبانوں کا علم عطا فرمایا اور آخر میں قرآن حکیم جیسی علم الکتاب سرور کائنات اور محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کی جس میں سارے علوم کو جمع کر دیا گیا اور اس کو ساری انسانیت کی ہدایت کا ذریعہ بنایا جس پر عمل کرنے پر دنیا اور آخرت کی کامیابی کی ضمانت دی گئی۔

دوسری اہم بات حضرت مولانا خطیب الاسلامؒ نے فرمائی وہ یہ تھی کہ مذہب اور مسلک لڑنے جھگڑنے کا ذریعہ بنے اور یہ بحث ومناظرہ کا بلکہ ایک عام مسلمان کو دین کے پہلوؤں میں سمجھنے میں آسانی پیدا کر کے عملی زندگی میں راہ دکھانے کا ذریعہ بنے نہ کہ اس کی بنیاد پر آپس میں تفرقہ مہیا کرنے کا موقع دیا جائے۔

واقعہ یہ ہے کہ علم اور خاص طور پر علوم قرآنی کی طرف رجوع پر مولانا مرحوم کی ہدایت اور کلمہ شہادت کی بنیاد پر امت میں اتحاد واتفاق پیدا کرنے، مذہب ومسلک کو دین کی سمجھ اور عمل میں آسانی پیدا کرنے کی تلقین آج بھی پوری امّت مسلمہ کیلئے راہ عمل کی حیثیت رکھتی ہے۔ حضرت والا کا یہ سفر میرے لئے ذاتی طور پر یادگار اس لئے بھی ہے کہ آپ نے شہر وانمباڑی کے سفر کے دوران میرے مکان بمقام چنئی چند گھنٹے مولانا محمد رفیق قاسمی سیکریٹری جماعت اسلامی ہند اور اپنے خاندان کے چند عزیزوں کے ساتھ گزارے۔ رب جلیل وقدیر سے دعا ہے کہ حضرت والاؒ کی خدمات جلیلہ کو شرف قبول عطا فرمائے اور ان کے اہل خاندان اور تلامذہ کو ان کے مقصد و مشن کو جاری رکھنے کا ذریعہ بنائے۔

میرے بھائی صاحب!

حضرت مولانا محمد سالم قاسمی نوّر اللہ مرقدہٗ

محترمہ عظمیٰ ناہید صاحبہ

(مضمون نگار مولانا سالم قاسمیؒ کی صاحبزادی ہیں)

کسی شخصیت کو جاننے کیلئے اس کا اصل پیمانہ اس کی گھریلو زندگی ہوتی ہے۔ والد صاحبؒ اگرچہ دنیا کیلئے خطیب الاسلام، محدث دارالعلوم وقف دیوبند کے مہتمم تھے لیکن مجھے ان کی شخصیت میں دیگر بہت سے پہلو ایسے نظر آتے ہیں جن کی نظیر نہیں ملتی۔ خود چونکہ گزشتہ تیس سال سے سماجی اور فلاحی کاموں میں منہمک ہوں اسلئے میری زندگی میں ان کی شخصیت کا نہ صرف انفرادی پہلو سامنے آیا جس میں وہ ایک بیٹی کے باپ ہیں بلکہ اجتماعی زندگی کا پہلو بھی کھل کر سامنے آیا جس سے میرے دل میں ان کی عظمت بڑھ گئی۔

اگلے وقتوں میں شادیاں جلد ہوجاتی تھیں اور کم عمری میں ہی باپ بن جاتے تھے اس لئے ایسے والدین کو اپنے بزرگوں کے سامنے خود کو باپ کہلوانے میں شرم محسوس ہوتی تھی۔۔ اسی لئے شمالی ہند میں ماں باپ کو بچے آپی، بھائی جان، صائی صاحب وغیرہ کے لقب سے پکارتے تھے۔ ہم بھی اپنے والد کو بھائی صاحب کہتے تھے کیونکہ ہمارے لئے ''ابا جی'' ہمارے دادا حضرت قاری مولانا محمد طیب صاحبؒ تھے والد صاحب اپنے والدین کی پہلی نرینہ اولاد تھے۔ اس لئے گھر میں ان کی شخصیت ہمیشہ ایک اہمیت کی حامل رہی اور یہ بات ان کے انداز اور مزاج میں خوب جھلکتی تھی۔ وہ خود اپنے لئے ''ہم'' کا صیغہ استعمال کرتے تھے جس کا استعمال خاندان میں اور کوئی نہیں کرتا تھا۔ ان کی چال میں بھی ایک شاہانہ انداز تھا۔ وہ دولت کو ضروری سمجھتے تھے لیکن اسے مقصد حیات بنانے کو منع کرتے تھے۔ ان کے مزاج میں بے حد نفاست تھی، انہوں نے زندگی کے کچھ اصول مرتب کر رکھے تھے کن پر وہ خود بھی ہمیشہ کاربند رہے اور دوسروں کو بھی قائل کرتے رہتے تھے۔ انہیں ہر شخص سے کئے ہوئے وعدے یاد رہتے تھے اور ان کی زندگی میں وقت کی پابندی کی بڑی اہمیت تھی۔ اگر کسی سے کسی خاص وقت میں ملنے کا وعدہ کیا ہے یا کہیں جانا ہے تو اس میں ذرا سی دیر بھی انہیں انتہائی ناگوار ہوتی تھی بلکہ وہ کسی کام کو وقت سے پہلے کرنے کے عادی تھے تاکہ دیر نہ ہوجائے یا کسی کو انتظار نہ کرنا پڑے۔

یہی اہتمام ان کی نمازوں میں بھی ملتا تھا خاندان میں مشہور تھا کہ اگر گھڑی بند ہوگئی ہو اور کسی کو وقت ملا نا ہو تو ان کی نمازوں کے اوقات سے گھڑی ملائی جاسکتی ہے۔ وہ ہر کام کو خوش اسلوبی سے کرلینے کے عادی تھے۔ کسی کام کی مشکل نے کبھی انہیں ہراساں نہیں کیا بلکہ وہ مسلسل کوشش کرکے اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے عادی تھے۔ ہماری پھوپی امی یعنی ان کی بہن (ہاجرہ نازلی مرحومہ) حالانکہ عمر میں ان کے کافی بڑی تھیں اور ہمیشہ انہیں سالم کہہ کر بلاتی تھیں لیکن جب ان کی بطور عالم شہرت ہوگئی تو انہیں ''بھائی'' کہہ کر بلانے لگیں۔ اگر کوئی اعتراض کرتا تھا تو کہتی تھیں کہ بھائی تو چھوٹا ہے لیکن اس کے علم کی عزت ہے۔ والد صاحب اللہ کے شکر گزار بندے تھے حالانکہ کھانوں کے اور خاص طور پر گوشت کے شوقین تھے لیکن بقول ہماری پھوپی امی بھائی کسی کھانے میں عیب نہیں نکالتے تھے بلکہ ان کے سامنے کچھ بھی رکھ دو وہ انتہائی رغبت کے ساتھ اسے کھالیتے تھے۔ انہوں نے کبھی کسی کی غیبت نہیں کی اور نہ کسی کے خلاف بات کرتے تھے۔ دارالعلوم دیوبند پر قبضہ ہونے کے بعد قابض گروپ کے متعلق اکثر لوگ انکے سامنے ذکر نکالتے تھے لیکن انہوں نے کبھی کسی کے خلاف ایک لفظ بھی زبان سے نہیں نکالا بلکہ ایک عرصے بعد یہ کہا کہ اختلافات ہوگئے

تھے لیکن ہمیں ان اختلافات کو اگلی نسل میں منتقل نہیں کرنا چاہیئے۔ اسلئے قابض گروپ سے مصالحت کر لی اور اپنا حق چھوڑ دیا۔

والد صاحبؒ کی ازدواجی زندگی انتہائی کامیاب تھی کیونکہ ہماری والدہ ان کی ہم مزاج بھی تھیں اور دونوں مزاجوں میں غیر معمولی ہم آہنگی بھی تھی۔ وہ دونوں ایک دوسرے کیلئے انتہائی موزوں اور ایک مثالی جوڑا تھے جس کی مثال بھی خاندان میں دی جاتی تھی۔

والد صاحبؒ کے اکثر اسفار رہتے تھے جس کی تیاری وہ خود بھی کیا کرتے تھے لیکن اس تیاری میں ان کا ہاتھ بٹانا امی کے نزدیک اہم ترین ذمہ داری تھی اور سفر سے پہلے سارا سامان والد صاحب کو تیار ملتا تھا۔ والد صاحب حلیم الطبع تھے، وہ اسفار اور وعظ ونصیحت کو اپنی ذمہ داری سمجھتے تھے اس لئے کبھی انہوں نے اپنے اسفار کا انتخاب نہیں کیا بلکہ وہ چھوٹے سے چھوٹے گاؤں والوں کی دعوت پر یا دیہاتوں کے دشوار گزار راستوں کو طے کر کے وہاں پہنچ جاتے تھے لیکن اگر ریل کا سفر ہے تو ان کا ناشتے دان قابل ذکر ہوتا جس میں عموماً بھنا ہوا قیمہ، بھنی ہوئی ارہر کی دال اور تلی ہوئی مرچیں ان کی مرغوب غذا ہوتی تھیں۔

وہ ایک جید عالم تھے اور ان کا اپنا ایک مقام تھا لیکن نئی نسل کی چھوٹی موٹی خواہشات کا احترام کرتے تھے اور ان کی ہمت افزائی بھی فرماتے تھے۔ پچیس سال قبل جب میں نے ایک مشروط نکاح نامہ تیار کر کے اس پر مباحثے کیلئے ملک کے علماء کرام کو ممبئی مدعو کیا تو والد صاحب بھی تشریف لائے۔ پرگرام کے فوراً بعد انہوں نے ہنس کر کہا کہ ہمارے پاس بعض لوگوں کے فون آئے کہ آپ اس پروگرام میں نہ جائیں لیکن ہم نے کہا کہ جب ہماری بیٹیاں اور بہنیں کسی شرعی مقصد کیلئے ہمیں آواز دیں تو ہمیں جانا چاہیئے۔ وہ روایات کے پابند تھے لیکن صرف ان روایات کے جو اسلامی تعلیمات کے مطابق ہوں۔ ان کے مزاج میں سختی تھی لیکن اس کا اظہار اسی وقت ہوتا تھا جب کوئی ملی مسئلہ درپیش ہو ورنہ وہ اپنی سخت مزاجی کے باوجود نہ تو کسی کا دل دکھاتے تھے اور نہ بیجا سختی کر کے دوسروں کو زحمت میں ڈالتے تھے۔ وہ اپنے والد حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ کی طرح ایک مثبت فکر رکھتے تھے اور منفی خیالات سے پرہیز کرتے تھے۔ اسی لئے انکی تقاریر اور گفتگو میں اللہ تبارک وتعالی کے غیض وغضب سے ڈرانے کے بجائے اللہ کی رحمت، عفو ودرگزر کا ذکر ہوتا تھا کہ انسان فطری طور پر انعام کو زیادہ پسند کرتا ہے اور پھر اس راستے کی تکالیف کو برداشت کرنا اس کیلئے آسان ہو جاتا ہے۔

ایک بات میں نے پوچھا کہ مسلمانوں کے معاشرے پر کس طرح کام کرنے کی ضرورت ہے تو صرف ایک جملے میں جواب دیا اور فرمایا:

> ''فرد کی اصلاح کرنی چاہئے، معاشرہ خود صحیح ہو جائے گا۔ آج کل ہم اجتماعی اصلاح کی کوشش میں لگے ہیں جبکہ فرد کی اصلاح اسلامی معاشرے کی روایات میں سے ہے''۔

۱۹۹۹ء میں جب ہم نے اقراء ایجوکیشن فاؤنڈیشن کی بنیاد رکھی جس کے ذریعہ انگریزی میں ایک مکمل اسلامی نصاب اسکولوں کیلئے پیش کیا تو والد صاحب نے اس کے بورڈ میں اپنی شمولیت پر راضی ہو گئے۔ اقراء وہ نصاب ہے جسے ڈاکٹر عابد اللہ غازی اور ڈاکٹر تسنیمہ غازی کی سرکردگی میں دو سو سے زائد ماہرین تعلیم نے بچوں کی نفسیات، محدود ذخیرۂ الفاظ اور پسند کے مطابق تیار کیا ہے چونکہ یہ ایک دینی تعلیمی نصاب ہے اس لئے مسلکی اختلافات کا ہمیں سامنا کرنا پڑا۔ جکب والد صاحب سے لوگ اس سلسلے میں بات کرتے تھے تو وہ یہی کہتے تھے کہ یہ وقت کی اہم ضرورت ہے، ہماری نظر مقاصد پر ہونی چاہئے اور جزوی اختلافات کو نظرانداز کرنا چاہئے۔ انہوں نے فرمایا کہ:

> ''یہ نصاب ماہرین تعلیم نے بچوں کی نفسیات جان کر تیار کیا ہے جس میں تعلیم کے ساتھ دلائل بھی ہیں جس پر ہم لوگوں نے کام نہیں کیا''۔

اس پر سیرت کا ایک واقعہ بتایا کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ جب چھوٹی تھیں تو ایک گھوڑے کی شکل کی گڑیا سے کھیل رہی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ یہ کیا ہے تو حضرت عائشہؓ نے

جواب دیا کہ گھوڑا ہے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے تو پَر بھی ہیں۔ حضرت عائشہؓ ذہین تھیں فوراً فرمایا: کیا آپ کے براق کے پَر نہیں تھے؟ معلوم ہوا کہ بچے صرف تعلیم ہی نہیں حاصل کرتے بلکہ اپنی معلومات کیلئے دلائل بھی ڈھونڈ لاتے ہیں اور خود کو مطمئن بھی کرتے ہیں۔

میں نے ہمیشہ یہ محسوس کیا کہ ہمارے معاشرے میں عورتوں پر کچھ بیجا پابندیاں احتیاط کے نام پر لگائی جاتی ہیں جس کا اسلامی تاریخ میں کہیں ذکر نہیں ملتا۔ عورتوں کیلئے علم کا حصول ایک زمانے تک شجرِ ممنوعہ رہا اور اب بھی اس کا حصول خاصہ مشکل ہے۔ عموماً کلام اللہ کی آیت وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ (احزاب: ۳۳) کا حوالہ دے کر یہ سمجھانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ عورت کا گھر میں بیٹھنا افضل ہے۔ لیکن جب والد صاحبؒ سے اس آیت سے متعلق گفتگو ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ خواتین زمانۂ جاہلیہ میں بلا وجہ بازاوں میں گھوما پھرا کرتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر پابندی عائد کی علم یا ہنر حاصل کرنے کیلئے پابندی نہیں بلکہ اسے فوقیت حاصل ہے۔ انتہا یہ ہے کہ بعض رسوم کو بھی اسلامی سمجھ کر عورتوں کو پابند کیا گیا۔ پچیس سال قبل جب میں نے مسلمان عورتوں کی معاشرے میں ناقدری کے خلاف اور اسکے اسلامی حقوق کی بازیافت کیلئے جدوجہد شروع کی تو ایک بار والدہ سے اس پر خوشی کا اظہار فرمایا۔ لیکن میں سمجھتی ہوں کہ جو کام بھی میں نے کئے یا کر رہی ہوں وہ انہی کی ذہنی تربیت کا نتیجہ ہے۔

ہمارے گھر میں ہمیشہ اعتدال کی فضا رہی اور عورتوں کا بے حد احترام بھی تھا۔ اکثر عورتوں کی حالت زار پر والدہ مرحومہ ذکر اُٹھاتیں تو وہ ایک لمبی تقریر کر دیتے تھے جس میں عورتوں کے ان حقوق کا تذکرہ ہوتا تھا جو اسلام نے اسے دیئے ہیں اور جن پر خیر القرون میں عمل ہوتا تھا، بعد میں غیر مسلموں سے اختلاط کے نتیجے میں اور ان کے رسم و رواج کو غیر شعوری طور پر اپنانے کے سبب معاشرے میں بگاڑ پیدا ہوا۔

۲۰۰۸ء میں جب میں نے خواتین کیلئے ایک ادارے ''آئیوا'' کے قیام کا اعلان کیا اور اس کا افتتاحی جلسہ بمبئی میں کیا تو انہوں نے اس پروگرام کی صدارت بڑی خوش دلی سے قبول کر لی۔ اس کانفرنس میں خواتین کے تعلیمی، معاشی اور سماجی مسائل پر تقاریر ہوئی تھیں جس میں غیر ممالک سے بھی مندوبین شریک ہوئے تھے۔ والد صاحب مدارس میں حکومت کی کسی بھی دخل اندازی کے مخالف تھے، ساتھ ہی وہ عصری تعلیم کو بھی ضروری خیال کرتے تھے۔ وہ ایک متوازن شخصیت کے حامل تھے، اعتدال پسند تھے اور مذہبی معاملات میں کسی سختی یا انتہا پسندی کو پسند نہیں فرماتے تھے۔

تعزیتی نشست میں خطاب کرتے ہوئے......

دارالعلوم وقف دیوبند کے شیخ الحدیث و صدر المدرسین حضرت مولانا سید احمد خضر شاہ مسعودی نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرتؒ کی پوری زندگی جہدِ مسلسل سے عبارت ہے، حق تعالیٰ نے حالات و مصائب کے مقابلے کا جو حوصلہ انہیں عطاء فرمایا تھا اس کے آگے کوہ ہمالیہ کا قد بھی چھوٹا نظر آتا ہے؛ کتنا بھی سخت سے سخت مرحلہ ہو حضرتؒ صبر و تحمل کے پیکر نظر آتے، ان کی زبان، ان کی نگاہ، ان کا قلم ان کی زبان محتاط ہوتی، ان کی زبان سے کبھی غیر معیاری لفظ نہیں سنا یا۔ طیب ٹرسٹ کے چیئرمن اور حضرتؒ کے چھوٹے صاحبزادے جناب حافظ عاصم قاسمی صاحب نے کہا کہ حضرت نانوتویؒ کے قائم کردہ علمی مراجز کی ایک کڑی دارالعلوم وقف دیوبند ہے جو حضرتؒ کی ایک عظیم یادگار اور ایک ایسا شجرِ طوبیٰ ہے جس سے لوگ تاقیامت مستفید ہوتے رہیں گے؛ انہوں نے کہا کہ خانوادۂ قاسمی سے ہمارا نسبی اور آپ کا روحانی رشتہ ہے لہٰذا اس رشتہ کی مناسبت سے ہم اور آپ سب تعزیت کے مستحق ہیں۔

آہ! خطیبِ عصر چل بسے

رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ رَحْمَۃً وَّاسِعَۃً

حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی سید احمد اللہ بختیاری صاحب قاسمی دامت برکاتہم

آئی جواُن کی یاد آتی چلی گئی ...... ہر نقش ماسوا کو مِٹاتی چلی گئی

انسان دنیا میں آتا جانے ہی کیلئے ہے، اس دارفانی میں نہ کوئی ہمیشہ رہا ہے اور نہ ہی کوئی ہمیشہ رہے گا، چونکہ دنیا ''دار العمل'' ہے، جیسے ہی عمل ختم ہوا آخری سفر کا آغاز ہوجاتا ہے، دنیا سے رخصت ہونے کا وقت جیسے ہی آپہنچتا ہے تو پھر ایک ساعت کی بھی تقدیم ممکن ہے اور نہ ہی تاخیر ممکن ہے۔

دنیا میں بادشاہ آئے اپنا ناز ور بتا کر چلتے بنے، انبیاء تشریف لائے، وقت مقررہ پر یہاں سے کوچ کر گئے، اولیاء اللہ آئے اور ان کی خانقاہیں قائم رہیں، وقت موعود پر ختم ہوگئیں، نہ تو بادشاہوں کے درباروں کیلئے دوام تھا اور نہ ہی جلیل القدر پیغمبروں کی اصلاحی مجلسوں کیلئے ہیشگی رہی، اور نہ ہی ان کی چلت پھرت باقی رہی، اور نہ خانقاہی نظام کیلئے بقاء تھی، تمام کے تمام ماضی کا حصہ بن چکے ہیں؟ بس! ایک ذات اللہ کی باقی ہے، ہمیشہ باقی رہے گی۔

تمام انسانوں کیلئے ارشاد باری ہے:

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ط (آل عمران:۱۸۵)

ترجمہ: ہر جاندار کیلئے موت کا مزہ چکھنا ہے (کہ وہ کیسی ہوتی ہے؟)

انبیاء علیہم السلام کے بارے میں ارشاد ربانی ہے:

وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ۝۸ (سورۃ الانبیاء)

ترجمہ: اور ہم نے نبیوں کو ایسا جسم نہیں دیا کہ وہ کھانے سے بے نیاز رہیں اور نہ وہ دنیا میں ہمیشہ رہنے والے تھے۔ (آئے اور اپنا مشن پورا کر کے چلتے بنے)۔

کروڑھا کروڑ انسان آئے اور چلے گئے، آنے اور جانے کا سلسلہ جاری ہے اور تا قیامت جاری رہے گا!

انہیں آنے اور جانے والوں میں سے ہمارے ہر دلعزیز، بے لوث خادم دین، حضرت مولانا شاہ محمد سالم صاحب قاسمی علیہ الرحمۃ والرضوان بھی ایک تھے، انہیں دنیا خطیب عصر کہتی ہے۔ ان جانے والوں میں بساط ہستی سے رخصت ہوجانے والوں میں بعض افراد ایسے ایسے کارنامہ چھوڑ کے جاتے ہیں، ایسی ایسی خدمت چھوڑ کر چلے جاتے ہیں جو رہتی دنیا تک یادگار ہوجاتی ہیں، جن کو دیکھ کر دنیا ان کو یاد کرتی رہتی ہے، جواُن کے حق میں صدقاتِ جاریہ ہوتی ہیں!

جن کی یادیں اور کارنامہ چوطرف پھیلے ہوتے ہیں۔ بعض جانے والے اپنی ملّی، قومی اور تعلیمی تنوع خدمات کی وجہ سے تاریخ کا جز بن چکے ہوتے ہیں کہ ان کے تذکرہ کے بغیر تاریخ ناقص رہ جاتی ہے۔ انہیں میں سے ہمارے خطیب العصر علیہ الرحمہ کی بھی ایک شخصیت تھی۔ اسباب وعلل کچھ بھی...... ہوں، کچھ ہی کیوں نہ ہوں، بڑوں کی طرح پڑ پوتے نے بھی ایک دارالعلوم قائم کر دیا اور اپنے حق میں صدقہ جاریہ بنا کر چلے گئے۔

ایسے اعلیٰ پیمانے پر قیام دارالعلوم اور اس کثرت سے طلبہ کی آمد اور رات و دن قال اللہ وقال الرسول کی صدائیں گونجنا، یقیناً ایک بہت بڑی بات ہے۔ اور ایک ایسا عظیم کارنامہ ہے جس سے حجۃ الاسلام نانوتویؒ کی روح کو تسکین کا سامان ہوچکا ہے اور بمشیۃ

اللہ خطیب عصر کی روح مبارکہ بھی اپنے آباء واجداد کی ارواح مبارکہ کے ساتھ اعلیٰ علیین میں ہوگی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ (الطور:۲۱)

''ہم نے اُن کی اولاد کو بھی انہیں کے ساتھ ملا دیا'' (وہ سب ایک ہی جگہ رہیں)۔

اور ارشاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی یوں ہے:

الارواح جنود مجندہ (مسلم شریف)

''تمام ارواح (صالحین) ایک تیار شدہ لشکر ہیں (ایک ہی جگہ رہیں گی)''

اس آیت اور حدیث مذکور کی وجہ سے روح خطیب العصر بھی اپنے آباء واجداد کی ارواح مقدسہ کے ساتھ اعلیٰ علیین میں ہے؛ ان شاء اللہ۔

بندہ نے دار العلوم دیو بند میں سن ۱۹۶۵ تا ۱۹۷۴ء کا زمانہ گزارا ہے، اس دوران علامہ شاہ محمد سالم صاحبؒ سے کئی کتابیں پڑھیں۔ درج ذیل کتابوں میں شرف تلمذ رہا:

تفسیر جلالین شریف نصف ثانی، مشکاۃ شریف نصف اول) شرح عقائد (مکمل)، شرح عقائد نسفی کے پہلے ہی دن سبق میں حضرت علامہؒ نے فرمایا تھا کہ شرح عقائد میں یہ بیسواں سال چل رہا ہے۔ عجیب حسن اتفاق تھا کہ بندہ نے بھی دار العلوم حیدر آباد میں بیس سال یہی کتاب پڑھائی تھی (ان شاء اللہ جنّت میں بندہ حضرت والاؒ کا خصوصی خادم رہے گا)۔ حضرت علامہؒ کا درس مشکوٰۃ شریف اس لحاظ سے مشہور تھا کہ ۳۳ میں حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ سابق مہتمم دار العلوم دیو بند سے والد صاحب مولانا صبغۃ اللہ بختیاری صاحب مشکوٰۃ شریف پڑھ چکے تھے۔ حضرت قاری صاحبؒ نے مختلف شروح مشکوٰۃ سے اپنے درس کی تیاری کرتے تھے، چنانچہ ایک خالص علمی بیاض تیار کی تھی، حضرت علامہ شاہ محمد سالم صاحبؒ اسی بیاض کے ذریعہ درس مشکوٰۃ کی تیاری کیا کرتے تھے، چونکہ مشکوٰۃ شریف دورۂ حدیث سے پہلے پڑھائی جاتی ہے تاکہ دورۂ حدیث میں تفصیلی طور پر حدیث پڑھ سکیں لہٰذا جن مشہور مباحث میں دورۂ حدیث میں تفصیلات بتلائی جاتی ہیں ان کا خلاصہ اور تلخیص کی شکل میں حضرت علامہؒ کے پاس درس مشکوٰۃ میں طلبہ کو معلومات مل جاتی تھیں، دورۂ حدیث میں بتلائی جانے والی تفصیلات اور درس مشکوٰۃ والی تفصیلات میں گویا اجمال اور تفصیل کا تعلق ہوتا تھا۔ مشکوٰۃ میں اجمالی طور پر علمی بحثوں سے آشنائی ہو جاتی تھی۔ ۱۹۷۲ء دورۂ حدیث کا سال تھا، دورہ کی کتاب موطا امام محمد حضرت علامہؒ کے پاس آئی تھی جب کہ کئی سال مشکوٰۃ پڑھا چکے تھے، جبکہ فقہ حنفی میں طحاوی شریف کے بعد موطا امام محمدؒ ہی ایک ایسی کتاب ہے جس میں اساسی پہلو حنفیہ کے نقطۂ نظر سے حدیثیں جمع کی گئی ہیں۔ یہ کتاب حدیث کی ان کتابوں میں شمار کی جاتی ہے جو دراصل فقہ حنفی کی تائید میں آئی ہیں۔ یہ عجیب حسن اتفاق ہے کہ یہ کتاب بندہ کے پاس دار العلوم حیدر آباد کے دورۂ حدیث شریف میں کئی سال زیر درس رہی۔

میری ہی طرح حضرت علامہؒ شاہ محمد سالم صاحب کے ہزاروں شاگرد ہندوستان کے طول وعرض میں دینی مدرسوں میں درس نظامی کی کتابیں پڑھا چکے ہیں اور پڑھا رہے ہیں۔ یہ تمام حضرت علامہؒ کے لئے صدقہ جاریہ ہے اور وہ اعلیٰ علیین میں ہوں گے، نم کنومة الفردوس کہا گیا ہوگا۔ اور روح سالمؒ مشاہدہ حق میں مستغرق جنت کی ہواؤں اور خوشبوؤں میں مست ہوگی!

ے آتی ہی رہے گی تیرے انفاس کی خوشبو
گلشن تیری یادوں کا مہکتا ہی رہے گا

حضرت علامہؒ ہمارے لئے اسوہ اور نمونۂ عمل تھے

بلاشبہ حضرت علامہ شاہ محمد سالم قاسمیؒ المعروف بہ خطیب العصر کی بابرکت زندگی جو کہ اسلاف کا نمونہ تھی جس میں ہمارے لئے بے شمار سبق آموز باتیں، نصیحتیں حاصل کرنے کے واقعات، اصلاحی پہلو وغیرہ وغیرہ بہ کثرت پائے جاتے تھے۔

ہر کام وقت پر کیا کرتے تھے

حضرت علّامہؒ کی سب سے بڑی خصوصیت تنظیم اوقات تھی، ہر کام مقررہ وقت پر کرنے کے قائل اور عامل تھے۔ اگر کسی سے کہہ دیا کہ مغرب کے بعد دفتر شعبہ اردو دینیات میں ہر حال ملیں گے تو دن بھر مدرسہ میں درس وتدریس کی خدمات انجام دینے کے بعد مغرب تا عشاء لازمی طور پر موجود رہتے تھے۔ سفر میں کہیں تشریف لے جائیں تو دوسری بات ہے۔ اذانِ عشاء سن کر عشاء کی تیاری کیلئے اُٹھ جایا کرتے تھے۔ جب سے خلافت سے نوازے گئے تھے بیتابی سے شب بیداری کی عادت ہوگئی تھی، فجر کے بعد یعنی بعد اشراق بھی کبھی کچھ آرام نہیں کرتے اور کہیں گھوم بھی لیا نہیں کرتے تھے۔

دعوتی اسفار

حضرت علّامہ خطیب العصر کے اسفار دعوت بھی ہوا کرتے تھے۔ ۱۹۵۰ء کے دہے میں حضرت حکیم الاسلام علیہ الرحمہ کے ساتھ جو اسفار ہوتے تھے، پھر مستقل سفروں پر جانے لگے تھے۔ جو قریہ قریہ بھی ہوتے تھے اور دور دراز کے بھی ہوا کرتے تھے۔ اس طرح ہند اور بیرون ہند بھی اسفار ہوا کرتے تھے۔ ان دعوتی دوروں میں تقریباً ہر جگہ خطاب ہوتا، حضرت علّامہؒ جب عام لوگوں سے خطاب فرماتے تو نسبتاً وعظ فرمایا کرتے تھے، اصلاحی وعظ ہوتا تھا اور جب اہل علم سے خطاب ہوتا تو خالص علمی تقریر ہوتی تھی۔ کئی دفعہ مسلم یونیورسٹی میں خطاب کی دعوت آئی اور حضرت ضرور وہاں تشریف لے جاتے۔ یہاں کا خطاب الگ ہوتا جو دراصل مخاطبین کی نفسیات کے عین مطابق ہوتا۔ خطیب العصر کے خطبات کا مجموعہ کئی جلدوں میں حیدرآباد سے چھپ چکا ہے اور چھپائی کا سلسلہ الحمدللہ جاری ہے جس کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ علّامہؒ کو سائنس سے بھی لگاؤ تھا، سامعین سوچنے لگ جاتے کہ علّامہ تو سائنس کہیں بھی پڑھے نہیں پھر بھی اس کے سائل کا قرآن سے حل بتلاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ادارہ کو حضرتؒ کا نعم البدل عطا فرمائے۔

مولانا محمد سالم قاسمیؒ کی وفات ایک تاریخ کا خاتمہ

تعزیتی نشست سے

مولانا ارشد مدنی ومولانا سفیان قاسمی کا خطاب

جمعیۃ علماء ہند کے صدر مولانا ارشد مدنی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب کی رحلت ایک ایسی ناقابل تلافی خسارہ ہے جس کی بھرپائی مستقبل قریب میں نظر نہیں آتی؛ آپ کی شخصیت علم وعمل کے اعتبار سے اپنی گوناگوں خصوصیات کے اعتبار سے امتیازی حیثیت کی تھی؛ وہ حضرت حکیم الاسلامؒ کے علوم ظاہری وعلوم باطنی کے حقیقی ترجمان تھے، انہوں نے کہا کہ فتنے اُٹھتے ہیں لیکن بڑوں کی برکات ان کی توجہات سے دب جاتے ہیں اور سر چھپا لیتے ہیں: یقیناً حضرت کی بابرکت شخصیت سے یہ اُمّت بہت سے فتنوں سے محفوظ تھی، زمانہ اتلاف میں بھی اُنہوں نے کبھی اختلاف کو موضوع نہیں بنایا بلکہ انکی بابرکت شخصیت سے وہ اختلاف اور وہ تمام احوال ختم ہوئے، انہوں نے ایک لالہ زار علمی چمن آباد کیا ہے، اب انکے اس لگائے ہوئے چمن کی حفاظت کرنا ہماری ذمہ داری ہے، حق تعالیٰ اس ادارے کو ترقیات عطاء فرمائے، نگہبانی فرمائے اور جو علمی میراث چھوڑ کر گئے ہیں اس کی حفاظت فرمائے اور آپؒ کا فیض تا قیامت جاری رہے۔

دارالعلوم وقف دیوبند کے استاذ مولانا نسیم اختر شاہ قاسمی نے کہا کہ یہ سخت غم واندوہ کا موقع ہے کہ فکر قاسمی کو لے کر چلنے والی شخصیت علوم نانوتویؒ کے ترجمان ہمارے درمیان سے جدا ہوگئے، ان کی وفات ایک تاریخ کا خاتمہ ہے، وہ ایک تاریخی اور قابل قدر شخصیت تھی، جہاں ان کا نام لیا گیا ادب سے لیا گیا۔

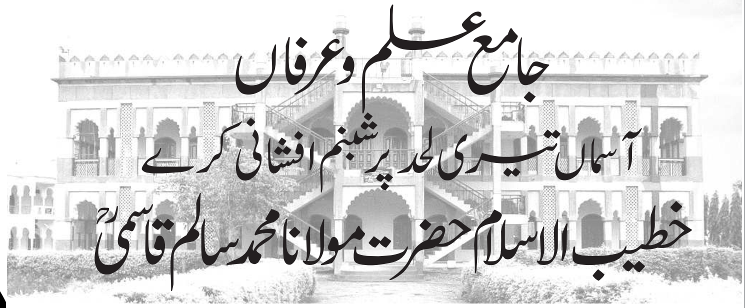

جامع علم وعرفاں

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم قاسمیؒ

مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی مدظلہ
رئیس واستاذ حدیث
جامعہ اسلامیہ مظفر پور، اعظم گڑھ

خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحبؒ صحیح معنوں میں اپنے والد صاحبؒ کے سچے جانشین اور "اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِأَبِيْهِ" کے مصداق تھے۔ بلاشبہ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ ہندوستان کی اُن مایہ ناز ہستیوں میں سے تھے جو اپنی روایات اور خصوصیات کے ساتھ یگانۂ روزگار تھے۔ ایسی ہمہ گیر شخصیت مدتوں کے بعد دنیا کے سامنے آتی ہے، ان کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد ان کے جانشین اور تلامذہ ان کے علوم وفیوض کو تقسیم کرنے والے ہوتے ہیں۔ حضرت حکیم الاسلامؒ کے علوم واسرار وحکم، سلامتی ومتانت اور ہردلعزیزی، خطابت وبیان کے جانشین ان کے صاحبزادے حضرت مولانا محمد سالم صاحبؒ تھے۔ اس ناچیز کا اُن سے پہلا تعارف آج سے تقریباً ۶۰ر سال پہلے ہمارے استاذ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی نور اللہ مرقدہ کے کچے گھر سہارنپور میں ہوا تھا۔ اس کے بعد مختلف مناسبتوں سے ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ اسی ملاقات کے تعلق سے ایک واقعہ بروقت ذہن میں آ گیا، یہ اس زمانہ کا ہے جس وقت اس ناچیز کے بارے میں دارالعلوم ندوۃ العلماء اور فلاح دارین کی مدرسی کے بعد یہ خبر مشہور ہوگئی کہ میں سعودی عرب جا رہا ہوں، اسی دوران دارالعلوم، دیوبند میں مجلس شوریٰ کا اجلاس منعقد ہوا جس کے ایک ممبر حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمن بھی تھے، جو اس ناچیز سے اچھی طرح واقف تھے۔ میرے مقالات بار بار ان کی نگاہ سے گزرے تھے اور بارہا رسالہ ''برہان'' میں چھپ چکے تھے۔ بہرحال انہوں نے مجلس شوریٰ میں تدریس حدیث شریف کیلئے میرا نام پیش کیا، اس کی منظوری بھی ہوگئی۔

حضرت قاری صاحبؒ نے حضرت مولانا محمد سالمؒ کو حکم دیا کہ وہ اس سلسلہ میں مجھ سے گفتگو کرلیں، چنانچہ حضرت مولانا محمد سالم صاحبؒ قاسمی لکھنؤ آئے، اُن سے ملاقات بھی ہوئی مگر میرے سفر کا ارادہ حتمی تھا؛ اس لئے رائے میں تبدیلی نہ ہوئی۔ اس کے بعد ناچیز سفر کر کے ممبئی پہنچا، وہاں حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ سے ملاقات ہوگئی، قاری صاحبؒ نے بھی مجھے سمجھایا اور فرمایا کہ یہاں رہنا آپ کا زیادہ مفید ہے، لیکن جب اخیر میں میرے اصرار کو دیکھا تو فرمایا ان شاء اللہ آپ کا سفر دینی اور حدیثی لحاظ سے مفید رہے گا۔

اسی طرح حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمیؒ سے گاہے گاہے ملاقاتیں رہیں، ایک مرتبہ میرے ابوظبی کے قیام کے بعد ان کا ایک خصوصی سفر مولانا بدرالحسن قاسمی کے ساتھ ہوا، اور ناچیز نے حضرت مولانا کو یہاں خصوصی سرکاری مہمان بنوایا۔ ان کا یہاں آنے کا مقصد دارالعلوم دیوبند کا تعارف اور یہاں کی عظیم شخصیت شیخ احمد بن عبدالعزیز المبارک، جو صدر مملکت کے مستشار دینی اور قضائے شرعی کے چیف جسٹس تھے ان کو دارالعلوم کے صد سالہ اجلاس میں مدعو کرنا تھا، چنانچہ ملاقات کے بعد حضرت مولاناؒ نے انہیں دعوت نامہ پیش کیا اور ناچیز نے ابوظبی کی اہم شخصیات سے ملاقات کرائیں۔

دار العلوم کے صد سالہ اجلاس میں شیخ احمد بن عبد العزیز المبارک تو نہ جاسکے، لیکن ان کا پیغام لے کر ناچیز وہاں حاضر ہوا، وہاں پہنچنے کے بعد حضرت مولانا محمد سالم صاحبؒ نے میرے قیام اور مقالہ پڑھنے کا خصوصی انتظام فرمایا۔ ایسے ہی حسب موقع ان سے ملاقاتیں ہوتی رہیں اور میرے ان کے تعلقات میں اضافہ ہوتا رہا۔ ناچیز نے دار العلوم کے اسفار میں ہمیشہ ان سے ملاقات کرنے کی کوشش کی اور ان کا بھی جب دبئی کا سفر ہوتا تو اپنے رفقاء کے ساتھ ناچیز کے یہاں تشریف لاتے اور ہندوستان کے حالات اور اپنے جدید دار العلوم وقف کی تفصیلات سے واقف کراتے۔ اس کے علاوہ جب اس ناچیز نے ۱۹۸۹ء میں جامعہ اسلامیہ مظفر پور، اعظم گڑھ کی بنیاد رکھی تو اس کے کچھ ہی دنوں کے بعد ماشاء اللہ یہ جامعہ ترقی کی راہ پر برق رفتاری کے ساتھ گامزن ہوا، اس میں عظیم الشان اجلاس اور سمینار بھی ہوئے، تو اس کے جلسوں میں اور خاص طور پر دو بڑے سمیناروں میں حضرت مولانا محمد سالم صاحبؒ کو خصوصی دعوت دی گئی۔ انہوں نے اکثر پروگراموں میں شرکت فرمائی اور صدارت بھی کی اور اپنی فاضلانہ تقریروں سے علماء اور عوام کو استفادہ کا موقع بھی فراہم کیا۔

اسی طرح آج سے چند سال پہلے انہوں نے اپنے دار العلوم وقف میں حضرت قاری صاحبؒ پر ایک سمینار منعقد کیا جس میں اس ناچیز کو بھی دعوت دی اور خصوصیت کے ساتھ ''حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ اور علم حدیث'' پر لکھنے کی فرمائش کی۔ میں نے پوری دلچسپی کے ساتھ مقالہ تیار کر کے بھیج دیا اور اس عظیم الشان سمینار میں شرکت کی نیت بھی تھی لیکن کسی وجہ سے اچانک میرا ابوظبی کا سفر ہوگیا، اور یہ ناچیز اس سمینار میں شریک نہ ہوسکا، اسلئے اس ناچیز نے جامعہ اسلامیہ مظفر پور، اعظم گڑھ کے ایک مدرس مولانا سید جاوید احمد ندوی کے ہمراہ مقالہ کو بھیجا، جس کو انہوں نے جلسہ میں پڑھ کر سنایا اور یہ بتایا کہ مقالہ اپنی نوعیت کا منفرد تھا، حاضرین نے بڑی خوشی کا اظہار کیا اور حضرت مولانا محمد سالم صاحبؒ نے بہت پسند کیا۔

ناچیز کی حضرت مولانا محمد سالم صاحبؒ سے آخری ملاقات اس سفر میں ہوئی جو جناب شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب جونپوری نور اللہ مرقدہ کے وصال پر تعزیت کیلئے ہوا تھا، اس سفر میں دار العلوم دیوبند بھی حاضری ہوئی وہاں ان کے صاحبزادے مولانا محمد سفیان قاسمی صاحب کی دعوت پر ان کے گھر جانا ہوا، جہاں حضرت مولانا محمد سالم صاحبؒ قاسمی سے آخری ملاقات ہوئی، ملاقات پر پرانی یادیں تازہ ہوگئیں۔ اس ملاقات میں یہ بات خاص طور پر تعجب خیز تھی کہ عمر مبارک ۹۳ رسال سے زائد ہے اور ماشاء اللہ بغیر چشمہ کے مطالعہ فرما رہے ہیں۔

حضرت مولانا کے انتقال کے بعد جامعہ اسلامیہ مظفر پور، اعظم گڑھ میں ایصالِ ثواب کا اہتمام کرایا گیا اور خود بھی ایصال ثواب کی سعادت حاصل کیا۔ یہ ناچیز انکے صاحبزادے مولانا محمد سفیان صاحب قاسمی کیلئے دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اور خاندان کے دیگر افراد کو صبر جمیل عطا فرمائے اور خانوادۂ قاسمی کی روشن روایات کو بلند اور روشن کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور حضرت مرحوم کو جنّت الفردوس میں اعلیٰ مقام عنایت فرمائے۔ آمین

حضرت مولانا عبد اللہ المغیثی مدظلہ

صدر آل انڈیا ملّی کونسل

خطیب الاسلام حضرت مولانا سالم قاسمی رحمۃ اللہ علیہ ان عظیم شخصیات میں سے تھے جو قحط الرجال کے اس دور میں آپ کی شخصیت پر ادارے اور تنظیم کیلئے شجر سایہ دار کی حیثیت رکھتی تھی۔ ان کی کشادہ ظرفی اور دانش مندی اللہ ہم سب کو بھی نصیب فرمائے۔ آمین

اُستاذالاساتذہ

حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند وقف

مضمون نگار
حضرت مولانا
خالد سیف اللہ رحمانی صاحب دامت برکاتہم
ناظم المعہد العالی الاسلامی الہند
مجاز حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحبؒ

بلندیاں اُتر آتی ہیں جس کے آنگن میں
زمیں پہ رہتا تھا، وہ شخص آسماں کی طرح

برصغیر کے مسلمانوں پر دینی اور علمی نقطہ نظر سے جس خانوادہ کا سب سے بڑا احسان ہے، وہ ہے حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کا خاندان، جب ہندوستانی مسلمانوں کا سفینہ بھنور میں تھا ،ان کا قصر اقتدار زمیں بوس ہو رہا تھا اور اس بات کا اندیشہ پیدا ہو گیا تھا کہ اس لٹی پٹی قوم کو کہیں متاع دین وایمان سے بھی محروم نہ کر دیا جائے تو حضرت نانوتویؒ کی شکل میں ایک مرد غیب نمودار ہوا، جس نے دیو بند کے چھوٹے سے قصبہ میں دارالعلوم کی بنیاد رکھی اور صرف ایک مدرسہ ہی قائم نہیں کیا؛ بلکہ قیام مدارس کی عظیم الشان تحریک برپا کی اور دیکھتے ہی دیکھتے اس تحریک کے نقوش پورے برصغیر پر ثبت ہو گئے۔

اس خانوادہ کی خصوصیت حفاظتِ دین، دفاع اسلام پر خصوصی توجہ، فکر ونظر اور زبان وقلم میں اعتدال نیز اخلاق نبوی پر استقامت رہی ہے، حضرت نانوتویؒ اور ان کے صاحبزادے حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحبؒ (مہتمم دارالعلوم دیوبند ومفتی اعظم ریاست دکن) کے بارے میں تو سننے اور پڑھنے کا موقع ملا؛ لیکن اس خاندان کی تین بزرگ شخصیتوں کو سر کی آنکھوں سے دیکھنے، قدموں میں بیٹھنے اور قریب سے سمجھنے کی سعادت حاصل ہوئی، ان میں سب سے بلند پایہ شخصیت حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کی تھی؛ جو ظاہر و باطن اور قول وفعل دونوں جہتوں سے ایسی شخصیت کے مالک تھے کہ جن کی طرف دل کھنچتا تھا اور نگاہِ شوق واحترام کو کشش ہوتی تھی؛ پھر آپ کے صاحبزادوں میں دو شخصیتوں کو امتیازی حیثیت حاصل ہوئی، ایک: استاذ گرامی حضرت مولانا محمد سالم قاسمیؒ، دوسرے: حضرت مولانا محمد اسلم قاسمیؒ، ثانی الذکر عمر میں چھوٹے تھے؛ مگر انہوں نے منزل آخرت کی طرف پہلے رخت سفر باندھ لیا تھا، ابھی یہ زخم تازہ تھا کہ حضرت قاری صاحبؒ کے علمی وفکری جانشین اور خطیبانہ مہارت کے عکس جمیل استاذ الاساتذہ حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی دار بقاء کی طرف کوچ فرمایا۔

سرخی مائل کھلا ہوا رنگ، کشادہ پیشانی، فراخ چشم، کسی قدر مستطیل چہرہ، بھرے ہوئے رخسار، سفید اور ایک حد تک گھنی داڑھی، اوسط سے کچھ نکلتا ہوا قد، نہ بہت دبلے نہ بہت لحیم وشحیم، زیادہ تر نگاہیں جھکی ہوئیں، ایک ایک ادا وقار واعتبار کا مظہر، بے موقع گفتگو سے حد درجہ اجتناب، ذوقِ نفاست ایک ایک چیز سے آشکار، ٹوپی والد ماجد کی طرح دوپلی اور قدرے اونچی، جو شیروانی کی ہم رنگ اور شیروانی زیب تن نہ ہو تو کرتے کے ہم رنگ ہوتی، سفید کرتا، سفید پائجامہ، ہاتھ میں خوبصورت سا عصاء پیری، غرض ہر چیز سے سلیقہ اور خوش ذوقی عیاں، شروع سے ہی چہرے پر نور کی برسات نظر آتی؛ لیکن آخر عمر میں تو پوری طرح والد ماجد کے مثنی بن گئے تھے، یہ ہے حضرت الاستاذ کے سراپا کی ایک جھلک!

۲۲/جمادی الثانیہ ۱۳۶۷ھ مطابق ۸/جنوری ۱۹۲۶ء کو

دیوبند میں پیدا ہوئے، عربی تعلیم کا آغاز حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے ہاتھوں ہوا، جن سے آپ نے میزان الصرف پڑھی، بقیہ ابتداء سے انتہاء تک پوری تعلیم دار العلوم دیوبند ہی میں ہوئی، ۱۳۶۷ھ مطابق ۱۹۴۸ء میں فراغت ہوئی، اپنے والد ماجد کے علاوہ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، حضرت مولانا اعزاز علی امروہویؒ، حضرت علامہ ابراہیم بلیاویؒ، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، حضرت مولانا بشیر احمد خان بلند شہریؒ، حضرت مولانا عبد السمیع دیوبندیؒ اور حضرت مولانا فخر الحسن مراد آبادیؒ وغیرہ جیسے مایہ ناز اساتذہ سے کسب فیض کیا، اور جہاں تک میں نے محسوس کیا، اپنے اساتذہ میں غالباً آپ علامہ ابراہیم بلیاویؒ سے سب سے زیادہ متاثر تھے۔

تعلیمی مرحلہ مکمل ہونے کے ساتھ ہی دار العلوم میں بحیثیت مدرس تقرر ہو گیا، تدریسی سفر نور الایضاح اور ترجمہ قرآن مجید سے شروع ہوا اور بخاری شریف نیز صحاح ستہ کی دوسری کتب تک پہنچا، اس حقیر کو آپ سے سنن ابن ماجہ پڑھنے کا شرف حاصل ہوا، آپ واقعی بلند پایہ مدرس تھے، موضوع کے مالہ وما علیہ پر تفصیل سے گفتگو کرتے، وقت کی پابندی کا غیر معمولی اہتمام ہوتا، ادھر گھنٹی شروع ہوئی اور ادھر درسگاہ میں موجود، کیا مجال کہ پانچ منٹ کی بھی تاخیر ہو جائے اور ٹھیک وقت پر درس ختم ہو جاتا، دوران درس غیر متعلق گفتگو اور ہنسی مذاق کا مزاج بالکل نہیں تھا؛ اس لئے درس گاہ پر سنجیدگی کی فضا چھائی رہتی اور طلبا بھی پوری یکسوئی کے ساتھ متوجہ رہتے، تقریر میں "ظاہر ہے" اور "غیر معمولی" کے الفاظ بار بار استعمال کرتے؛ گویا ایک طرح سے ان الفاظ کو تکیہ کلام کا درجہ حاصل تھا۔

یوں تو مولانا کے تمام ہی اسباق شوق کے کانوں سنے جاتے تھے؛ لیکن ہم لوگوں کے زمانہ میں خاص کر شرح عقائد اور ابن ماجہ کا درس معروف اور طلبا کے درمیان مقبول تھا، اور کیوں نہ ہوتا کہ علم کلام خانوادہ قاسمی کا خاص موضوع رہا ہے؛ چنانچہ حضرت والا صفات باری، مسئلہ تقدیر، اشاعرہ، ماتریدیہ، محدثین اور اسلام کی طرف منسوب دیگر فرقوں کے اعتقادات پر بڑی بصیرت مندانہ گفتگو فرماتے تھے، اور یوں بھی آپ کی گفتگو میں علم کلام کی اصطلاحات خاص طور پر شامل رہتی تھیں، ابن ماجہ کے درس میں ایک دو دن مسلک دیوبند پر تفصیل سے گفتگو فرماتے، اور دیوبند کی علمی جامعیت اور مسلکی اعتدال پر بھرپور مواد کے ساتھ خوبصورت تعبیر میں روشنی ڈالتے، آپ کے تلامذہ میں بھی بڑے باکمال علماء پیدا ہوئے، جن میں حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ، مفتی سعید احمد پالنپوری، مولانا اسرار الحق قاسمی، مولانا عبد الخالق سنبھلی، مولانا بدر الدین اجمل، مولانا بدر الحسن قاسمی اور مولانا مجیب اللہ گونڈوی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

اس حقیر نے پہلی بار اس وقت آپ کا دیدار کیا، جب اس کی عمر آٹھ نو سال رہی ہوگی، میرے آبائی گاؤں جالے، ضلع دربھنگہ (بہار) سے قریب ہی دوگھرا نامی مسلمانوں کی ایک بستی واقع ہے، جہاں مدرسہ قاسم العلوم حسینیہ کے نام سے ایک دینی درسگاہ قائم ہے؛ اس مدرسہ میں، میں نے بھی ایک دو سال تعلیم حاصل کی ہے، یہیں سیرت کے موضوع پر ایک بڑا عوامی جلسہ منعقد ہوا، جس میں دور دور سے علاقہ کے لوگ شریک ہوئے، اس وقت اتنا شعور نہیں تھا کہ مولانا کے خطاب کو ہضم کر پاتا اور اس کے علمی مضامین سے لطف اندوز ہوتا؛ لیکن یہ ضرور یاد ہے کہ تمام بزرگوں کی زبان پر تحسین و آفرین کے کلمات تھے، میرے والد ماجد مرحوم خود ایک وسیع المطالعہ عالم اور طبیب تھے، اور علمی موضوعات پر نقد و جرح کا ذوق رکھتے تھے، ان کو بھی مولانا کی تقریر کا بڑا مداح پایا؛ اس وقت مولانا کی داڑھی سفید ہو چکی تھی؛ البتہ مولانا ایک عرصہ تک سیاہ خضاب کے معاملہ میں ان فقہاء کی رائے پر عامل تھے، جن کے نزدیک اس کی گنجائش ہے، اور نہایت چاق و چوبند تھے؛ اس لئے

عمر کا اندازہ نہ ہوتا تھا۔

خطابت کا اعلی ذوق اور بلند معیار آپ کو اپنے والد ماجد سے وراثت میں ملا تھا؛ جس موضوع پر خطاب فرماتے، اس کی گہرائی تک جاتے، پورا خطاب اس طرح مرتب اور مربوط ہوتا کہ گویا ایک ہار ہے؛ جس کی کڑیوں کو ایک دوسرے سے منسلک کر دیا گیا ہے؛ اگر ایک کڑی ٹوٹ جائے تو اگلی کڑیاں بکھر کر رہ جائیں، زبان میں غیر معمولی سلاست اور روانی تھی، تقریر میں ایسا تسلسل ہوتا کہ گویا دریا کی ایک لہر ہے جو سبک خرامی سے آگے بڑھتی جارہی ہے، دارالعلوم کی طالب علمی کے دوران آپ کے دو ایسے یادگار خطابات سنے؛ جن کی لذت سے آج تک گوش دل شاد کام ہے، ایک اس وقت کا خطاب جب سابق صدر جمہوریہ ہند ڈاکٹر فخر الدین علی احمد مرحوم دارالعلوم تشریف لائے، احاطہ دارالعلوم کے کھلے سبزہ زار پران کے اعزاز میں جلسہ ہوا، قاری عبداللہ سلیم صاحب نے قرآن مجید کی ایسی تلاوت کی کہ سماں بندھ گیا، بحیثیت میزبان حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ نے سپاس نامہ پیش فرمایا، اور حضرت الاستاذ مولانا محمد سالم قاسمی صاحبؒ نے استقبالیہ کلمات کہتے ہوئے دارالعلوم کا تعارف کرایا، اخیر میں ڈاکٹر فخر الدین علی احمد مرحوم نے بحیثیت مہمان خطاب کیا اور دارالعلوم کو خراج عقیدت پیش کرنے کے ساتھ ساتھ دارالعلوم کے مہتمم عالی وقار حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کے تئیں گہرے جذبات احترام کا اظہار بھی کیا، جب مہتمم صاحب سپاس نامہ پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے تو انہوں نے اصرار کیا کہ آپ بیٹھ کر پڑھنے پر اکتفا کریں، بہر حال اس پروگرام کا حاصل استاذ محترم کا تعارفی خطاب تھا؛ جس میں دینی تعلیم اور مدارس اسلامیہ کی پوری تاریخ دریا بکوزہ ہو کر سمٹ گئی تھی، پھر آپ نے دارالعلوم کے فکری شجرۂ نسب، فکر ولی اللہی کی اہمیت اور دارالعلوم کے نصاب میں منقولات و معقولات کی جامعیت پر بڑی عمدہ روشنی ڈالی، جہاں تک مجھے یاد ہے آپ کا یہ خطاب زبانی تھا، خطاب کیا تھا، ہر ہر جملہ بلکہ ہر ہر لفظ نپا تلا، خوبصورت اور معنویت سے بھرپور، اس رواں، سلیس، اور اثر انگیز خطاب نے صدر جمہوریہ کو بھی متاثر کیا اور دیگر حاضرین کو بھی، جس میں دارالعلوم کی فکر، اس کے قیام کا پس منظر، اس کا نظام تعلیم، اس کی علمی جامعیت، جنگ آزادی میں اس کا حصہ اور اس کے مسلکِ اعتدال کا عطر آ گیا تھا۔

دوسرا خطاب ''غلہ اسکیم جلسہ'' کا تھا، جو ہر دوسرے سال اجناس کی وصولی کے لئے ہوا کرتا تھا اور اس میں پورا مغربی یوپی اُمڈ آتا تھا، ہمیشہ مہتمم دارالعلوم اس اجلاس کی صدارت فرمایا کرتے تھے، اور کلیدی خطاب بھی ان ہی کا ہوا کرتا تھا، اس بار حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ بیرون ملک کے سفر پر تھے؛ اس لئے دارالعلوم کے صدر مدرس استاذ گرامی حضرت مولانا فخر الحسن صاحبؒ صدارت فرما رہے تھے، دارالعلوم کے مختلف اساتذہ کے خطابات ہوئے، دارالعلوم کے باہر سے غالباً صرف حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ کی تقریر ہوئی، حضرت مولانا فخر الحسن صاحبؒ اگرچہ غیر معمولی طلاقت لسانی کے مالک تھے اور جب بولتے تھے خوب بولتے تھے؛ لیکن پیرانہ سالی، ضعف و نقاہت اور بیماری کی وجہ سے انہوں نے پروگرام کے اخیر میں مختصر تمہیدی گفتگو کرتے ہوئے آپؒ کو دعوت خطاب دیا، آپ نے ڈیڑھ دو گھنٹے بہت ہی مفصل اور فکر انگیز خطاب فرمایا، جس کا موضوع تھا ''علم ظاہری اور معرفت باطنی''، آپ نے ''علّم آدم الأسماء كلّها'' کے ارشاد خداوندی سے اپنے خطاب کا آغاز فرمایا، نیز علم اور معرفت دونوں کی اہمیت اور اس سلسلہ میں آیات و احادیث کو پیش کرتے ہوئے آخر میں دارالعلوم دیوبند کے مزاج و مذاق کی تشریح کی کہ اس کی بنیاد ان دونوں پہلوؤں کی جامعیت پر ہے، آپ کو دارالعلوم سے ایسا تعلق تھا کہ گویا وہ آپ کی سانسوں کا حصہ ہے؛ اس لئے کوئی خطاب یا کوئی مجلس ایسی نہیں ہوتی، جو دارالعلوم اور اکابر دارالعلوم

کے ذکرِ خیر سے خالی رہ جائے، اور اس میں کوئی مبالغہ نہیں کہ وہ اپنے عہد میں فکر دیو بند کے سب سے بڑے ترجمان تھے اور کیوں نہ ہوتے کہ آپ کا بانی دار العلوم سے صرف فکری اور علمی ہی تعلق نہیں تھا؛ بلکہ نسبی تعلق بھی تھا۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ اعلیٰ درجہ کے خطیب تھے، یہاں تک کہ علماء اور عوام کے درمیان آپ کا لقب ہی خطیب الاسلام ہوگیا؛ لیکن آپ کے خطاب میں جوش اور بہت سے خطیبوں کی طرح شور و ہنگامہ اور رونا گانا، نشیب و فراز اور آواز کا اُتار چڑھاؤ نہیں تھا؛ بلکہ گفتگو میں تسلسل ہوتا اور آواز کی ایک ہی سطح پر بات ہوتی تھی، جس میں دریا کی تہہ میں بہنے والی کم آواز لہروں کی روانی کا احساس ہوتا تھا، اسی طرح پُر تصنع الفاظ کا انبار لگانے کا مظاہرہ بھی نہیں تھا؛ بلکہ آپ کا خطاب معنویت اور علمی نکتہ سنجیوں سے معمور ہوتا تھا، اور آپ بیک وقت دل و دماغ دونوں کو اپنا مخاطب بنا سکتے تھے، آپ کے مطبوعہ خطبات موجود ہیں، جن میں علم وفن کے کتنے ہی دُرِ آب دار قدم قدم پر ملتے ہیں، جو خصوصیت حضرت تھانویؒ کے مواعظ اور حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کے خطبات میں پائی جاتی ہے، وہی عکس حضرت الاستاذ کے خطبات میں بھی پائے جاتے ہیں۔

مولانا کے خطبات کی طرح آپ کی مجلسیں بھی بڑی مفید اور اہل علم کیلئے دیدۂ دل و دماغ کو روشن کرنے والی ہوتی تھیں، یہ حقیر حضرت حکیم الاسلام کی مجلسوں میں شریک ہوا کرتا تھا، اسے حضرت الاستاذ کی مجلس میں شرکت کا موقع نہیں ملا؛ لیکن بعض خوش نصیبوں نے -- جن میں مولانا محمد یامین قاسمی صاحب خصوصیت سے قابل ذکر ہیں ---- نے ان مجالس کو مرتب کر کے طبع فرمایا، ان مجلسوں میں بہت ہی مفید علمی نکات، حکیمانہ تجزیے، بزرگوں کے پُر تاثیر تذکرے اور ادبی رعنائی نیز خوش مزاجی کے شواہد ملتے ہیں، اور علماء و طالبان علوم نبوت کے لئے خاص طور پر قابل مطالعہ ہیں۔

اگر چہ آپ کا شہرہ خطابت و تقریر میں تھا اور آپ نے اسفار کی کثرت کی وجہ سے تصنیف و تالیف کی طرف کم توجہ دی؛ لیکن آپ نے جو کچھ لکھا، خوب لکھا، آپ کی تالیفات میں ''قرآن کریم کے اردو تراجم کا جائزہ'' ایک اہم کتاب ہے، جس میں قرآن کریم کے بیشتر تراجم کا جائزہ لیا گیا ہے اور اس کے نمونے بھی پیش کئے گئے ہیں، سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک جامع رسالہ بھی آپ کے قلم سے ہے، اس کے علاوہ ''تاجدار ارض حرم، سفر نامۂ برما، ایک عظیم تاریخی خدمت، حقیقت معراج'' اور ''مردان غازی'' آپ کی تصانیف ہیں، آپ کا یہ رسالہ ''مردان غازی'' آپ کے ادبی ذوق اور قلمی رعنائی کی جیتی جاگتی مثال ہے، اور اسے افسانوی اسلوب میں لکھا گیا ہے، کتاب کا یہ اقتباس قابل ملاحظہ ہے:

> ''ہر سپاہی سرتا پا لوہے میں غرق ہے، موٹی موٹی زنجیروں سے بنی ہوئی زرہیں زیب تن ہیں اور اونچی اونچی کلغی دار خودیں سروں پر جگمگا رہی ہیں، ترکشوں میں بے شمار تیر ہیں، میانوں میں تلواریں ہیں، برتلوں میں آتشیں نیزے ہیں، صبا رفتار جنگی گھوڑے ہیں، ان کے بالمقابل چند افراد پر مشتمل پا کباز جماعت ہے، وہ بھی رسمی فوجی لوازم سے بے نیاز۔'' (سیرت و شخصیت خطیب الاسلام: ۲/۱۵۱)

عربی زبان میں آپ کی گراں قدر تالیف ''مبادی التربیۃ الاسلامیۃ'' ہے، اس کے علاوہ بھی مختلف فکری و علمی رسائل اور بے شمار مضامین ہیں، جن کو یکجا کتابی شکل میں شائع کرنے کی ضرورت ہے۔

حضرت الاستاذ کے قلم میں عام طور پر حضرت نانوتوی کے اسلوب کا عکس پیا جاتا ہے، کسی بات کو پیش کرنے اور کسی دعویٰ کو مدلل کرنے کے لئے پہلے اُصول کو ذکر کرتے ہیں اور پھر اس پر اپنے مدعا کو منطبق کرتے ہیں، حضرت نانوتوی کا اصل میدان علم کلام ہے، اور علم کلام پر جب بھی کوئی شخص قلم اُٹھائے، ضروری ہے کہ اس کے قلم کو فنی اصطلاحات کا بوجھ بھی اُٹھانا پڑے؛ کیوں کہ اصطلاحات کا ترجمہ کرنا مشکل بھی ہوتا ہے اور اس میں کئی کئی سطروں کو ایک دو لفظوں میں بیان کر دیا جاتا ہے؛ اس لئے مولانا کی

تحریر وتقریر بعض دفعہ اصلاحی تعبیرات کی وجہ سے بوجھل معلوم ہوتا ہے؛ لیکن اس کے ساتھ ساتھ رواں اور سلیس نثر کے ڈھیر سارے نمونے بھی آپ کے یہاں موجود ہیں۔

اس ادبی ذوق کی انتہا یہ ہے کہ آپ شعر وسخن کے میدان میں بھی طبع آزمائی فرمایا کرتے تھے، اور ''ندیم'' آپ کا تخلص تھا، آپ کے اشعار ادبی شہہ پاروں کی حیثیت رکھتے ہیں، ان میں اردو کے مختلف استاذ شعراء کا رنگ پایا جاتا ہے، کہیں میر کی سادہ زبان اور چھوٹے چھوٹے دل کو چھو لینے والے مصرعے، جیسے اپنے والدین ماجدین کے حج سے واپسی پر آپ نے جو نظم کہی ہے، اس کے چند اشعار اس طرح ہیں:

پھر گھٹا رحمتوں کی چھائی ہے — پھر تمنائے دل بر آئی ہے
کعبۂ دل میں رب کعبہ کے — عشق کی شمع نو جلائی ہے
اپنا مقصود اب ندیم فقط — در کعبہ کی جبہ سائی ہے

کہیں جوش اور اقبال کا ولولہ اور انقلابی رنگ پایا جاتا ہے، جیسے اپنی چھوٹی بہن حمیرہ کے پاکستان منتقل ہونے کے موقع پر فرماتے ہیں:

اے شریکِ شیر مادر! اے محبت کی شعاع
آج ان لرزاں لبوں پر آگیا لفظ وداع
الوداع اے مخزنِ اخلاص والفت! الوداع
الوداع اے گلشنِ طیب کی نکہت! الوداع

بہر حال مولانا کی زندگی اسلام کی حفاظت واشاعت کیلئے وقف تھی؛ اس لئے شعر وسخن کی دنیا میں بھی ان کا سفر اسی سمت مین ہوتا تھا، اور اشعار میں بھی امت کو حیات بخش پیغام دینے کی کوشش ہوتی تھی، ہندوستان میں جو خونریز فسادات ہوئے اور مسلمانوں کی جان ومال اور عزت وآبرو کی جو پامالی ہوئی، اس پس منظر میں آپ نے ایک نظم کہی ہے، جس میں مایوسی اور دل شکستہ کئے بغیر بڑی خوبصورتی کے ساتھ جرأت وہمت اور اولوالعزمی کا پیغام دیا گیا ہے:

بحمد للہ حق کا بول بالا ہونے والا ہے
سیاہی چھٹ رہی ہے، اب اُجالا ہونے والا ہے
شہیدوں کا لہو پیتے ہی ذرّے، بول اُٹھتے ہیں
یہ خطہ آج کل میں کِشت لالہ ہونے والا ہے
جو حق پر جم کے اس پر جان تک قربان کرتے ہوں
تو دنیا میں مقام ان کا ہی اعلیٰ ہونے والا ہے
مرا قرآن کہتا ہے میرا ایمان کہتا ہے
ظہورِ نصرتِ باری تعالیٰ ہونے والا ہے

آپ نے اپنے والد ماجد حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ پر ان کی وفات کے بعد جو نظم کہی ہے، وہ بھی کیفیت وتاثیر میں ڈوبی ہوئی ہے، یہ نظم ان اشعار پر ختم ہوتی ہے:

تھی رفیقِ زندگی، توفیقِ حق گوئی تیری
تجھ پر قرباں تا کہ ہوں دنیا کے تن من اور دھن
رحمتِ رب سے رہے روشن سدا تُربت تری
یہ دعاء دیتا ہے تجھ کو سالم مخلص کا من

اپنی شریک حیات امتہ الاکرام شریفہ مرحومہ ۳؍محرم ۱۴۳۱ھ کی وفات پر آپ نے ایک طویل نظم کہی ہے، یہ ایسی نظم ہے کہ پڑھ کر آنکھ نم ہوجاتی ہے، اس کے ابتدائی چند اشعار اس طرح ہیں:

نہیں معلوم تھا فرقت میں دل پہ کیا گزرتی ہے
تمنا دل میں آنے سے جھجکتی ہے لرزتی ہے
نہیں تھی آشنائی میری اِن آنکھوں کو اشکوں سے
ان آنکھوں کو اگر اب چین ملتی ہے تو اشکوں سے
میرے اشکوں کے سچے موتیوں کا یہ نیا جھومر
سجے گا خوب یہ سجدوں کے عادی تیرے ماتھے پر

یوں تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت سے اعلیٰ اوصاف سے نوازا تھا؛ لیکن آپ کے اندر تین ایسے بنیادی اوصاف تھے؛ جو عام طور

پر موجودہ دور میں بہت کمیاب ہیں: فکری اعتدال، زبان کی حفاظت، اور اتحاد امت کی غیر معمولی تڑپ -- آپ کے ہر خطاب اور ہر تحریر میں فکری اعتدال کا رنگ جھلکتا تھا؛ اسی لئے جن اداروں میں مسلمانوں کے مختلف مسالک اور مکاتب فکر کی نمائندگی ہوا کرتی تھی، ان میں یکساں طور پر تمام طبقات ہی سے نہ صرف آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے رکن تاسیسی تھے؛ بلکہ آپ کا شمار اہم ترین ارکان میں تھا، اور آپ مسلم پرسنل لا کنونشن ممبئی کے داعیوں میں تھے، جو بورڈ کی تاسیس کا سبب بنا، پھر بعد میں آپ بورڈ کے نائب صدر منتخب ہوئے، ممبئی کنونشن میں آپ نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''جس مسئلے نے دن کا چین اور رات کی نیند حرام کردی ہے، وہ مسلم پرسنل لا میں تبدیلی کا مسئلہ ہے، یہ مسئلہ بڑی اہمیت کا حامل ہے، ہم بڑے اضطراب سے دوچار ہیں، اور اس میں ایک خیر کا پہلو بھی ہے، وہ یہ کہ ہماری اضطراب کے ذریعہ آزمائش ہو رہی ہے، آیا ہم اس کا ڈٹ کر مقابلہ کرتے ہیں یا پیٹھ پھیر دیتے ہیں؟ اور یہ بات مسلّم ہے کہ دینِ خداوندی کو باقی رکھنے کے لئے اللہ کو تمہاری حاجت نہیں؛ بلکہ تمہیں حاجت دین خداوندی کی ہے؛ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

وَاِنۡ تَتَوَلَّوۡا يَسۡتَبۡدِلۡ قَوۡمًا غَيۡرَكُمۡ ۙ ثُمَّ لَا يَكُوۡنُوۡۤا اَمۡثَالَكُمۡ ﴿۳۸﴾ (محمد: ۳۸)

اگر تم نے دین کی حفاظت سے رُخ پھیر لیا تو اللہ تعالیٰ ایسی قوم لا کھڑا کرے گا، جو تمہارے جیسی نہ ہوگی،

اور وہ دین کی حفاظت کرے گی، تمہارا ایمان لانا کوئی خدا پر احسان نہیں ہے؛ بلکہ اُس کا احسان ہے کہ اس نے اپنی ہدایت سے نوازا:

قُلۡ لَّا تَمُنُّوۡا عَلَىَّ اِسۡلَامَكُمۡ ۚ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيۡكُمۡ اَنۡ هَدٰٮكُمۡ لِلۡاِيۡمَانِ (حجرات: ۱۷)

اے نبی! کہہ دو کہ تم اپنے ایمان کا احسان نہ جتاؤ؛ بلکہ خدا کا تم پر احسان ہے کہ اس نے تم کو ہدایت سے نوازا''

مجلس مشاورت کے بھی آپ صدر منتخب ہوئے اور اخیر تک اس کے سرپرست رہے، اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) نے آپ کی سرپرستی کو باعث اعزاز سمجھا اور آپ کی رہنمائی سے فائدہ اٹھایا، آپ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کورٹ کے ممبر بھی رہے، ندوۃ العلماء اور مظاہر علوم وقف کی شوریٰ کے بھی رکن تھے، آپ نے اکیڈمی کے ایک سمینار میں افتتاحی خطبہ پیش کرتے ہوئے بہت اہم بات فرمائی کہ ''مسلک قابل ترجیح تو ہے قابل تبلیغ نہیں ہے''، یہ بڑے پایہ کی بات ہے، جس سے آج بڑے بڑے اہل علم غافل ہیں اور اس پر توجہ نہ دینے کی وجہ سے مسلکی تشدد، افراط وتفریط اور فکری بے اعتدالی پیدا ہوتی ہے، اس معاملہ میں مولانا کے یہاں قول و فعل کے درمیان مکمل ہم آہنگی پائی جاتی تھی، آپ نے اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) کے سترہویں فقہی سمینار منعقدہ برہان پور (ایم پی) بتاریخ ۲۸، ۳۰ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ مطابق ۵، ۷ اپریل ۲۰۰۸ء میں جو خطبہ دیا تھا، اس کا یہ چشم کُشا اقتباس قابل ملاحظہ ہے:

''حضرات! ظاہر ہے کہ فقہ کی یہ کتابیں اجتہاد اور استنباط کے نتیجہ میں سامنے آئیں اور جب تک ہر ہر جزئیہ پر دلائل نقلیہ اور دلائل عقلیہ یقینیہ مکمل طور پر قائم نہیں کئے گئے، اس وقت تک حضرات مجتہدین نے ان کو بطور مذہب قبول نہیں کیا، یہ حضرات اگرچہ دیانت کے مقامِ عظمت پر فائز ہیں؛ لیکن اس کے باوجود استدلال اور استنباط کا تعلق چونکہ عقل انسانی سے ہے، اور عقل انسانی میں صواب کے ساتھ خطا کا امکان ضرور ہے، اسی بنا پر ان حضرات فقہاء کے یہاں استدلالی اور استنباطی اختلاف بھی پیدا ہوا، تو گویا عقل انسانی جہاں کارفرما ہوتی ہے، اس کے اندر امکان اختلاف ناگزیر بن جاتا ہے؛

لیکن "اختلاف أمتي رحمة واسعة" (میری امت کا اختلاف بھی رحمت واسعہ ہے) کے تحت اس اختلاف کے نتیجہ میں علم عظیم کے دروازے آپ کے سامنے کھلے، آج وہ ہم سب کے لئے کارآمد بن رہا ہے، آپ کسی بھی فقہ کو اختیار کریں، حنفی ہوں، شافعی ہوں، مالکی ہوں یا حنبلی؛ لیکن ظاہر ہے مستفید آپ سب سے ہو رہے ہیں، یہ سارے فقہاء آپ کے لئے قابل عظمت ہیں، ان چار فقہاء کو تلقی بالقبول امت میں عطا فرمائی گئی ہے۔

لیکن اس سلسلہ میں ایک بنیادی فرق کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ

فقہاء کا مستنبط کردہ قانونِ اسلامی دین کے درجہ میں نہیں ہے، دین وہ ہے جو منزّل من اللہ ہے، جس میں عقل انسانی قطعاً دخیل نہیں ہے، ظاہر ہے کہ جس کے اندر عقل انسانی دخیل ہو تو وہ قابل تبلیغ نہیں ہوسکتا، قابل تبلیغ صرف دین منزّل من اللہ ہی ہوگا، بخلاف مذاہب فقہاء کے، کہ وہ اجتہادی اور استنباطی ہیں؛ اس لئے ان کا درجہ ترجیحی تو ہوسکتا ہے، تبلیغی نہیں ہوسکتا، اگر ان کو درجہ تبلیغ دے دیا جائے تو یہ دین منزّل کے ساتھ ناانصافی ہوگی؛ اس لئے کہ دین میں کسی اختلاف، کسی تضاد کا امکان نہیں ہوتا؛ بخلاف مذہب کے کہ اس میں استنباط واستدلال عقلی کی وجہ سے اختلاف کا پیدا ہونا ناگزیر ہے؛ لہٰذا یہ فرق مراتب قائم رکھنا ضروری ہے کہ دین کو مقام تبلیغ پر رکھئے اور مذہب فقہی کو ترجیح کے درجے پر رکھئے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ مذہب قابل تبلیغ نہیں ہوتا، صرف قابل ترجیح ہوتا ہے، تو ضرورت جب پیش آئے تو دلائل کی قوت کی بنا پر آپ کسی بھی مذہب فقہی کو اختیار کرسکتے ہیں؛ لیکن ان فقہی مذاہب کی دعوت دینے کا آپ کو حق نہیں دیا جائے گا، کیونکہ دعوت دیئے جانے کا حق دار صرف دین ہے، انبیاء کرام، صحابہ کرام، علماء کرام یہ سب دین ہی کی دعوت دیتے رہے ہیں، جب دوسری قومیں اسلام میں داخل ہوئیں تو مذاہب سابقہ کے جو اصول وکلیات ان کے ذہنوں کے اندر تھے، ان سے قانونی سوالات، شبہات اور اعتراضات سامنے آئے اور وہ ان کے جوابات چاہتے تھے، اس اہم ضرورت کو پورا کرنے کے لئے اللہ تعالی نے فقہاء کرام کو پیدا فرمایا اور وہ علم عظیم ان کو عطا فرمایا کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے انہوں نے مدلل مسائل نکال کر ان کے جوابات سے مطمئن فرمایا، جب تک ایک ایک مسئلہ پر متعدد حجتیں قائم نہیں ہوگئیں، ان پر وہ قطعی طور پر مطمئن نہیں ہوگئے اور اس وقت تک اس کو اپنا مذہب قرار نہیں دیا، ان فقہاء کرام کے درمیان اگر استدلالی اختلاف ہوا بھی تو وہ انتہائی دیانت پر مبنی تھا، جس پر ناقابل انکار شہادت "نحن علی الصواب مع احتمال الخطاء والغیر علی الخطاء مع احتمال الصواب" ہے، ہمارا صواب امکان خطا سے خالی نہیں، اور دوسرے ہمارے نزدیک خاطی ہیں؛ لیکن ان کی طرف بھی صواب کا امکان موجود ہے، اس سے بڑا دیانت کا ثبوت کوئی نہیں ہوسکتا۔

دور عباسی میں مختلف مذاہب فقہیہ کے مرتب ومدون ہونے کے بعد لوگوں نے حنفی، مالکی، شافعی حنبلی فقہوں کو قبول کیا؛ لیکن بعد کو یہ علمی انحطاط بھی پیدا ہوگیا کہ اہل علم نے اپنی فقہ کی علمی برتری کو ثابت کرنے کے لئے اس کو تبلیغی بنا کر پیش کرنا شروع کردیا، نتیجتاً دین اور مذہب میں جو فرق تبلیغی اور ترجیحی ہونے کا تھا، وہ برقرار نہیں رہا، جب کہ مذہبِ فقہی کا درجہ عقل انسانی کے دخیل ہونے کی وجہ سے دین سے کم ہے، اور اس فرق مراتب کو باقی رکھنا ضروری ہے؛ لیکن نئے نئے وقائع اور حوادث پیدا ہوتے رہتے ہیں، ہر دور کے نئے نئے حوادث میں الحمدللہ ہمارے مفتی حضرات، علماء کرام مسائلِ وقت کا صحیح حل نکالنے کے لئے پہلے دین اس کے بعد مذہب فقہی کو سامنے رکھتے ہیں، ان دونوں کی روشنی میں دیانت کے ساتھ وقت کے مسائل اور حوادث کا فیصلہ دنیا کے سامنے پیش کردیا جاتا ہے۔

لیکن دور حاضر میں انحطاطِ علمی بعض افراد وطبقات میں یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ انہوں نے دین منزّل من اللہ اور خطاء وصواب کا احتمال رکھنے والے مجتہد فیہ فقہ سے ماخوذ ومستنبط مسالک کو تبلیغی بنا کر دین کے ہم پلہ بنا رکھا ہے، جبکہ مدار نجات اور مستحق تبلیغ فقط دین ہے، مذہب فقہی اور مسلک مختار نہ مدار نجات ہیں اور نہ مستحق تبلیغ ہیں، لہٰذا آگے بڑھ کر اگر میں یہ عرض کروں تو شاید بے جا نہ ہوگا کہ اس انحطاط کے نتیجہ میں ایک ذہنیت یہ پیدا ہوئی کہ لوگ دین سے اتر کر مذہب پر آئے، مذہب سے اتر کر مسلک پر آئے اور آج انحطاطِ علمی یہاں تک پہنچ چکا ہے کہ مشرب جو محض ذوقی چیز

ہے، انہوں نے مسلک کا قائم مقام مشرب تک کو بنا رکھا ہے اور اس کی تبلیغ بھی شروع کر دی ہے، بالفاظ دیگر مسلک سے بھی نیچے اتر کر انہوں نے اپنی ذوقی چیز کو دنیا کے سامنے بطور دین پیش کرنا شروع کر دیا ہے، ان محرومِ علم طبقات کا صحیح الفکر علماء کو پوری قوت سے رد کرنا پڑ رہا ہے۔ (دین اور فقہی مذاہب و مسالک، ص:۱۱)

حضرت والا کا یہ پورا خطبہ اس لائق ہے کہ علماء اس کو سرمہ چشم بنائیں، یہ موجودہ دور میں پائے جانے والے افراط و تفریط کے لئے اکسیر ہے، اس فکری اعتدال کا اظہار بعض مسائل شرعیہ میں بھی ہوتا رہتا تھا؛ جیسے ٹی وی چینل کے بارے میں آپ کی رائے جواز کی تھی اور آپ کا نقطہ نظر تھا کہ جس چیز کو باہر دیکھنا ناجائز ہے، ٹی وی میں دیکھنا بھی ناجائز ہے، اور جس چیز کو باہر دیکھنا جائز ہے، اس کو ٹی وی پر بھی دیکھنا جائز ہے، یعنی آپ ٹی وی اسکرین پر نظر آنے والی شکلوں کو عکس تصور کرتے تھے نہ کہ تصویر۔

مولانا احکام شرعیہ کی تشریح میں بھی افراط و تفریط سے بچنے اور اعتدال و میانہ روی کا راستہ اختیار کرنے کی تلقین کرتے تھے؛ اس لئے چاہتے ہیں کہ تدین اور تمدن دونوں کو ساتھ لے کر چلا جائے؛ چنانچہ فرماتے ہیں:

> ''جس طرح تدین کے برخلاف علی الاطلاق محاذ قائم کرنا الحاد وارتداد کی زد میں آتا ہے، اسی طرح تمدن کے برخلاف علی الاطلاق محاذ قائم کرنا اسلام کے بارے میں اس بدگمانی کی راہ ہموار کر دیتا ہے کہ اسلام عصر حاضر کے ارتقاء پذیر اور غیر معمولی تیز رفتار تمدن کا ساتھ دینے کی صلاحیت نہیں رکھتا'' (خطبات خطیب الاسلام: ۱/۱۸۹)

یہ بڑا اہم لفظ ہے، جہاں تمدن کے تقاضوں کا غلبہ ہوتا ہے، وہاں دین سے انحراف کا مزاج بنتا ہے، اور جہاں تدین میں غلو ہو جاتا ہے، وہاں دین کی ایسی تصویر پیش کی جاتی ہے، جو اپنے عہد کی ضرورتوں سے ہم آہنگ نہیں ہوتی، اور اس کی وجہ سے لوگ دین کو از کار رفتہ چیز تصور کرنے لگتے ہیں، اور اس کا سبب وہ لوگ بنتے ہیں جو شریعت کو ایک بے لچک اور اپنے عہد کی ضرورتوں سے بے نیاز نظام حیات کے طور پر پیش کرتے ہیں؛ چنانچہ آپ نے تقویٰ اور فتویٰ کے موقع و محل کو بڑی خوبصورتی سے واضح فرمایا ہے:

> ''راہ تقویٰ ارباب ہمت وعزیمت کے لئے ہے؛ لیکن فتویٰ کی وسعتیں اس دین فطرت، اسلام میں کم ہمت و بے عزیمت عوام کے لئے ہیں، ان کو عزیمت و ہمت کی راہوں پر چلانے کی کوشش ان کے قلموں کو صراط مستقیم سے ڈگمگانے کا ذریعہ تو بن سکتی ہے؛ لیکن فقدان عزیمت کی وجہ سے راہ تقویٰ پر ان کی استقامت تو دور کی چیز ہے، ان کا اس پر آنا ہی متوقع نہیں ہو سکتا'۔
>
> (خطبات خطیب الاسلام: ۱/۱۹۰)

مولانا اس بات پر بہت زور دیتے ہیں کہ آدمی کسی بھی مذہب فقہی کا مقلد ہو؛ لیکن اسے تمام ائمہ مجتہدین کو اپنا محسن اور اُن کا احترام کرنا چاہئے؛ کیوں کہ ائمہ کا احترام ان کے علم کی وجہ سے ہے نہ کہ اتباع کی وجہ سے؛ اس لئے اتباع چاہے کسی بھی امام کی ہو؛ لیکن احترام سبھوں کا ہونا چاہئے:

> ''ائمہ اجتہاد کا متبع ہمہ وقت اس کا مستحق ہے کہ جس مجتہد کے اتباع پر اس کا یقین بلحاظ دوسرے امام مجتہد کی جانب بدلائل ہو جائے تو اس کیلئے سابق امام کی فقہ سے ہٹ کر دوسرے امام فقہ کا اتباع کرنے میں کوئی امر مانع نہیں ہوگا؛ اسلئے کہ ہر امام فقہ کے مختار مسائل استنباطی ہیں، اور استنباط کا تعلق عقل سے ہے اور عقل احتمال خطاء وصواب سے مبرّا نہیں ہے'' (خطبات خطیب الاسلام: ۱/۴۳۰)

مولانا نے اپنے خطبات میں اس بات پر بار بار زور دیا ہے اور توجہ دلائی ہے کہ مدار نجات اور مستحق تبلیغ فقط دین ہے، مذہب فقہی اور مسلک مختار نہ مدار نجات ہے اور نہ مستحق تبلیغ۔

(خطبات خطیب الاسلام: ۱/۳۱۳)

مولانا نے یہ بات بھی واضح فرمائی ہے کہ تفریق ملت کا بنیادی سبب یہ ہے کہ لوگ دین و مذہب اور مسلک میں فرق مراتب باقی نہیں رکھتے، اگر ان تینوں کو اپنے اپنے دائرے میں رکھا جائے تو یہ بات ملت کے مختلف طبقات میں فکری قُرب پیدا کرنے کا ذریعہ بنے گا۔ (دیکھئے: خطبات خطیب الاسلام: ۱/۵۱۳)

آپ نے بڑے پتہ کی بات کہی ہے کہ مختلف مکاتب فکر کی پیدائش ایسی بات نہیں ہے جس سے گھبرایا جائے، یہ کثرت علم کا فطری نتیجہ ہے؛ چنانچہ فرماتے ہیں:

’’مکاتب فکر سے آپ کو گھبرانے کی ضرورت نہیں، مکاتب فکر وہاں پیدا ہوتے ہیں جہاں کثرت علم ہو، یہ صرف اسلام کی خصوصیت ہے کہ کتاب اللہ جیسی ضخیم وعظیم کتاب اس کے پاس موجود ہے، اور معلم کائنات کی سراپا علم سیرت مقدسہ موجود ہے، اسی کثرت علم کی بنیاد پر اسلام ہی میں مکاتب فکر پیدا ہو سکتے ہیں؛ چنانچہ عہد نبوت میں مکاتب فکر پیدا ہونا شروع ہو گئے تھے، اور اسی بنیاد پر ہمیشہ پیدا ہوتے رہیں گے‘‘۔ (خطبات خطیب الاسلام: ۲/ ۲۱۵)

فقہی مسائل کے علاوہ دوسرے ملی مسائل میں بھی مولانا ہمیشہ اعتدال اور اتحاد کی دعوت دیتے تھے، مثلاً ایک عرصہ سے علماء اور جماعتوں کے کارکنوں کے درمیان کسی قدر دوری پیدا ہوگئی ہے، مولانا نے اس سلسلہ میں دونوں کو تنبیہ کی ہے اور ٹکراؤ سے بچنے کی تلقین فرمائی ہے؛ چنانچہ فرماتے ہیں:

’’علماء اعتراض کریں مبلغین پر، اور مبلغین اعتراض کریں علماء پر، اس سے ضعف اور ٹکراؤ پیدا ہوگا، اور جو کام ہو رہا ہے، وہ بھی رُک جائے گا، اب اگر علماء حضرات جماعت تبلیغ کے مقابل آجائیں اور جماعت تبلیغ مدمقابل علماء کے آجائیں، اور جماعت والے یوں کہیں کہ علماء کا کام صرف یہ ہے کہ وہ مدرسہ میں بیٹھ کر کتابیں پڑھائیں، ان کے پاس دعوت کا کام نہیں ہے، اور علماء یوں کہیں کہ جاہل لوگ تبلیغ کا کام کرتے ہیں، ان کو شعور نہیں ہے تو اس سے ان میں ٹکراؤ پیدا ہو جائے گا‘‘۔ (خطبات خطیب الاسلام: ۲/ ۵۰۷)

غالباً مولانا کے سامنے بعض ایسے علماء ہوں گے، جنہوں نے تبلیغی جماعت کے کمزور پہلوؤں پر نظر رکھی ہوگی، مولانا نے ان کو ایک اصولی ہدایت فرمائی ہے کہ جب تک کسی کام سے فائدہ ہوتا رہے تو نقائص کی اصلاح کرتے رہنا چاہئے اور فوائد میں رُکاوٹ نہیں بننا چاہئے؛ چنانچہ فرماتے ہیں:

’’تبلیغ کا ایک کام ہو رہا ہے، اور اس کا فائدہ بھی ظاہر ہے، اس میں بعض نقائص بھی ہیں؛ لیکن فوائد بھی ہیں؛ لہٰذا اگر نقائص پر زور دیا گیا تو فوائد بھی بند ہو جائیں گے، لہٰذا یہ ہونا چاہئے کہ جو فوائد ہیں، وہ چلتے رہیں اور جو نقائص ہیں ان کی اصلاح کرتے رہیں‘‘۔ (خطبات خطیب الاسلام: ۲/ ۵۰۸)

بہرحال مولانا کی دعوتِ اعتدال اور دعوتِ اتحاد دونوں ہی وقت کی اہم ضرورت کو پوری کرتی ہے، اور امت اور علماء امت کا فریضہ ہے کہ اس دعوت پر لبیک کہیں۔

عام طور پر دینی مدارس سے مربوط اساتذہ اور منتظمین کی فکر مدارس تک محدود ہوتی ہے؛ لیکن مولانا کا دلِ دردمند پوری امت اور بالخصوص نئی نسل کے لئے تڑپتا تھا، وہ چاہتے تھے کہ امت کا ہر بچہ دین کی بنیادی تعلیم حاصل کرلے؛ تاکہ وہ ارتداد وانحراف اور غفلت وکوتاہی کا شکار نہ ہو، اس کے لئے آپ نے جامعہ اردو علی گڑھ کے انداز پر ’’جامعہ دینیات دیوبند‘‘ کے نام سے فاصلاتی تعلیم کا ادارہ قائم فرمایا تھا، جس سے ایک زمانہ تک بڑی تعداد میں عصری تعلیم یافتہ حضرات امتحانات دیتے رہے اور اس کا بڑا نفع ہوا، میں خود کئی عصری تعلیم یافتہ حضرات سے واقف ہوں، جو اپنے لٹریچر میں ’’فاضل جامعہ دینیات‘‘ لکھا کرتے تھے اور اسے اپنے لئے باعث سعادت سمجھتے تھے، میں اسے ایک رسمی کوشش سمجھتا تھا؛ لیکن اجلاس صد سالہ کی تیاری کے دوران دارالعلوم کی طرف سے آپ حیدرآباد تشریف لائے تھے، یہاں علمائے دیوبند کی تنظیم ’’مجلس علمیہ‘‘ نے آپ کے اعزاز میں علماء کی نشست رکھی، جس میں ریاست کے تقریباً تمام ہی علماء جمع تھے، اُس وقت اس ادارہ کے ذمہ دار حضرت مولانا شریف حسین ترمذیؒ تھے، اِس موقع پر حضرت الاستاذ نے ملک کی موجودہ تعلیمی پالیسی اور اسکے اثرات وخطرات کا بہت بصیرت مندانہ تجزیہ فرمایا، جس سے آپ کے عصری حالات کے شعور کا اندازہ ہوا، پھر آپ نے اس کا حل بتایا کہ جیسے دین کے تفصیلی علم کے لئے مدارس اسلامیہ کا نظام قائم ہے، اسی طرح ایک ایسے نظام کی ضرورت ہے، جو ان لوگوں کے لئے حصول تعلیم کا ذریعہ بنے، جو باضابطہ مدرسہ میں تعلیم حاصل نہیں کر سکتے، پھر اُس

پسِ منظر میں ''جامعہ دینیات دیوبند'' کا تذکرہ فرمایا، افسوس کہ ایک عرصہ سے اس ادارہ کی کوششیں موقوف ہیں؛ مگر آج بھی یہ اہم ضرورت ہے، اور اگر دارالعلوم وقف دیوبند اس کا احیاء کرے تو بہت مفید بات ہوگی۔

دینی مدارس کے سلسلہ میں بھی مولانا کی فکر عام روایتی علماء سے کہیں آگے تھی، وہ موجودہ سائنسی اور صنعتی ترقی کے پس منظر میں ایسی دینی درسگاہوں کے قائل تھے، جو عصری اور دینی علوم کی جامع ہوں؛ چنانچہ ۱۸/اکتوبر ۱۹۹۷ء میں منعقد ہونے والی حج کانفرنس میں اپنے صدارتی خطبہ میں ارشاد فرماتے ہیں:

''پیش آنے والے اس دشوارترین مرحلے کا کامیاب حل اس کے سوا دوسرا نہیں ہے کہ عصری اور دینی علوم کی جامع نئی درسگاہیں قائم کی جائیں اور قدیم صالح اور جدید نافع کے حامل ایسے علماء تیار کئے جائیں، جو اکیسویں صدی کی متوقع زبردست مادی ترقی سے نئی مسلم نسل کے سامنے آنے والے نئے سوالات، نئے شبہات، نئے اعتراضات اور نئی تلبیسات کے نہ صرف جوابات ہی دے سکیں؛ بلکہ ان کے مانوس افکار ونظریات کو ملحوظ رکھ کر ان کی محبوب زبان واصطلاحات کے ذریعہ انہیں مطمئن بھی کرسکیں، اور نئے چیلنجوں کا کتاب وسنت کی روشنی میں معقول دلائل کے ساتھ ان کے تار پور بکھیر سکیں''۔ (خطبات خطیب الاسلام: ۲/ ۱۹۹)

مولانا کا یہ تصور علماء کے لئے قابل توجہ ہے، ہندوستان میں تحریک مدارس کے مؤسس حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ ہیں، انہوں نے دارالعلوم کو دینی علوم کی تدریس کے لئے یکسو رکھا؛ کیوں کہ ان کی نظر میں یہ بات تھی کہ عصری علوم کے بہت سے ادارے قائم ہیں، اور حکومت ان کی حوصلہ افزائی کرتی ہے، دینی تعلیم کے ادارے مٹ رہے ہیں، اور مٹائے جارہے ہیں؛ لیکن وہ عصری تعلیم کے مخالف نہیں تھے؛ اسی لئے دارالعلوم کے ابتدائی نصاب میں بھی اس کا لحاظ رکھا گیا، نیز سنسکرت زبان، ریاضی، فلکیات، فلسفہ اور طب کو شامل نصاب کیا گیا، نیز آپ نے سرسید احمد خان مرحوم کو خط لکھتے ہوئے یہ بات لکھی کہ مدرسہ عربیہ دیوبند سے فراغت کے بعد فضلاء اگر علی گڑھ جاکر تعلیم حاصل کریں تو یہ ان کے کمال میں اضافہ کا سبب بنے گی؛ لیکن افسوس کہ حضرت نانوتوی کا عرصۂ حیات بہت کم رہا اور اس کے بعد ملک کے انقلابی حالات اور مسلمانوں کے دین وایمان پر منڈلاتے ہوئے خطرات کی وجہ سے اس جانب توجہ نہیں ہوسکی؛ اس لئے اگر حضرت نانوتوی کے پڑپوتے نے اہل مدارس کو اس جانب متوجہ کیا ہے تو مجھ جیسوں کیلئے چنداں قابل تعجب نہیں، کاش! اہل مدارس اس جانب توجہ کریں۔

مولانا ایان ایک متکلم اسلام کی حیثیت سے جانے جاتے تھے؛ لیکن اس متکلم کے اندر ایک داعی کی شخصیت بھی چھپی ہوئی تھی، وہ دعوت اسلام کے کاموں کو بے حد اہمیت دیتے تھے، اور اس کو امت کا اساسی کام شمار کرتے تھے؛ چنانچہ فرماتے ہیں:

''اسلام کا اساسی موضوع دعوت ہے، دعوت ہی وہ واحد موضوع ہے کہ انسان کی ذکر وفکر کی جوہری قوتوں کے فطری مطالبات کی تکمیل یعنی دعوتی ودینی پر مخاطب کی قوت فکر کے مطالبہ دلیل وبرہان کو پورا کرتا اور قوت ذکر کے مطالبہ عروج ہی کی مکمل رہنمائی کرتا ہے؛ لیکن ذکر وفکر کے ان مطالبات کی تکمیل کرنے والے مکمل نظام کی تشکیل، انسانی استطاعت سے باہر ہے؛ کیوں کہ شعور انسانی دینی دعووں پر اگر عقلی دلائل وثبوت قائم کر بھی لے، تب بھی اللہ کی ذات وصفات اور عالم غیب تک رسائی کے نظام کی تشکیل نبوت کی رہنمائی کے بغیر خالی ہوگی، اور اس مرحلہ پر آکر نبوت کی جانب انسان کی احتیاج کی دلیل کی محتاج نہیں رہی''۔

(خطبات خطیب الاسلام: ۱/ ۱۰۷)

مولانا کے نزدیک اسلام کی دعوت ہی دین حق کے تحفظ کا ذریعہ ہے، اور اسی قوت نے اسلام کے بدخواہوں کو شکست دی ہے، اور ان کے منصوبوں کو ناکام کیا ہے:

''تاریخ کی انمٹ شہادتوں کے مطابق اسلام ہی وہ واحد زندہ وپائندہ دین ہے کہ ہر دور میں اس کے مٹادینے کے بدنہاد خواہش مندوں کو صرف اس کی قوت دعوت ہی نے ذلت ناک شکستوں سے دوچار کیا ہے، جس کی اولین بنیادی وجہ یہ ہے کہ اسلام دیگر مذاہب عالم کی طرح صحت وسقم اور صدق وکذب کے احتمالات

رکھنے والے محض عقلی فلسفوں پر مبنی نہیں؛ بلکہ اسکی اساس وحی ربانی کے ان فطری اور نفسیاتی اصولی ہدایتوں پر قائم ہے کہ جو براہ راست سلیم الفطرت انسان پر مؤثر ہونے کیلئے کسی بیرونی مؤید قوت کی ضرورت مند نہیں''۔

(خطبات خطیب الاسلام: ۱/ ۱۰۴-۱۰۵)

مولانا نے علماء کو خاص طور پر دعوت دی ہے کہ وہ تبلیغ اسلام کو اپنی جدوجہد کا مرکز بنائیں، اور اسٹیج کو تبلیغ مسلک کے بجائے تبلیغ دین کا ذریعہ بنایا کریں:

''دعوت اسلامی ایک حتمی ضرورت ہے، اس کی تکمیل کے لئے عصر حاضر میں منجملہ فرائض یہ بھی ہے کہ مذاہب فقہیہ کی اور مسالک ومکاتب فکریہ کی تبلیغ کی ممنوعیت کو علماء کرام ایک مستقل حیثیت دیں، اور اس ذوق شرعی کی زیادہ ہمت افزائی فرمائیں کہ علماء کرام اسٹیج پر صرف تبلیغ دین منزّل کو اپنائیں، یہی ملت میں فکری وحدت کی بنیاد پر قبول دعوت اسلامی کا واحد وسیلہ بن سکے گا، اور کار دعوت کو خیر القرون کے بابرکت ومؤثر طرز وطریق سے باہر نہ ہونے دیا جائے، اسی طرز نبوت نے فطرت اور شعور انسانی پر اپنی پُرتاثیری کو کسی حجت وبرہان کا ضرورت مند نہیں رہنے دیا''۔

(مجموعۂ مقالات سیمینار: ۲۵-۲۷/ فروری ۲۰۰۵ء، جامعۃ الفلاح اعظم گڑھ)

مولانا مسلمانوں کے اندر دین کی طرف دعوت دینے کو بڑی اہمیت دیتے ہیں اور تنبیہ بھی کرتے ہیں کہ علماء کی طرف سے اس تجربہ شدہ بہترین کام کی مخالفت نہیں ہونی چاہئے؛ لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ بھی فرماتے ہیں کہ اصل میں تبلیغ غیر مسلموں تک دین اور ایمان کی دعوت پہنچانے کا نام ہے؛ چنانچہ اپنے ایک خطاب میں فرماتے ہیں:

''تبلیغ احکام حقیقتاً تبلیغ نہیں ہے، اسے مجازاً تبلیغ کہا جاتا ہے، حقیقت میں تبلیغ اس کا نام ہے کہ غیر مسلموں کو دائرۂ اسلام میں داخل ہونے کی دعوت دی جائے، یہ ایک واقعہ ہے کہ تبلیغ اسلام کا میدان اس وقت خالی سا ہو گیا ہے، گو کچھ جماعتیں کر بھی رہی ہیں، ہر شخص کے لئے ضروری ہے کہ اپنے اپنے رنگ میں دوسروں تک اسلام پہنچائے، پڑھے لکھے ہوں یا بے پڑھے لکھے، بہت سے بے پڑھے لوگوں نے اپنے ذوق سے مل ملا کر سینکڑوں لوگوں کو اسلام کی دولت سے نواز دیا، جن لوگوں میں تبلیغ کرنے کی صلاحیت ہے اگر وہ یہ کہہ کر ٹالتے رہیں کہ فلاں جماعت تبلیغ اسلام کا کام کر رہی ہے تو یہ غلط ہوگا؛ بلکہ ہر شخص کو یہ کرنا چاہئے، اور اس پر دھیان دینا چاہئے''۔ (خطبات خطیب الاسلام: ۲/ ۲۱۵)

طریقۂ دعوت کے سلسلہ میں مولانا کا ذہن بہت وسیع ہے، اور وہ کسی ایک طریقہ پر انحصار کو درست نہیں سمجھتے؛ بلکہ ہر دور کے پُر تاثیر طریقہ کو اختیار کرنے کی دعوت دیتے ہیں؛ چنانچہ اپنے ایک خطاب میں دعوت سے متعلق اہم نکات کا ذکر کرتے ہوئے پانچویں نکتہ کو اس طرح بیان فرمایا ہے:

''عصر رواں میں انسانیت کی اس عظیم خیر خواہانہ خدمت (اسلام کی دعوت وتبلیغ) کے لئے قدرت کے عطا کردہ انٹرنیشنل وسائل علم وخبر کمپیوٹر اور انٹرنیٹ سے جامعات ومدارس کے ارباب بست وکشاد کو وسعت حوصلہ کے ساتھ شرعی حدود میں کام لینا وقت کا اہم اور قابل صد التفات بجا اور برمحل مطالبہ ہے''۔ (خطبات خطیب الاسلام: ۱/ ۱۷۱)

کاش دعوت اسلام کی جو دعوت مولانا نے علماء کو دی ہے، علماء اس پر غور کریں اور جیسے تعلیم وتعلم کو انہوں نے اپنی کوششوں کا مرکز بنایا ہے، اسی طرح برادران وطن میں بھی دعوت اسلام کی جدوجہد کو اپنی بہترین کوششوں کا حصہ بنالیں۔

دعوت دین کا ایک اہم اور مؤثر ذریعہ میڈیا اور جدید ذرائع ابلاغ ہے، مولانا اس کو بڑی اہمیت دیتے ہیں، اور ان کے نزدیک دعوت میڈیا ہی کی ایک تعبیر ہے؛ چنانچہ فرماتے ہیں:

''قرآن کریم نے میڈیا کے لئے انتہائی وسیع المعنیٰ اور جامع ترین لفظ ''دعوت'' استعمال کیا ہے، جو اس کی تمام اصول وفروع میں پیوست صادقانہ حیثیت کو واضح کرنے کے لئے ایک ایسا لفظ ہے کہ جس کا بدل کسی زبان ولغت میں موجود نہیں''۔

(خطبات خطیب الاسلام: ۱/ ۱۶۱)

مولانا اس بات پر افسوس کا اظہار کرتے ہیں کہ جدید ذرائع ابلاغ ایک تو مسلمانوں کو حاصل نہیں، اور جو میسر ہے، اسلام کے لئے ان کا کماحقہ استعمال نہیں ہو رہا ہے، ان کا کہنا ہے کہ اکیسویں

صدی میں اسلامک میڈیا مسلمانوں کا بنیادی ایجنڈہ ہونا چاہئے:

''بصد افسوس اس نا قابل انکار حقیقت کا اظہار بھی ناگزیر ہے کہ یہ ضروری ذرائع ابلاغ دنیا کے سب سے پہلے اور سب سے آخری بین الاقوامی دین فطرت اسلام کو کما حقہ میسر نہیں ہیں، اور جس درجہ میں میسر بھی ہیں، تو ان کا استعمال اسلام کے لئے برمحل نہیں ہو رہا ہے؛ اس لئے ضروری ہے کہ مسلم ارباب فکر اکیسویں صدی کے استقبالیہ ایجنڈے میں اسلامک میڈیا کو اسی اہمیت کے ساتھ شامل فرمائیں کہ اسلام جس کا بجا طور پر ہی نہیں بلکہ لازمی طور پر مستحق اور ضرورت مند ہے''۔ (خطبات خطیب الاسلام: ۱/۳۵۸)

زبان کی حفاظت جس قدر اس حقیر نے حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ اور حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحبؒ کے یہاں دیکھی، کم ہی دوسری جگہ دیکھنے میں آئی؛ ان کی نجی مجلس میں کبھی کسی کی غیبت نہیں سنائی دی، اجلاس صد سالہ کے بعد دارالعلوم میں جو قصۂ نامرضیہ پیش آیا؛ اس میں آپ کو اور آپ کے رفقاء کو جس تکلیف دہ مراحل سے گزرنا پڑا، وہ کسی حقیقت آگاہ سے مخفی نہیں ہے؛ لیکن ان دنوں میں اور اس کے بعد بھی کبھی آپ کی زبان پر دوسرے فریق کے بارے میں کوئی ناشائستہ بات نہیں آئی، آپ کی وفات کے بعد دارالعلوم دیوبند وقف میں منعقد ہونے والے تعزیتی اجلاس میں حضرت مولانا سید ارشد مدنی دامت برکاتہم نے اپنے خطاب میں خاص طور پر اس خوبی کا ذکر فرمایا کہ انہوں نے زمانہ اختلاف میں بھی کبھی اختلاف رکھنے والوں کے بارے میں نہ ناشائستہ زبان استعمال کی اور نہ کبھی اس کو اپنی تقریر اور تحریر کا موضوع بنایا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ بہت بڑا وصف ہے، وہ ایسے حالات سے گذرے، جن میں صبر کا پیمانہ لبریز ہو جاتا ہے اور اچھے اچھوں کو اپنے آپ پر قابو نہیں رہ پاتا؛ لیکن آپ اس امتحان میں یقیناً پورے اترے۔

تیسرا وصف اتحاد امت کی کوشش ہے، اس کی دو مثالیں تو بالکل واضح ہیں، ایک یہ کہ دارالعلوم کے اختلاف نے پورے حلقہ دیوبند میں ایک تقسیم پیدا کر دی تھی، ایک حلقہ مولانا اور ان کے رفقاء کے ساتھ تھا، اور دوسرا موجودہ انتظامیہ کے ساتھ، مقدمہ چل رہا تھا، بعض رقوم منجمد تھیں، اور کچھ باخبر لوگوں کے بیان کے مطابق مقدمہ میں آپ کا موقف زیادہ مضبوط تھا اور جلد ہی فیصلہ آنے کی امید تھی؛ نیز دارالعلوم وقف دیوبند بھی اب استحکام کی منزلیں طے کرنے لگا تھا؛ عین اس وقت آپ نے پیش قدمی کرتے ہوئے حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ کے واسطے سے موجودہ انتظامیہ کو اتحاد کی دعوت دی اور اللہ تعالیٰ مولانا مدنیؒ کو بھی جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے آگے بڑھ کر اس دعوت کا استقبال کیا، اس وقت دارالعلوم وقف سخت معاشی بحران سے گزر رہا تھا، اساتذہ کی کئی کئی ماہ کی تنخواہیں باقی تھیں؛ اگر آپ کی طرف سے مطالبہ ہوتا کہ جو رقمیں منجمد ہیں، وہ پوری کی پوری یا ان کا نصف دارالعلوم وقف کو مل جائے اور کتب خانہ بھی آدھا انہیں دے دیا جائے تو بظاہر نئی انتظامیہ اسے بخوشی قبول کر لیتی اور وقتی طور پر دارالعلوم وقف کی معاشی دشواریوں کا کچھ مداوا بھی ہو جاتا، اسی طرح اگر آپ کی طرف سے دارالعلوم کی شوریٰ کی رکنیت کی شرط عائد کی جاتی تو مقدمہ کی الجھنوں کو ختم کرنے کے لئے شاید اسے بھی قبول کر لیا جاتا؛ بلکہ بعض حضرات سے معلوم ہوا کہ حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ ایسا چاہتے بھی تھے؛ لیکن مولانا نے اپنی طرف سے کسی قسم کا کوئی مطالبہ نہیں رکھا اور ایک طرفہ طور پر پوری منجمد رقم اور کتب خانہ سے دستبردار ہو گئے اور وہ حسنی کردار پیش کیا جو حضرت نانوتوی کے حفید سعید ہونے کی حیثیت سے آپ کے شایانِ شان تھا، اس موقع پر آپ نے حضرت مولانا اسعد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو جو مکتوب لکھا، وہ پڑھنے کے لائق ہے:

''محترم ومکرم جناب مولانا اسعد مدنی صاحب زیدت حسناتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جواباً مکتوب گرامی نے ممنون بھی فرمایا اور مسرور بھی، جماعت کی ایک اہم ترین ضرورت کو محسوس فرماتے ہوئے آپ نے اختلافات ختم کرنے کے بارے میں تائیدی کلمات تحریر فرمائے، اور احقر کی قدیم آرزو کی تکمیل کو متوقع بنا کر مسرت کو مضاعف فرما دیا ہے،

جماعتی وقار اور مسلکی روایات اکابر کی مجروحیت کا سد باب، اختلافات کو یکسر ختم کر دینے میں ہی مضمر ہے، احقر کے خیال میں عمر کے مراحل نہائی میں پہنچ جانے پر ہماری مشترک خواہش و کوشش یہی ہونی چاہئے کہ ہم اپنے بعد آنے والی نئی نسل علماء کو اختلافات کی یہ نامبارک وراثت دے کر نہ جائیں؛ بلکہ حسب روایت اسلاف کرام کے باہم اتحاد و اتفاق ،فکری و عملی وحدت اور مخلصانہ مشترک جذبات خدمت علم و دین دیگر بتوفیق الٰہی ایک اہم ترین جماعتی فریضے سے سبکدوش ہوکر بارگاہ رب العزت میں حاضر ہوں

آپ کی صحت کیلئے دعاء گو ہوں اور دعاء کا خواستگار رہوں۔ والسلام

محمد سالم

مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند

سننے میں آیا کہ بعد میں پیدا ہونے والے بعض اختلافات کے پس منظر میں اختلاف دور کرنے کے لئے جماعت دیوبند کی سب سے بزرگ شخصیت ہونے کی حیثیت سے آپ کو دارالعلوم کا اہتمام اور جمعیۃ علماء ہند کی صدارت بھی پیش کی گئی؛ لیکن آپ نے خوش اسلوبی کے ساتھ معذرت کردی، جب بھی دارالعلوم کی تاریخ لکھی جائے گی، اس میں حضرت نانوتوی کے جذبہ ایثار اور عہدوں سے استغناء کے تذکرہ کے ساتھ ساتھ ان کی تیسری پشت میں پیدا ہونے والی اس شخصیت کا بھی سنہرے حروف میں ذکر کیا جائے گا۔

دوسرا واقعہ ''مسلم مجلس مشاورت'' کا ہے، باہمی اختلاف کی بنیاد پر مجلس مشاورت کے بھی دو ٹکڑے ہو گئے اور ایک ٹکڑا آپ کی زیر صدارت کام کرنے لگا؛ بظاہر مشاورت میں آپ سے بڑھ کر صاحب وجاہت اور صاحب علم کوئی اور شخصیت نہیں تھی؛ یہاں بھی آپ نے اس بکھرے ہوئے شیرازہ کو جمع کرنے کیلئے آگے بڑھ کر خود اپنے عہدہ سے سبکدوشی اختیار کی اور سبھوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر دیا؛ تاکہ ملت کی ایک تنظیم اختلاف و انتشار سے بچ جائے۔

مولانا کا یہ وصف بے حد قابل تقلید ہے، کاش، موجودہ دور میں علماء اور ملی قائدین اس کو اپنے لئے مشعل راہ بنائیں!

اس حقیر کا آپ سے زمانہ طالب علمی میں تو صرف درس گاہ میں تلمذ کا تعلق رہا، نہ زیادہ ملاقات کی نوبت آئی اور نہ آپ کے یہاں زیادہ آمد و رفت کا سلسلہ رہا؛ لیکن فراغت کے بعد اس حقیر کی طرف سے محبت و عقیدت اور آپ کی طرف سے شفقت و عنایت بڑھتی گئی، اس حقیر کی دعوت پر اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) اور المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد کی سرپرستی قبول فرمائی، معہد کے قیام پر دعاء کے لئے خط لکھا تو بڑے حوصلہ افزاء جواب سے نوازا، جب حضرت مولانا مفتی احمد علی سعیدؒ کی وفات ہوئی اور دارالعلوم وقف میں صدر مفتی کا عہدہ خالی ہوا تو بالواسطہ آپ کی طرف سے اس عہدہ کی پیش کش بھی ہوئی، یہ اس حقیر پر آپ کے اعتماد اور حسن ظن کی بات ہے، تنظیم ابناء قدیم نے حضرت نانوتویؒ کی شخصیت پر ایک اہم سمینار منعقد کیا، اس میں میرا مقالہ حضرت نانوتویؒ کی فقہی بصیرت اور اعتدال پر تھا، سمینار کے آخر میں جب ملاقات ہوئی تو حوصلہ افزائی کے کلمات کہے، پھر دارالعلوم وقف میں حکیم الاسلامؒ سمینار منعقد ہوا، اس موقع پر راقم الحروف نے ''حضرت حکیم الاسلام اور دفاع عن الدین'' کا عنوان اختیار کیا، مقالہ سننے کے بعد فرمایا کہ آپ نے اصل فکر قاسمی کو سمجھا ہے اور مختلف تحسینی فقرے کہے، جب تک صحت رہی اور کوئی غیر معمولی عذر پیش نہیں آیا، اکیڈمی کے سمیناروں میں شرکت فرماتے رہے اور اس کے لئے طویل سفر کی مشقت بھی گوارا کرتے رہے، ہر سمینار میں آپ کا خطاب اصولی اہمیت کا حامل ہوتا اور شرکاء کے لئے مشعل راہ کا کام کرتا، پھلواری شریف پٹنہ میں منعقد ہونے والے سمینار میں آپ کے دائیں بائیں حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ اور حضرت مولانا محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم کی نشستیں تھیں، آپ نے فرمایا کہ میں اس وقت برصغیر کے دو سب سے بڑے فقہاء کے درمیان بیٹھا ہوا ہوں اور اکیڈمی کی خدمات کو خوب سراہا، پھر جب دارالعلوم وقف کی شوریٰ بنی تو ازراہ کرم اس حقیر کو بھی اس میں شامل فرمایا، اس حقیر نے جب ''آسان تفسیر قرآن مجید'' کا کام مکمل کیا تو آپ سے اس پر پیش لفظ لکھنے کی درخواست کی، آپ نے باوجود ضعف و مصروفیت

کے اس کو قبول فرمایا اور اس حقیر کے لئے اس کی حیثیت سے اونچے کلمات تحریر فرمائے، حیدرآباد کے ایک فاضل دیوبند محبی مولانا محمد یامین صاحب نے آپ کے خطبات مرتب فرمائے اور انہوں نے کسی سے پیش لفظ لکھوانے کا مشورہ کیا تو اس حقیر کے بارے میں مشورہ دیا کہ اس سے لکھوالو، بحمد اللہ یہ مجموعہ میری کم سوادتحریر کے ساتھ شائع ہوا ہے، اور اس کے متعدد ایڈیشن نکل چکے ہیں۔

ایسا لگتا تھا، جیسے ہر دن آپ کی شفقت بڑھتی جاتی ہو، جب بھی ملاقات کے لئے حاضر ہوتا، دیر تک گفتگو کرتے، ایسی ہی ایک شامِ سعادت اس وقت طلوع ہوئی، جب میں حاضر خدمت ہوا، اور آپ نے احسان وسلوک کے راستہ میں اپنی اجازت وخلافت کا پروانہ ایک بند لفافہ میں عطا کیا اور فرمایا: اسے بعد میں پڑھ لیجئے گا، یہ ۱۴؍شوال المکرم ۱۴۳۳ھ مطابق ۲؍ستمبر ۲۰۱۲ء کی تاریخ تھی، حضرت الاستاذ کے گرامی نامہ کے الفاظ یہ ہیں:

اخی فی اللہ مولانا خالد سیف اللہ صاحب زادکم اللہ صلاحاً واصلاحاً
ووفقکم اللہ لما فیہ خیر الاولیٰ والآخرۃ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
آپ کے علمی اور دینی ذوق وشوق کے ساتھ، احقر کی نگاہ آپ کے عقائد صحیحہ، اخلاق فاضلہ اور اعمال صالحہ پر بطور خاص رہی ہے، الحمدللہ کہ حق تعالیٰ نے آپ کو حُسن نیت کے ساتھ خصوصیات مذکورہ سے نواز کر مصلحیت کی صلاحیت بھی عطا فرمائی ہے؛ اسلئے میں اطمینان قلبی کے تحت بطریق اسلافِ صالحین -- دارین میں صلاح وفلاح کی دعاء کے ساتھ -- آپ کو اجازت دیتا ہوں کہ طالبین بیعت کو آپ توبہ کرادیا کریں، اور ان کو عقائد صحیحہ پر مضبوطی سے قائم رہنے اور بدعات سے بچنے کی پوری قوت اور اصرار سے ہدایات دے کر اپنے سلسلے کے اوراد ذیل کی تلقین کر دیا کریں، اصطلاحاً اس اجازت کو خلافت سے بھی تعبیر کرتے ہیں......
دعاؤں میں یاد رکھیں:

اللّٰھم وفقنا لما تحب وترضیٰ وأن تجعل آخِرتنا خیراً من الأولیٰ وأسأل اللہ تعالیٰ أن یجعلنا ناصري طریقه المستقیم وصلی اللہ علیٰ خیر خلقه محمد وآله وأصحابه أجمعین

(حضرت مولانا) محمد سالم قاسمی (صاحبؒ)
(مہتمم: دارالعلوم وقف دیوبند)

اگرچہ میری نظر میں یہ بھی آپ کی شفقت، حسن ظن اور حوصلہ افزائی ہی کا مظہر ہے؛ ورنہ ''من دانم کہ من آنم''، لیکن میرے لئے یہ بڑی سعادت بختی کی بات تھی؛ کیونکہ یہ علوم ظاہری کے ساتھ ساتھ احسان وتصوف کے باب میں بھی نسبت قاسمی کا حصول تھا، جو دو واسطوں سے حضرت تھانویؒ اور حضرت تھانویؒ کے واسطے سے حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ تک پہنچتا ہے، جو اس راہ میں حلقہ دیوبند کے میر کارواں تھے، اللہ تعالیٰ اس اعتماد کے تقاضوں کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت الاستاذ جہاں علوم ظاہری کے میدان میں ایک کامیاب رہبر تھے، وہیں احسان وسلوک کی راہ میں بھی آپ کا پایہ بلند تھا، آپ ابتداءً والد ماجد کے اشارہ پر حضرت شاہ عبد القادر رائے پوریؒ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے؛ لیکن تربیت خود اپنے والد ماجد سے پائی، اور والد صاحب سے اجازت یافتہ ہوئے، آپ نے اپنے والد صاحب سے متعلق اہل ارادت کی بھی تربیت فرمائی، اور خود آپ سے جو لوگ بیعت ہوئے، اُن کی بھی، آپ نے اس راہ میں جن لوگوں کو اجازت سے سرفراز کیا ہے، ان کی تعداد پچاس ہے، (دیکھئے سیرت وشخصیت، خطیب الاسلام: ۱/ ۳۵۲)
تلاوتِ قرآن مجید اور ذکر کی کثرت کا بڑا اہتمام تھا، یہ بات میں نے سفر حج کے دوران بھی دیکھی اور بعض اور مواقع پر بھی، خاص کر راہ سلوک کے سب سے بڑے عمل ''لایعنی باتوں سے احتراز'' کا تو قدم قدم پر مشاہدہ ہوتا تھا۔

کچھ عرصہ پہلے جب میرے لڑکے مولانا عمر عابدین قاسمی سلمہ مدینہ منورہ میں زیر تعلیم تھے، تو انہوں نے مشہور محدث شیخ محمد عوامہ حفظہ اللہ کے صاحبزادے ڈاکٹر محی الدین محمد عوامہ کے سامنے یہ بات رکھی کہ عالم عرب میں علمائے دیوبند کی خدمات کا تعارف کرانا چاہئے؛ کیوں کہ منظم طور پر ان کے بارے میں بدگمانی پیدا کرنے

کی کوشش کی جارہی ہے؛ چنانچہ ان کے درمیان یہ بات طے پائی کہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے نام سے ایک ''عالمی ایوارڈ'' کا سلسلہ شروع کرنا چاہئے، پھر ان حضرات نے یہ مشورہ شیخ محمد عوامہ اور راقم الحروف کے سامنے رکھا، مجھے بھی یہ رائے پسند آئی، اور طے پایا کہ ''جائزہ قاسمی شخصیتوں کو یہ ایوارڈ پیش کیا جائے، جائزہ کمیٹی کا سرپرست شیخ محمد عوامہ کو، صدر اس حقیر کو، جنرل سکریٹری ڈاکٹر محی الدین محمد عوامہ کو اور سکریٹری مولانا عمر عابدین قاسمی کو منتخب کیا گیا۔

پہلا ایوارڈ ترکی کے ایک بڑے مصلح اور معروف شخصیت شیخ خالد آفندی نقشبندی کو استنبول میں پیش کیا گیا، ایوارڈ کے لئے یہ نام شیخ عوامہ کی طرف سے آیا تھا اور اسے سب نے قبول کیا، دوسرے ایوارڈ کے لئے کئی نام زیر غور تھے، راقم الحروف نے حضرت الاستاذؒ کا نام پیش کیا، اُن کے علمی مقام، تعلیمی واصلاحی خدمات اور حضرت نانوتویؒ سے نسبی تعلق کی بناء پر سبھوں نے اس سے اتفاق کیا، دارالعلوم آزادوِل ساؤتھ افریقہ میں تفویضِ جائزہ کی یہ عظیم الشان تقریب منعقد ہوئی، جس میں تقریباً ۱۰۰ رملکوں کے نمائندہ علماء نے شرکت کی، یہ میرے لئے دو وجہ سے مسرت کا باعث تھا، ایک یہ کہ یہ ایوارڈ حضرت الاستاذ کے لئے ''حق بحقدار رسید'' کا مصداق تھا، دوسرے: ایک درجہ میں مجھے اس کا ذریعہ بننے کی سعادت نصیب ہوئی، اس کے علاوہ آپ کو حکومت مصر کی طرف سے ''برصغیر کے ممتاز عالم کا ایوارڈ'' اور شاہ ولی اللہ اکیڈمی کی طرف سے ''شاہ ولی اللہ ایوارڈ'' بھی ملا تھا؛ لیکن اصل ایوارڈ وہ ہے، جو ان شاء اللہ ان کو ان کے رب کریم کے حضور ملا ہوگا۔

آپ کی صحت وفات سے کچھ عرصہ پہلے تک بھی بہتر تھی، اگرچہ ضعف بڑھ گیا تھا، مگر ذہنی استحضار اور فکری قویٰ میں کوئی فرق نہیں آیا تھا، صرف آخری دنوں میں ذہول کی کیفیت بڑھ گئی تھی؛ لیکن اب بھی چہرہ ایسا روشن اور پُر رونق تھا کہ بیماری کا کوئی اثر نظر نہیں آتا تھا۔

آخر گلشن قاسمی کے اس شجرِ سایہ دار سے ملت اسلامیہ ۲۶ رجب ۱۴۳۹ھ مطابق ۱۴/اپریل ۲۰۱۸ء کو محروم ہوگئی، صاحب زادۂ محترم برادرِ گرامی قدر حضرت مولانا محمد سفیان قاسمی زیدمجدہم (مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند) نے دارالعلوم کے احاطہ میں نماز جنازہ پڑھائی اور شرکاء کا ایسا اژدحام ہوا کہ دیوبند اور مضافات کے اضلاع کی تو گویا ساری خلقت ٹوٹ پڑی تھی، اس کے علاوہ ملک کے دوسرے علاقوں سے بھی ممتاز شخصیتیں پہنچ گئی تھیں، اور آپ کا جسد خاکی زبانِ حال سے کہہ رہا تھا:

ڈھونڈو گے ہمیں ملکوں ملکوں، ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم!

☆☆☆

فکر ونظر کو جلا دینے والی باتیں

خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروقؓ کی بعض باتیں ذیل میں نقل کی جارہی ہیں، یہ باتیں فکر ونظر کو جلا دینے والی اور انسانی زندگی کو صحیح سمت لے جانے والی ہیں۔فرماتے ہیں:۔

تین قسم کے افراد قابل نفرت ہیں

- وہ پڑوسی جو اچھائی دیکھے تو چھپادے لیکن برائی دیکھے تو اس کا چرچا کرتا پھرے۔
- وہ عورت (بیوی) کہ جب تم اس کے پاس ہو تو میٹھی میٹھی باتیں بنائے لیکن جب تم چلے جاؤ تو اپنی کسی بات کا لحاظ نہ رکھے۔
- وہ حکمراں (اور کسی نظم ونسق کا ذمہ دار) جو تمہاری اچھائی کی تعریف تو نہ کرے لیکن جب تم سے برائی سرزد ہو تو تمہاری گرفت کرے

تین چیزیں باعثِ ہلاکت ہیں

- حرص جس کی اطاعت کی جائے …… خواہش نفس جس کی پیروی کی جائے …… خود پسندی وخودنمائی …… اور فرمایا:
- آدمی کا حسب اس کا مال ہے …… اس کا دین اس کی فضیلت ہے …… اس کا خلق اس کی مردانگی ہے۔

آہ! میراثِ سلف کا پاسباں جاتا رہا

حضرت مولانا محمد اسرار الحق قاسمی مدظلہ العالی

۱۸۵۷ء کے انقلاب کے بعد برصغیر کے مسلمانوں کی علمی و دینی رہنمائی میں جن چند خاندانوں نے حصہ لیا اور بھی جن کی نسلیں مختلف میدانوں میں مسلمانوں کی خدمت میں مصروف ہیں، ان میں خاندانِ قاسمی کا نام سب سے نمایاں اور روشن ہے۔

اس خاندان نے نہ صرف ۱۸۵۷ء کے انقلاب میں جہاد کے میدان میں مسلمانوں کی نمائندگی و رہبری کی بلکہ اس کے بعد جب مسلمانوں کی سیاسی قوت ختم ہوگئی اور برطانوی حکومت نے پورے متحدہ ہندوستان میں جگہ جگہ مذہبی مبلغوں کو پھیلا کر مسلمانوں کے دین و ایمان پر ڈاکہ ڈالنا شروع کیا، جس کی وجہ سے یہ خدشہ پیدا ہونا شروع ہوگیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ سیاسی زوال کے بعد ہندوستان کے مسلمان مذہبی اور فکری اعتبار سے بھی گمراہی کا شکار ہوجائیں، تو اس ماحول میں جن لوگوں نے مسلمانوں کے ایمان کے تحفظ کا بیڑہ اُٹھایا، اُن میں حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور ان کے رفقاء کی جماعت سب سے نمایاں تھی، آپ نے اپنی زبردست علمی و فکری لیاقت اور دین کی حفاظت کے مضبوط جذبے کے تحت نہ صرف عیسائی مبلغوں کو ناکوں چنے چبوائے بلکہ بعض غیر مسلم شرپسند پنڈتوں کی سازشوں کو بھی ناکام بنادیا۔ عالم اسلام کی عظیم ترین اسلامی تعلیم گاہ دارالعلوم دیوبند حضرت نانوتوی کے ہی خوابوں کی تعبیر تھی، دارالعلوم دیوبند کا قیام اس لئے عمل میں لایا گیا تھا کہ اس ادارے سے ایسے فضلاء تیار کئے جائیں جو ایک طرف برطانوی حکومت کے خلاف جدوجہد میں حصہ لیں اور دوسری طرف علمی و فکری محاذ کو سنبھالتے ہوئے اسلام اور مسلمانوں پر کئے جانے والے فکری حملوں کا منہ توڑ جواب دینے کے ساتھ ساتھ فرق ضالہ کی طرف سے مسلمانوں کو کمزور کرنے کی سازشوں کو بھی ناکام بنائیں۔ بفضلہٖ تعالیٰ دارالعلوم دیوبند اپنے ان مقاصد میں پوری طرح کامیاب رہا۔

حضرت نانوتویؒ کے بعد آپ کے فرزند حضرت حافظ احمد صاحبؒ اور آپ کے دیگر معنوی فرزندوں نے اس ادارے کو سینچا۔ حضرت حافظ احمدؒ بھی اپنے والد کی علمی و فکری خوبیوں اور امتیازات کے امین تھے اور آپ نے نہ صرف دارالعلوم دیوبند کی انتظامی ذمہ داریاں نبھائیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ علمی کارنامے بھی انجام دیئے۔ آپ کے بعد حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کی پچاس سالہ عملی زندگی تو نہایت روشن و تابناک تھی۔ حضرت قاری صاحبؒ نے فکر قاسمی کو پوری دنیا میں متعارف کروایا، دارالعلوم دیوبند کی ظاہری و معنوی ترقی کو کہاں سے کہاں پہنچادیا، مسند درس و تدریس کو بھی رونق بخشتے رہے اور مختلف علوم و فنون کی امہات کتب کی کامیاب تدریس کا فریضہ انجام دیا۔ حضرت قاری صاحبؒ کے دورِ اہتمام میں ہی دارالعلوم دیوبند نے اپنا عظیم الشان صد سالہ جشن منایا جس میں پوری دنیا کے اہل علم و فکر جمع ہوئے اور انہوں نے دارالعلوم دیوبند کی عظیم الشان و بیش بہا خدمات کو خراج تحسین پیش کیا۔

حضرت قاری صاحبؒ کی کئی اولادیں ہوئیں مگر ان کے علمی و عملی وارث کے طور پر حضرت مولانا محمد سالم قاسمیؒ کو زیادہ شہرت ملی۔ اس کی وجہ بھی تھی کیونکہ حضرت مولانا نے حضرت قاری صاحب کی زندگی میں ہی علمی و عملی میدانوں میں حضرت قاری صاحبؒ کا ہاتھ بٹانا شروع کردیا تھا، آپ کی پیدائش ۱۹۲۶ء میں

ہوئی، ابتدا تا انتہا دار العلوم دیوبند ہی میں تعلیم حاصل کی اور ۱۹۴۸ء میں فضیلت کی تکمیل کی۔ آپ اس وقت غالباً دنیا میں واحد ایسے عالم تھے جنہیں حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے شرف تلمذ حاصل تھا، آپ نے حضرت تھانویؒ سے عربی کی چند ابتدائی کتابیں پڑھی تھیں۔ ان کے علاوہ آپ کے اساتذہ میں حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ، حضرت شیخ الادب مولانا اعزاز علی امروہویؒ، حضرت مولانا عبد الاحد دیوبندیؒ، حضرت علّامہ ابراہیم بلیاویؒ، حضرت مولانا فخر الحسنؒ وغیرہ جیسے عظیم وجلیل القدر اساتذہ شامل ہیں۔

فراغت کے بعد آپ نے اپنی عملی زندگی دار العلوم دیوبند سے شروع کی اور شروع میں عربی کے ابتدائی درجات میں تدریسی خدمات انجام دینے لگے، پھر بتدریج شرح عقائد، مشکوٰۃ شریف، سنن ابوداؤد اور بخاری شریف تک کا درس دیا۔ دار العلوم دیوبند میں لگ بھگ پینتیس سال تک تدریسی خدمات انجام دیں، اسی دوران ایک شعبہ معارف قرآنیہ قائم کیا گیا، جس کے ذمہ دار بھی رہے اور اسی کے تحت قرآن کریم کے اردو تراجم پر ایک قیمتی تحقیقی کتاب مرتب فرمائی۔ آپ کی دیگر تصانیف میں مبادئی التراربیۃ الاسلامیہ، مرد غازی، ایک عظیم تاریخی کارنامہ، مجاہدین آزادی، تاجدار ارض حرم کا پیغام وغیرہ اہم کتابیں ہیں۔ ان کے علاوہ بھی آپ کے قلم سے کئی اہم اور مفید علمی تصنیفات نکل کر اہل علم میں مقبول ومشہور ہوئیں اور لوگ آج بھی ان سے استفادہ کررہے ہیں۔ ساتھ ہی دار العلوم ودار العلوم وقف اور ملک کے دیگر بہت سے رسائل ومجلّات میں مختلف علمی، فکری ودینی موضوعات پر آپ کے بے شمار مقالات ومضامین شائع ہوئے جن سے اہل علم نے استفادہ کیا۔

حضرت مولانا جلالین شریف کے سال میرے بھی استاذ رہے، آپ کا درس مقبول تھا اور طلبہ ذوق وشوق سے آپ کے درس میں حاضر رہتے تھے، سبق کی تشریح وتوضیح عمدہ انداز میں فرماتے تھے اور طلبہ کے اشکالات واعتراضات کا تشفی بخش جواب دیتے تھے۔

آپ کی تقریری صلاحیت بھی زبردست تھی جو وقت کے ساتھ ساتھ اور بھی نکھرتی گئی اور آپ ہندوستان ہی نہیں بیرون ہند میں بھی اپنی سلجھی ہوئی، سنجیدہ علمی تقریر کے حوالہ سے جانے پہچانے لگے، قضیۂ دار العلوم کے بعد جب وقف دار العلوم کی بنیاد رکھی گئی تو اس کی ساری ذمہ داریاں آپ ہی کے سر تھیں، درس وتدریس کے علاوہ ادارے کے تمام انتظامی امور کو خیر وخوبی کے ساتھ انجام دینا بچوں کی رہائش سے لے کر ان کے طعام وغیرہ، اساتذہ وملازمین کی فکر سب کچھ آپ ہی کے ذمہ تھا، جسے آپ نے بخیر وخوبی نبھایا، اور پھر بہت جلد ہی دار العلوم وقف دیوبند نے بھی ایک مؤقر تعلیمی ادارہ کی پہچان حاصل کرلی اور یہاں طلبہ کا عام رجوع ہونے لگا۔ حضرت مولانا کی انتظامی صلاحیت نہایت اعلی وعمدہ تھی اور بڑے سے بڑے پیچیدہ معاملہ کو بھی آپ کی دانشمندی ودور بینی آسانی کے ساتھ حل کردیتی تھی۔

یہی وجہ ہے کہ آپ دار العلوم دیوبند ودار العلوم وقف دیوبند سے طویل وابستگی کے علاوہ متعدد ملّی وسماجی اداروں سے بھی جڑے رہے اور ان کے پلیٹ فارموں سے عام مسلمانوں کی فکری وسماجی خدمت بھی پورے خلوص سے انجام دیتے رہے۔ آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ سے آپ اول دن سے جڑے ہوئے تھے اور اس کے باوقار نائب صدر رہے۔ اس کے علاوہ آل انڈیا مسلم مجلس مشاورت کے صدر رہے ایک زمانہ ایسا بھی آیا کہ مشاورت میں اندرونی تنازعہ پیدا ہوگیا جسے آپ نے نہایت خوبی سے حل فرمایا اور دونوں فریقوں کو ایک دوسرے سے نہ صرف قریب لائے بلکہ مشاورت کو بہت بڑے بحران سے بچالیا۔ ملک کے دیگر اہم تعلیمی اداروں مثلاً مظاہر علوم سہارنپور اور دار العلوم ندوۃ العلماء کی مجلس شوریٰ وانتظامیہ کے بھی مؤقر رکن رہے، معروف عصری دانش گاہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی نے بھی آپ سے استفادہ کیا اور یونیورسٹی

کونسل کے رکن رہے۔ اس کے علاوہ آپ ملک و بیرون ملک کے دیگر دسیوں تعلیمی، رفاہی، سماجی اداروں کے سربراہ یا مرکزی ممبر کی حیثیت سے ان اداروں کی رہنمائی فرماتے رہے۔ آپ کے ذریعہ سے قائم کردہ جامعہ دینیات نے بھی عصری اداروں کے طلبہ و طالبات کو دینی علوم سے قریب لانے اور ان کے اندر دینی علوم کے حصول کا شوق پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اس وقت حضرت مولانا محمد سالم قاسمی رحمۃ اللہ علیہ جماعت دیوبند کے سرپرست، و بزرگ عالم دین تھے، جبکہ آپ کی علمی وجاہت، فکری وسعت اور دانشمندی کو مسلمانوں کے تمام ہی طبقت میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ آپ کی ذات سے اکابر و اسلاف کی بے دمار یادیں وابستہ تھیں۔ آپ نے ہزار ہا طالبان علوم نبوت کو فیض پہنچایا اور بے شمار گم کردہ راہ انسان آپ کی پرخلوش دعوت و تبلیغ سے متاثر ہو کر راہ یاب ہوئے۔ حضرت مولانا میرے استاذ تھے اور آپ علمی صلاحیتوں کے علاوہ بے شمار اخلاقی و عملی خوبیوں سے لیس تھے۔ آپ نے پوری زندگی ملک کے نامور اور مرکزی علمی، سماجی، رفاہی اداروں کی سرپستی و رہنمائی کی اور آپ کی قیادت میں ان اداروں نے بے شمار کارنامے انجام دئے۔ طالب علمی کے زمانہ میں حضرت سے استفادہ کرنے کے علاوہ عملی زندگی میں مختلف مواقع پر میرا حضرت سے استفادہ و استفاضہ کا سلسلہ قائم رہا، اور متعدد ملی و سماجی امور و معاملات میں آپ کے ساتھ ملی مسائل و معاملات سے خصوصی دلچسپی رکھتے تھے، انہیں ہمیشہ مسلمانوں کے حق میں نہایت مخلص اور امت مسلمہ کی مشکلات کے تئیں فکرمند پایا اور اسی فکرمندی کے زیر اثر آپ نے مسلم پرسنل لاء بورڈ اور مسلم مجلس مشاورت جیسے قومی سطح کے اداروں کے پلیٹ فارم سے مسلمانوں کی بے مثال خدمات انجام دیں۔

حضرت مولانا اخلاقی اعتبار سے بھی نہایت بلند پایہ انسان تھے اور ان سے مل کر ہمیشہ ایک خوشگوار احساس ہوتا تھا۔ حضرت مرحوم نے اپنی عملی زندگی میں جو خدمات انجام دیں ہیں یقیناً قابل قدر ہیں اور قابل تقلید بھی ہیں۔ بعد والی نسل کی ذمہ داری ہے کہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی قربانیوں اور آپ کے علمی و عملی خدمات کو اپنے لئے مشعل راہ بنائے اور اس کی روشنی میں زندگی گزارنے اور ملک و ملت کی خدمت کرنے کی کوشش کی جائے۔ حضرت مولانا نے دارالعلوم وقف دیوبند کی شکل میں جو علمی پودا لگایا تھا آج وہ ایک سایہ دار درخت بن گیا ہے اور الحمدللہ آپ کے صاحبزادے حضرت مولانا محمد سفیان قاسمی و (آپ کے نبیرہ) مولانا محمد شکیب قاسمی سلمہ اور دیگر مخلص و اہل علم و فضل ذمہ داران و کارکنان کی انتھک محنتوں کی بدولت روز بروز ترقی کی راہ پر گامزن ہے، میری دعا ہے کہ اس عظیم ادارہ کی خدمات و ترقیات کا سلسلہ جاری و ساری رہے اور خاندان قاسمی کا فیض ساری دنیا کے مسلمانوں کو پہنچتا رہے۔ آمین

فکر و نظر کو جلا دینے والی باتیں

مرد تین قسم کے ہیں

○ ایک وہ کہ جب اسے معاملات پیش آئیں تو اپنی رائے سے اچھے طریقے پر انجام دے۔ ○ دوسرا وہ کہ پیش آمدہ مشکلات میں لوگوں سے مشورہ کرے پھر وہ کرے جس کا اہل الرائے حکم دیں۔ ○ تیسرا وہ جو اپنے معاملے میں نہایت کمزور ہوتا ہے، نہ رہنمائی کا طالب ہوتا ہے نہ رہنما کا مطیع و فرماں بردار۔

عورتیں بھی تین طرح کی ہیں

○ ایک وہ عورت جو عفیفہ، پاکباز، نرم خو، محبت کرنے والی اور کثیر الاولاد ہوتی ہے، اپنے شوہر کی ہمیشہ معاونت کرتی ہے اور اس کے برخلاف دوسروں کی معاونت نہیں کرتی۔ یہ قسم کمیاب ہے۔

○ دوسری وہ عورت جو بچے پیدا کرنے والی سے زیادہ کچھ نہیں ہوتی۔

○ تیسری وہ عورت جو فولاد کا ایک طوق ہوتی ہے جسے اللہ جس کے گلے میں چاہتا ہے ڈال دیتا ہے۔

میرے شیخ میرے مربیّ
حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند وقف؛ بن حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مضمون نگار
مولانا محمد شاہد قاسمی
خادم خاص خطیب الاسلامؒ
(استاذ دارالعلوم وقف دیوبند)

دارالعلوم دیوبند نے ہر دور میں بڑے بڑے قیمتی لعل وگوہر انسان پیدا کئے جن کی علمی دینی خدمات کی پورے عالم اسلام پر چھاپ رہی ہے وہ جہاں بھی گئے اپنے اخلاص وللہیت، خدمت دین اور جوش عمل سے چھا گئے انہی درخشندہ ستاروں اور لائق ترین سپوتوں میں خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب نور اللہ مرقدہ کی ذات گرامی بھی ہے۔

خطیب الاسلامؒ کے علم وعمل زہد وتقویٰ اور تدبر وتفکر جیسے بے شمار پہلوؤں کے جامع شخصیات کی خدمات پر قلم اٹھانا جس عظیم تاریخی اور نفسیاتی بنیادوں کا متقاضی ہے کہ احقر جیسے ادنیٰ طالب علم کیلئے اس کا تصور ہی عزم وہمت کی راہ میں سد سکندری بن جاتا ہے، لیکن مقولہ معروف "مالا یدرک کله لا یترک کله" کے پیش نظر انگلی کٹا کر شہیدوں کی فہرست میں نام شمار کرنے کے لئے کچھ معروضات پیش خدمت ہیں۔

شجرۂ خاندان:

خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم قاسمی نور اللہ مرقدہ، حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم النانوتویؒ (بانی دارالعلوم دیوبند) کے پڑپوتے اور شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد احمد صاحبؒ کے نبیرہ سعید اور حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ (مہتمم دارالعلوم دیوبند وبانی وصدر آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ) کے خلف الرشید وفرزند ارجمند تھے آپ کا سلسلہ نسب ۴۸ / واسطوں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے۔

ولادت:

آپ کی ولادت ۲۲ / جمادی الثانی ۱۳۴۴ھ مطابق ۸ / جنوری ۱۹۲۶ء بروز جمعہ بوقت فجر آستانہ قاسمی دیوبند میں ہوئی۔ حضرت خطیب الاسلامؒ نے اس گہوارہ علم وآگہی میں آنکھیں کھولیں جو وقت کا عظیم خانوادہ مسلک حق کا داعی اور دینی وملی قیادت کا سپہ سالار اعظم تھا، حجۃ الاسلام کے علمی وروحانی ضیاپاسپیوں سے بقعہ نور بنکر جگمگانے والا آستانہ، شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد احمد صاحبؒ کی تعمیری وتنظیمی صلاحیتوں کے خطہ قدس اور حضرت حکیم الاسلام کے گہوارہ علم وعمل کے آستانے میں آپ کی ولادت وپرورش ہوئی اور تربیت کے پاکیزہ مراحل کو پہنچی، قوت گویائی اور آغاز کلمات حق کی پرتاثیر سے ہوئی، آستانۂ قاسمی کیا تھا؟ گویا اکابر کا مرکز تحریک، مسئلہ دعوت وارشاد علم کلام، علم ہیئت، تفسیر وحدیث، معانی وبیان، اور حقائق کے ادراک کی شبانہ جدوجہد یہ آستانۂ قاسمی ہے جہاں خطیب الاسلام نے اپنی طفولیت کے مراحل طے کئے۔

رسم بسم اللہ:

۱۳۵۱ھ میں درویش صفت اویس وقت مولانا محمد اصغر میاں رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مجاز حضرت مولانا حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی نے بسم اللہ پڑھا کر "رَبِّ يَسِّرْ وَلَا تُعَسِّرْ" پڑھاتے ہوئے الف، ب، کا سبق دیا جس تقریب میں دارالعلوم کے اس وقت کے تمام اکابر مولانا حسین احمد مدنیؒ جامع المعقول والمنقول علامہ مولانا ابراہیم بلیاویؒ شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحبؒ اور کبار

علماء واساتذہ جمع وشریک دعاء تھے، اس بابرکت آغاز نے یہ سند دیدی تھی کہ حق تعالیٰ جل مجدہ اس لڑکے سے علم دین کی ایسی خدمات لے گا جو تاریخ کے صفحات کا حصہ بنے گی اور اس کا علمی فیض دیر تک دنیا کو روشناس کرے گا۔

آغاز حفظ:

۱۳۵۳ھ میں حضرت پیرجی گنگوہی رحمۃ اللہ کے پاس حفظ شروع کیا اور ان کی وفات کے بعد مولانا حبیب الرحمن عثمانی صاحبؒ جو اس وقت دارالعلوم کے نائب مہتمم تھے ان کے پاس حفظ کی تکمیل فرمائی، اس کے بعد فارسی خانہ دارالعلوم میں داخل ہوکر تعلیم حاصل کی۔

۶۰/۱۳۵۹ھ میں حضرت مولانا محمد سلیم صاحبؒ (کاندھلوی) ناظم مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ نے دہلی کے فردوس منزل میں ندوۃ المصنّفین کے قریب کے ایک دوسری کوٹھی پر مدرسہ صولتیہ کا دفتر قائم کیا تھا، جس میں خطیب الاسلامؒ کو باجازت حکیم الاسلامؒ بغرض تعلیم عربی اپنے پاس بلالیا تھا، تقریباً ایک ڈیڑھ سال تک مولانا محمد سلیم صاحبؒ کے ساتھ قیام رہا، اس دوران تقریباً روزانہ ہی ندوۃ المصنّفین مین مفکر ملت حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمن صاحب دیوبندیؒ، کے یہاں بھی حاضر ہوتے رہے، اور علم وعمل سے فیض یاب ہوتے رہے۔

حکیم الامت کی شاگردی:

۱۳۶۲ھ میں حضرت حکیم الاسلامؒ نے درس نظامی کی پہلی کتاب "میزان الصرف" کے آغاز کے لئے حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ کے پاس مفتی محمد شفیع صاحب کے ہمراہ تھانہ بھون بھیجا، اس وقت حکیم الاسلامؒ نے ایک رقعہ لکھا، کہ حضرت میں خود ہی حاضر ہوتا لیکن بکار مدرسہ مدراس جارہا ہوں، حکیم الامت نے مدراس پر لائن کھینچ کر جواب میں فرمایا، یااللہ یہ مدراس لائے اور حکیم الامت نے مفتی صاحبؒ سے فرمایا آپ اپنے کھانے کا انتظام باہر کرلیں، یہ لڑکا میرا مہمان رہیگا، حضرت خطیب الاسلامؒ کے ہمراہ مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے بیٹے محمد ذکی صاحبؒ بھی میزان پڑھنے کے لئے حضرت خطیب الاسلامؒ کے ساتھ گئے تھے، حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم دونوں بچے تھے نماز میں شرارت طفلانہ کرتے رہتے تھے جس سے نمازیوں کو پریشانی ہوتی تھی وہاں کے اساتذہ ہماری تنبیہ کیا کرتے تھے، ایک دن حضرت حکیم الامتؒ نے فرمایا آپ لوگوں کو تربیت کرنے نہیں آتی ہے، اور ایک کو پکڑا اور صف کے دوسرے کنارے پر کھڑا کردیا اور فرمایا کہ تربیت اس طرح ہوا کرتی ہے، الغرض ۱۵/۱۶/ دنوں تک تھانہ بھون میں حضرت حکیم الامتؒ کے یہاں قیام رہا جس میں ایک دن حضرت کے بڑے گھر پر کھانا ہوتا تھا اور دوسرے دن حضرتؒ کے چھوٹے گھر پر کھانا ہوتا تھا اس طرح سے حضرت حکیم الامت سے روحانی اور علمی فیض حاصل کرتے ہوئے میزان الصرف کی تکمیل فرمائی، اس کے بعد دارالعلوم میں منشعب کی تکمیل کی، رفتہ رفتہ وقت گذرتا گیا اور دارالعلوم کے اساتذہ سے علمی، روحانی فیض حاصل کرتے ہوئے، ۱۳۶۸ھ مطابق ۴۸/۱۹۴۷ء میں دارالعلوم سے دورہ حدیث شریف کی تکمیل کی۔

نکاح:

۱۹۴۷ء میں ہی حضرت کا نکاح دیوبند کے مشہور وبااثر پیش کار محمد اختر عثمانی کی صاحبزادی "امت الاکرم" صاحبہ سے ماہ مارچ میں ہوا اور رخصتی ماہ دسمبر ۱۹۴۷ء میں ہوئی۔

تدریس:

دارالعلوم سے فراغت کے فوراً بعد دارالعلوم میں عربی درجات میں اعزازی طور پر تدریسی خدمات انجام دینی شروع کی جس میں سب سے پہلے "نورالایضاح" کا آپ نے درس دیا، ایک دوسال بعد ہی دارالعلوم میں مستقل مدرس متعین ہوگئے، اس وقت سے ۱۹۸۲ء تک بلاانقطاع دارالعلوم میں تدریسی خدمات انجام دیتے

رہے جس میں تقریباً تمام ہی کتابیں درس نظامی کی آپ کو پڑھانے کا موقع ملا جس میں شرح عقائد، اور ابوداؤد شریف مدتِ مدید تک آپ کے زیر درس رہی۔

درس تدریس سے وابستگی

تاحیات تقریباً ۷۰ رسال تک برقرار رہی آپ کی تدریس میں معنوی طور پر قاسمی علم کلام کے پرداز پر نکات آفرینی کے ساتھ مشکل مسائل کے مباحث کو آسان اور سہل پیرائے سے مخاطب کو سمجھا دیتے، اگر مخاطب کا ذہن ایک ذرا بھی کتاب سے منحرف ہوا تو اس کے لئے درس بحث کو سمجھنا مشکل ہو جاتا تھا۔

حضرت خطیب الاسلام کا علمی امتیاز:

آپ کو تحریر و مطالعہ کی وہ عادت وقیعہ تھی کہ جس میں بیماری وصحت، سفر وحضر، خوشی وغم، کثرت کار، ہجوم افکار، خلوت وجلوت، میں سے کوئی بھی چیز مانع مطالعہ نہیں بنتی تھی، آپ کی مجالس بڑی جامع اور پر مغز ہوا کرتی تھی بعد عصر آستانۂ قاسمی پر علماء اور طلباء کا ایک جم غفیر رہتا تھا، دار العلوم کے بڑے بڑے اساتذہ اس مجلس علم وعمل میں شریک ہو کر اس سرچشمہ علم ومنبع حکمت سے اپنی تشنگی بجھایا کرتے اور پژمردہ دلوں کو تازگی بخشتے تھے۔

خطابت:

اسی طرح آپؒ کی خطابت علمی بصیرت حکیمانہ نقطہ سنجی اور درس عبرت سے لبریز ہوتی تھی گویا کہ علم کا سمندر ہے جو اپنے اندر سے علوم ومعارف کا خزینہ بہائے جا رہا ہے، ان کی خطابت علوم عقلیہ اور نقلیہ کا شاہکار ہوا کرتی تھی، بعض اوقات اہل علم وفن اور دانشوران وقت بھی حضرت کے علمی تقریر کو سمجھنے سے قاصر ہوتے تھے، چشم دید گواہ ہوں کہ ایک مرتبہ کانپور شہر میں سیرت پر حضرت کی تقریر ہو رہی تھی عوام الناس کا ایک جم غفیر تھا، جو یکایک شور وشغب کرنے لگا کہ حضرت بات سمجھ میں نہیں آرہی ہے کچھ نازل ہو کر اور سہل انداز میں بیان فرمائیں حضرت نے پھر کچھ سہل انداز میں بیان فرمایا پھر دوسری مرتبہ سامعین کھڑے ہو گئے حضرت کچھ اور سہل انداز میں بیان کریں، اس پر حضرت نے فرمایا اس سے نیچے میں نہیں اتر سکتا، اور یہی معاملہ متعدد جگہوں پر پیش آیا اسی طرح تقریباً حضرت کی تحریر کا معاملہ بھی تھا کہ اچھے اچھے لوگ اس تحریر کو سمجھ نہیں پاتے تھے اس قدر بلیغ وفصیح جملے تحریر فرماتے تھے کہ اہل علم بھی بسا اوقات اس تحریر کو دیکھ کر حضرت کے علوم ومعارف کی خصوصیت بیان کر کے خاموش رہ جاتے تھے تحریر وتقریر دونوں ہی حیرت ناک ذہانت وذکاوت کے ساتھ پر تاثیر ہوتی تھی کہ تمام حق پسند افراد کے عقائد اعمال طاعت وعبادات معاملات وتعلقات معاشرت ومعیشت میں ذوق دینی راسخ ہو جاتا تھا۔

حضرت خطیب الاسلامؒ عالمی شخصیت:

حضرت خطیب الاسلامؒ کی شخصیت عالمی پیمانے پر معظم ومحترم تھی، لیکن حضرت والا کی یہ مقبولیت عامہ کی بنیاد محض وقیع علمی صلاحیت پر ہی نہیں تھی بلکہ ان کی مقبولیت درحقیقت حضرت والا کا وہ تقویٰ تھا کہ جو تمام بیرونی اثرات سے مامون ومحفوظ تھا، جس نے حضرت والا میں پاکیزگی کردار کے ساتھ بے خوفی اور ہر قسم کے طمع سے بالاتر ہو کر دجمعی کو ایک پہنچان بنا دیا تھا اور آپ کی دینی قیادت ورہنمائی پر پاکیزگی نیت ایسا قابل حجت بنی ہوتی تھی کہ حق وصداقت سے بڑی سے بڑی طاقت وقوت ہٹا نہیں سکتی تھی، انسانیت نوازی رحم دلی اور مردم سازی بے مثال تھی، ان کا دل ودماغ قلب وجگر اٹھنا بیٹھنا سونا، جاگنا، اعمال وافعال، عبادت وریاضت اور اخلاق وکردار سنت نبوی کا آئینہ دار تھا، وہ اولیائے کاملین وصادقین میں تھے، صوم وصلاۃ کی پابندی کا یہ حال کہ میں نے ۲۸ رسالہ زندگی میں علالت کے زمانے کے علاوہ کوئی نماز قضا پڑھتے ہوئے نہیں دیکھی، اور علالت کا زمانہ بھی ایسا کہ جس وقت نہ اٹھا جا رہا تھا نہ چلا جا رہا تھا بلکہ دن میں دو دو خادم مل کر وضو وغیرہ

کرایا کرتے تھے، ان دنوں میں بھی فجر کے وقت مقررہ وقت پر اٹھ کر قضائے حاجت سے فارغ ہو کر خود سے وضو کر کے سنت پڑھنے کے بعد خادم کو آواز دیتے تھے تا کہ خادم کو زیادہ زحمت نہ ہو اور وہ نیند پوری کر لے۔

حضرت خطیب الاسلامؒ خوبصورت اور خوش سیرت بااخلاق بامروت اور وضع دار ہونے کے ساتھ ساتھ سفر وحضر میں بہت شفیق ونرم اور مہربان تھے میرے لئے تو والد کی حیثیت رکھتے تھے، زندگی کے ہر دائرے میں نرمی وشفقت رکھتے تھے نرم اتنے کہ ایک ادنیٰ سے ادنی آدمی اپنی بات حضرت سے منوالیا کرتا تھا گویا وہ اپنے اور غیروں کے ساتھ ''تعاشروا کالاخوان وتعاملوا کالاجانب'' کے جیتے جاگتے نمونہ تھے، لیکن دین وشریعت اور اصول وضوابط میں اگر کوتاہی یا غلطی ہوتی تو پھر اس وقت ''اشدہم فی امر اللہ عمر'' جیسی شانِ امتیازی رکھتے تھے۔

حضرت خطیب الاسلامؒ کی ذات مبارکہ میں قدرت فیاض نے علم وحلم کو اساسی حیثیت دے کر علمی عرفانی اور اخلاقی صفات کمال کو اس طرح جمع فرما دیا تھا کہ ہر صفت اپنی افادی پہلوؤں پر مشتمل تھی، ان کی ذات گرامی ملت نواز، علمی اور دینی شخصیات میں امتیاز کی حامل تھی کہ جن کی زندگی کے تمام تر شب وروز خدمت علم دین کے لئے وقف رہے، ان کا عہد آغاز ان اکابر اور بزرگوں کے زیر سایہ رہا جو آج تک دینی دائروں میں علماً وعملاً بے مثال عظمتوں کے حامل قرار دیئے جاتے ہیں ساتھ ہی حضرت اقدس حجۃ الاسلامؒ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی ذات گرامی سے نسباً اور بانی دار العلوم کی جملہ خصوصیات علمی وعملی کے مکمل عامل وحامل تھے۔

چنانچہ جس طرح حجۃ الاسلامؒ کے قلب ودماغ میں یہ بات آئی کہ اب تک تو حکومت ہاتھ سے گئی ہے اور حکومت تو آنی جانی ہے مبادی کہیں ایسا نہ ہو کہ دین وایمان ہمارے ہاتھ سے چلا جائے، اسی جذبہ صادق کو لیکر ایک استاذ اور ایک شاگرد محمود دین سے ۱۸۶۶ء میں دار العلوم کی بنیاد ایک انار کے درخت کے نیچے مسجد چھتہ میں رکھی جو درحقیقت ایک مدرسہ نہیں بلکہ ایک تحریک تھی، ٹھیک اسی طرح حضرت خطیب الاسلام کے قلب ودماغ میں یہی جذبۂ صادق آیا کہ نئی مسلم نسل جو اسکولوں کالجوں اور یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کر رہی ہے یقیناً وہ ''قال اللہ وقال الرسول'' اور دین وعقیدے سے نابلد اور ناواقف ہیں ان کے دین وایمان کو بچانے کا کوئی راستہ نکالا جائے چنانچہ دار العلوم کے قیام کے ٹھیک ایک صدی کے بعد ۱۹۶۶ء میں گھر بیٹھے دینی تعلیم حاصل کرنے کا ادارہ بنام جامعہ دینیات اردو دیوبند قائم کیا جو درحقیقت حضرت کی فکری بلندی کا آئینہ دار ہے جس کا مقصد نوجوانانِ ملت کی مادی ترقی میں کسی رکاوٹ کے بغیر عالمی سطح پر ان کو مستند دینی واخلاقی تعلیم دینا ہے اس کے چار امتحانات ابتدائی دینیات/ عالم دینیات / ماہر دینیات اور فاضل دینیات جو بالترتیب آٹھویں کلاس سے B.A. تک مماثل ہیں۔ آج الحمد للہ اس ادارے سے نئی مسلم نسل لڑکے ولڑکیاں تعلیم حاصل کر کے ایمان وعقیدے کی حفاظت کے ساتھ ساتھ اس کی بنیاد پر ڈاکٹر انجینئر وکیل اور ماسٹر وغیرہ بن کر کامیاب زندگی گذار رہے ہیں۔

حضرت خطیب الاسلام کی تربیت والد محترم حکیم الاسلامؒ کی زیر نگرانی ہوئی جو اپنے وقت کے جبل العلم ہونے کے باوجود تواضع وسادگی، استغنا وتوکل علی اللہ کے وصف سے متصف تھے، بقول علامہ اقبالؒ۔

باپ کا علم اگر بیٹے کو نہ ازبر ہو
پھر پسر قابل میراث پدر کیوں کر ہو

حضرتؒ کی شخصیت اپنے والد ماجد کے تمام صفات حمیدہ کا نمونہ تھی جس طرح حضرت حکیم الاسلامؒ نے شہر شہر گاؤں گاؤں ملک ملک کا سفر کر کے دار العلوم کو عالمگیر پیمانے پر متعارف کرایا، ٹھیک اسی طرح حضرت خطیب الاسلامؒ نے دار العلوم کے قضیہ نامرضیہ

کے بعد دارالعلوم وقف کے آغاز سے اپنی حیات مبارکہ تک شہر شہر گاؤں گاؤں ملک ملک کا سفر کر کے دارالعلوم وقف کو عالمگیر پیمانے پر متعارف کرا کر اس مقام پر لا کھڑا کیا کہ جو محتاج تعارف نہیں، روز روشن کی طرح عیاں ہے۔

آپ کی ذات گرامی کا عملی موضوع صرف دین اسلام کی تبلیغ تھی، نیت صالحانہ آپ کی زندگی کے تمام اعمال واقوال اور احوال کو دین کا ترجمان بنا دیا تھا، آپ کی صورت مبارکہ کو دیکھ کر اور کلمات دین وحکمت کو سن کر آپ کے اعمال صالحہ کی پر تاثیری کے نتیجے میں دنیا کے مختلف ملکوں میں بے شمار لوگوں کو دین سے وابستگی میسر آئی۔ یہ پر تاثیری آپ کی نیت کے اخلاص اور عمل کی صالحیت کا نتیجہ تھی، آپ کی زندگی دینی رہنمائی علم وفضل تحریر وتقریر، تعمیر واصلاح عبادت وریاضت دعوت وعزیمت ہی کے دائروں میں کارفرما تھی۔ آپ کے فکر ونظر نے دین کی دعوت وعزیمت کو ایسا اپنایا کہ اسکے سوا کسی دوسری چیز کو اس میں دراندازی کا بھی موقع نصیب نہیں ہوا۔

بیعت وسلوک:

سلوک وطریقت کی راہ میں اولاً حضرت مولانا عبد القادر صاحب رائپوریؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت ہوئے اور ان کے بتائے ہوئے اوراد ووظائف پر عمل کرتے رہے، کچھ ہی وقفہ کے بعد ان کا انتقال ہو گیا، بعدہ اپنے والد ماجد حضرت حکیم الاسلام مولانا محمد طیب صاحبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند بانی وصدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ سے بیعت ہو کر راہ سلوک میں درجہ کمال کو پہونچے پھر رمضان المبارک ۱۳۸۷ھ مطابق ۱۹۶۷ء میں حضرت حکیم الاسلام نے تحریراً خلافت سے نوازا۔

سلوک وطریقت کے سلسلے میں آپ نے جو روحانی ترقی کی اور دعوت الی اللہ اور سنت وشریعت کی ترویج واشاعت میں آپ نے جو مجاہدہ اور قربانی دی اس کا اعتراف آپ کے معاصرین اور ہم نشیں برابر کرتے رہے ہیں۔

عشق نبوی اور سنت نبوی میں اس قدر ڈوبے ہوئے تھے کہ ہر قول وفعل اور علم وعمل میں سنت نبوی کا لحاظ ہمہ وقت رہتا تھا، حضرت کے ہمراہ سفر عمرہ پر جانے کا موقع میسر آیا، جو حضرت کا آخری عمرہ مبارکہ تھا، اس سفر میں دو خادم احقر ناکارہ اور حافظ اقبال صاحب چونا والے ممبئی بھی تھے اور حضرت کے حفید ارشد مولانا محمد شکیب قاسمی صاحب مع اہلیہ محترمہ بھی اس سفر عمرہ میں ہمراہ تھے، اس وقت ایک واقعہ پیش آیا کہ جب حضرتؒ کو ہم خدام وھیل چیئر پر بیٹھا کر روضۂ اطہر صلی اللہ علیہ وسلم پر لیکر حاضر ہوئے اور صلاۃ وسلام میں مشغول عمل ہو گئے تو چند منٹوں بعد ہی حضرت کے بدن پر کپکپی طاری ہو گئی اور جسم گرم ہو گیا، چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا، ہم خدام گھبرا گئے اور فوراً ہی حضرت کو ڈاکٹر کے پاس لے جانے لگے اس وقت حضرت روضہ اطہر سے ہٹنے کو بالکل آمادہ نہیں ہو رہے تھے، لیکن مولانا محمد شکیب قاسمی صاحب ضد کر کے وہاں سے لے آئے اور ڈاکٹر کے پاس لے گئے ابتدائی چیک اپ کے بعد پتہ چلا کہ کوئی بیماری نہیں ہے صرف تنفس اور حرارت کی دوا دے کر ڈاکٹر نے رخصت کر دیا۔

واقعہ درحقیقت یہ تھا کہ حضرت اس وقت عشق نبوی اور محبت نبوی میں ڈوبے ہوئے تھے اور ان پر وجد کی سی کیفیت طاری ہو گئی تھی، لیکن ہم خدام مع حفید ارشد وجد کی کیفیت سے واقف نہ ہونے کی وجہ سے ظاہر پر عمل کر رہے تھے۔

پوری امت کی اصلاح وتربیت کی فکر آپ کو ہمیشہ لگی رہتی تھی، بالخصوص دینی خدمات انجام دینے والے حضرات مثلاً اہل خانقاہ اور اہل تبلیغ کو خصوصی نصائح اور ہدایت فرماتے رہتے تھے اور بے حجابا حق بات کہا کرتے تھے خدا کی راہ میں کسی ملاوٹ کرنے والے کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔

آپ کی شخصیت ملت اسلامیہ کے تمام دینی، اجتماعی، اداری اور مختلف الفکر طبقات کثیرہ میں ہمیشہ متفق علیہ رہی ہے ایسی صفات

حمیدہ سے متصف شخصیات خال خال ہی نظر آتی ہیں وہ اپنی خاندانی روایات اور بلند اخلاق واوصاف کے حامل تھے اپنی قائدانہ صلاحیت خلوص انکساری اور زبان وقلم کے اعتدال کیوجہ سے ملت اسلامیہ کے تمام حلقوں میں مقبول تھے۔

خلافت راشدہ کے عہد آغاز سے برصغیر میں آج تک کی علمی تاریخ جن ارباب فضل وکمال کی لاثانی اور لافانی خدمات سے روشن وتابناک ہے، ان کی بے شمار تعداد پر محیط تذکرے کا یہ وقت قلیل متحمل نہیں ہے، البتہ حضرت خطیب الاسلامؒ کے وقیع علمی تعارف کیلئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ چند مسلّم اکابر رحمہم اللہ کے ایسے مثالی تلامذہ کا تذکرہ ضرور کیا جائے کہ اپنے مشائخ واساتذہ کرام کے وھبی ولدنی علوم ربانیہ کی امانت کو صرف محفوظ ہی نہیں بلکہ اس کو انتہائی عالمانہ سلیقے سے کمال ذہانت کے ساتھ پیش بھی کیا اور اس طرح مستقبل کے علم دوست نسلوں کو سپرد کر کے اپنے بزرگوں کا پورا پورا حق ادا فرمایا ہے جیسے مثلاً حق تعالیٰ کی مشیت سے

حضرت شمس تبریز کو حضرت جلال الدین رومی دیئے گئے۔

حافظ ابن تیمیہ کو ابن قیم دیئے گئے۔

حافظ حدیث ابن حجر عسقلانی کو علامہ سخاویؒ دیئے گئے۔

حافظ ابن ہمام صاحب فتح القدیر کو قاسم ابن مطلوبغا دیئے گئے۔

مسند ہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کو حضرت شاہ عبدالعزیز دیئے گئے۔

سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہؒ صاحب کو حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی دیئے گئے۔

حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی کو شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیئے گئے۔

شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحبؒ کو شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ دیئے گئے۔

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کو حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ دیئے گئے۔

اور حکیم الاسلام مولانا محمد طیب صاحبؒ کو خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحبؒ کی ذات گرامی سے مشرف فرمایا۔

خطیب الاسلامؒ بزرگوں کے امتیازات وخصوصیات کا مظہراتم تھے، بزرگان دارالعلوم کی مقبول عند اللہ تمام نسبتیں حق تعالیٰ نے حضرت کی ذات گرامی میں جمع فرمادیا تھا، جس کی فیض رسانی حضرت کے دور میں عالمگیر پیمانے پر ہوتی رہی اور بواسطہ مستفیدین انشاء اللہ ہوتی رہے گی، حق تعالیٰ اس فیضان سے ملت اسلامیہ کو ہمیشہ مستفید رکھے اور یہ فیضان دائماً جاری رہے۔

حضرت خطیب الاسلامؒ، اتباع سنتِ رسول اللہ ﷺ اور اولیائے عظام کی روحانی سیرتوں کا جیتا جاگتا نمونہ تھے۔

حضرت خطیب الاسلامؒ اپنے دور کے عظیم علمی دینی اور روحانی پیشوا تھے۔

حضرت خطیب الاسلامؒ ظاہری وباطنی محامد ومحاسن کا پیکر بے مثال تھے۔

حضرت خطیب الاسلامؒ حسب ونسب جمال وکمال علم وعمل، اور روحانیت ومعنویت کی جامع ترین شخصیت تھے۔

حضرت خطیب الاسلامؒ ایک آفتاب معرفت تھے جنکے فیوض و برکات کی شعاؤں سے تمام طبقات ملت یکساں مستفید ہوتے تھے۔

حضرت خطیب الاسلامؒ امت کے جملہ مکاتب فکر کے درمیان وسیلہ اتحاد تھے۔

حضرت خطیب الاسلامؒ کی ذات گرامی پوری ملت اسلامیہ کی معتمد تھی لاکھوں اور کروڑوں افراد ان کے گفتار وکردار سے دین صحیح پر آئے، اور مومنانہ اور مخلصانہ زندگی سے آسودہ ہوئے۔

۱۹۸۷ء کی بات ہے کہ جس زمانے میں راقم سطور مدرسہ بشارت العلوم کھڑایاں پتھر ادربھنگہ میں زیر تعلیم تھا۔ وہاں حضرت

خطیب الاسلامؒ کی حاضری ہوئی تھی جس میں احقر کو خدمت کی سعادت نصیب ہوئی تھی اس وقت حضرت کی تقریر اور بذلہ سنجی اور دعاؤں نے مجھ ناچیز کو مسحور کر دیا تھا، چنانچہ ۱۹۸۹ء میں احقر اپنی علمی تشنگی بجھانے کیلئے دارالعلوم کا سفر کیا اور دارالعلوم کے داخلہ امتحان میں شریک ہوا دارالعلوم وقف میں داخلے میں نام آگیا اور سیٹ گل کدہ منزل متصل کمال شاہ مسجد میں ملی، تعلیمی سلسلہ جاری رہا بعد عصر حضرتؒ کی مجلس میں پابندی سے شریک ہوتا رہا۔ اس زمانے میں میرے علاقے کے مولانا عارف صاحب قاسمی حضرت کی خدمت میں رہتے تھے، لیکن ان سے تعارف نہیں تھا۔ ایک سال کا عرصہ گذر گیا ایک دن مولوی عارف صاحب قاسمی نے مجھے بلایا اور کہا کہ حضرت یاد فرما رہے ہیں اس وقت خوشی کی لہر میرے جسم و ذھن میں دوڑ گئی۔ ؎

''کہاں میں اور کہاں یہ نکہت گل''

گرتا پڑتا حاضر خدمت ہوا حضرت نے فرمایا کیا نام ہے؟ کہاں کے ہو؟ کیا پڑھتے ہو؟ سوال و جواب کے بعد فرمایا یہاں بیٹھک میں رہوگے؟ احقر نے سعادت سمجھی اور فرمایا حضرت کا حکم حاضر ہوں۔ گویا ۱۹۹۵ء رمضان کے شروع میں حضرت کے حکم سے بیٹھک میں خادم کی حیثیت سے رہنا شروع کر دیا رفتہ رفتہ دن بدن حضرت سے محبت و عقیدت، ربط و تعلق میں اضافہ ہوتا رہا، ایک دن حضرت نے احقر کو اپنے ہمراہ سفر پر چلنے کے لئے فرمایا، راقم کو سفر کا بڑا شوق تھا۔ اور پھر ایک بزرگ اللہ کے برگزیدہ اور مقبول بندے کی رفاقت اور محبت جو کہ ایک نعمت غیر مترقبہ تھی کوئی معمولی بات نہ تھی ناکارہ کو خود اپنی قسمت پر رشک آیا اور زبان حال سے یوں گویا ہوا۔

کہاں میں اور کہاں یہ نکہت گل   نسیم صبح تیری مہربانی ہے

آپ کے ساتھ یہ میرا پہلا سفر تھا، پھر تو اس کے بعد سفر ہوتے ہی رہے، الحمدللہ ہندوستان کے تقریباً ایک دو صوبے کے علاوہ تمام ہی صوبے کا سفر حضرت کی معیت میں نصیب میں آئی، اس کے علاوہ بھی بیرون ملک، پاکستان، بنگلہ دیش، مصر، دبی، مراکش، کے سفر کی سعادت بھی نصیب ہوئی، حضرتؒ سفر و حضر میں ہمہ وقت بیدار مغز اور چست و توانا رہتے تھے، اپنے خادم کے ساتھ بے تکلفانہ برتاؤ کرتے تھے اور شفقت و نرمی فرماتے تھے، سفر حجر میں تقریباً ایک ہی جیسا معمول، بعد فجر تلاوت قرآن کریم کا ایسا معمول تھا کہ جیسے فرائض کی ادائیگی، بعدہ لکھنے پڑھنے کا معمول بھی دوامیت کے ساتھ، مقامات مقدسہ کی زیارت کا بڑا شوق جس سے احقر بھی لطف اندوز ہوتا تھا، مگر افسوس ہے کہ ناکارہ ان سفروں سے کوئی قیمتی مواد حاصل نہیں کر سکا۔

انہی سفروں میں سے ایک سفر مدھوبنی بہار کے گاؤں دملہ کا ہے جو مدرسہ محمود العلوم دملہ میں ۲۰۰۶ء میں منعقد کرایا گیا تھا۔ اس پروگرام میں نتیش کمار وزیر بہار بھی تھے۔ وزیر صاحب نے حضرت سے اصرار کیا کہ آپ ہمارے ساتھ ہیلی کاپٹر میں چلیں۔ اس پر حضرت نے فرمایا کہ آپ کے ساتھ لاؤ لشکر بھی ہوگا میں اکیلا نہیں ہوں بلکہ خادم بھی ساتھ ہے، اس کے ساتھ ہی جا سکتا ہوں۔ اس پر وزیر صاحب نے فرمایا کہ حضرت میں اپنے ایک بڈی گارڈ کو اتار دیتا ہوں خادم بھی ساتھ چلے گا۔ واہ رے قسمت پھر زبان حال سے یہی کہنا پڑا کہ ؎

کہاں میں اور کہاں یہ نکہت گل

سفر پورا ہوا لیکن حضرت کی استغناء ایسی کہ ان سے نہ تو فون نمبر لیا اور نہ کوئی ایسی بات کی جس سے استغنائیت میں فرق آئے۔

الغرض سفر و حضر میں حضرت کی خاصی معیت تقریباً ۲۸؍ سالوں آخری سانس تک باقی رہی، اور الحمدللہ آخری دعائیں اور آخری وقت کی خدمت بھی نصیب میں آئی۔

ایں سعادت بزور بازو نیست……تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

احقر ان کی معیت میں خوش دل رہتا تھا نہ کوئی غم و اندوہ اور نہ فکر

فرد اتھا، بہت ساری باتیں، سفر وحضر کی یادیں سینے میں محفوظ ہیں، لیکن حضرت کا سایہ عاطفت اٹھ جانے کے بعد نہ جانے کیوں دل و دماغ پر ایسا اثر ہے کہ نہ تو علم وعمل اور نہ ہی طاقت وقوت کارفرما ہے، گویا دل ودماغ، قلب وجگر علم وعمل طاقت وقوت سب ہی ایک طرح سے مفلوج ہوچکے ہیں۔حق تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے، اور کھویا ہوا میر انصیب پھر سے اجاگر کردے۔آمین!

بہر حال دنیا سے ہر کسی کو رخصت ہونا ہے، قدرت الہیہ کے نظام کے تحت دنیا ایک گزرگاہ ہے جس میں روز اول سے انسانوں کی آمدورفت کا سلسلہ جاری ہے۔اس دارفانی میں ہر آنے والا شخص کسی مسافر کی طرح آتا ہے اور اپنا وقت مدعود پورا کرکے ملک بقا کو ہمیشہ ہمیش کے لئے رخصت ہوجاتا ہے۔تمام مخلوق کے لئے موت زندگی کے ابدی خاتمے کا نام ہے جب کہ جن وانس کیلئے موت ایک نئی زندگی کے آغاز کا نام ہے۔جہاں پچھلی زندگی کا حساب چکانا ہے۔موت سے بڑی عبرت کوئی اور نہیں اور موت سے بڑھ کر نصیحت کا سامان کوئی اور نہیں، مرنے والا اپنے اعمال کے علاوہ کوئی چیز ساتھ لیکر نہیں جاتا، ان جانے والوں میں بعض ایسی قابل قدر شخصیت بھی ہوتی ہیں جن کی شاندار خدمات کیوجہ سے دنیا عرصہ دراز تک فراموش نہیں کرپاتی ان کی جدائی کا غم قوم و ملت کے لئے ایک بڑا سانحہ ہوتا ہے، بلکہ دین سے تعلق رکھنے والے ہر فرد کا صدمہ ہوتا ہے، ایسی ہی بلندو بالا شخصیت حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تھی، جو اپنی مختصر علالت کے بعد ۱۴/اپریل ۲۰۱۸ء بروز ہفتہ کو اس دارفانی سے دارالبقا کو ہمیشہ ہمیش کیلئے منتقل ہوگئے، (اناللہ وانا الیہ راجعون) دارالعلوم کے دارالحدیث میں ان کے جسد خاکی کو دیکھ کر ذہن اس طرف متوجہ ہوا کہ یہ انسان کتنا جیتا وجاگتا ہے اسے دیوانہ کہئے یا فرزانہ، بے ہوش کہئے یا باہوش، اس نے دنیا کی تمام مخلوقات کو اپنے علم و قوت کے ذریعہ زیر کررکھا ہے، ہواؤں پر فضاؤں پر اپنی حکمرانی کررکھی ہے بڑے سے بڑے وحشی جانوروں کو اس نے اپنے قبضہ قدرت میں کررکھا ہے غرضیکہ ہر چیز پر قادر قاہر اور غالب ہے، اور اگر مغلوب مقہور اور مجبور ہے تو صرف اس قانون محکم کے سامنے کہ

اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۴۹﴾

آج ان کی تو کل ہماری باری ہے……موت سے کس کو رستگاری ہے

حق تعالیٰ ان کے جملہ حسنات کو قبول فرمائے، اوران کو اعلیٰ علیین میں مقام کریم عطاء فرمائے، اور پسماندگان کو صبر جمیل عطاء فرمائے، آمین!

❁❁❁❁❁❁❁

اس احساس کو جگائے رکھئے!

گناہ کا احساس، غلطی کا اعتراف، اپنی لغزش پر ندامت اور اپنے رب کی طرف رجوع وانابت آئندہ نہ کرنے کا عزم، کسی بندے کا حق مارا ہے تو اس کی تلافی، یہی سب چیزیں ہیں جن کے مجموعے کا نام ''توبہ'' ہے ………… توبہ، قوم وفرد کی زندگی اوران کے شعور کی بیداری کا کھلا ہوا ثبوت ہے، اگر یہ نہ ہو تو سمجھا جائے گا کہ اس قوم یا فرد کے اندر نیک وبد کا امتیاز، صلاح وفساد کا فرق ختم ہوگیا اور رات ودن کی درمیانی لکیر مٹ گئی۔آپ توبہ کے اس احساس کو بہر حال جگائے رکھئے۔حضرت خواجہ فریدالدین گنج شکرؒ (وفات ۶۶۴ھ) نے توبہ کے بارے میں جو عرفانی تفصیلات پیش کی ہیں وہ اس لائق ہیں کہ بندگانِ خدا اور رہروانِ حق انہیں ہمیشہ پیش نگاہ رکھیں۔ ○ توبہ دل: حسد، ریا، لہو ولعب اور تمام نفسانی لذتوں اور شہوت سے صدق دل سے باز آنا۔اس سے دل کی آلائش دور ہوتی ہے جس کے بعد بندہ اور مولیٰ کا حجاب اُٹھ جاتا ہے۔ ○ توبہ زبان: ناشائستہ، بیہودہ، ناروا کلمات زبان پر نہ لانا، زبان صرف خداوند تعالیٰ کے ذکر اور کلام پاک کی تلاوت کیلئے وقف ہونی چاہئے، عشق حقیقی میں وہی مسافر حق ثابت قدم رہ سکتا ہے جس نے دل اور زبان کی توبہ سچائی سے کرلی ہو، زبان کی توبہ کے بغیر صرف دل کی توبہ سے وہ انوارِ عشق کی تجلی نہیں دیکھ سکتا۔آنکھ، کان، ہاتھ اور نفس زبان ہی کے تابع ہیں، اس لئے زبان کی توبہ سے تینوں چیزیں محفوظ رہتی ہیں۔ ○ توجہ چشم: (الف) حرام چیز کو نہ دیکھنا۔ (ب) کسی کا عیب نہ دیکھنا۔ (ج) ظلم ہوتے ہوئے نہ دیکھنا۔ ○ توبہ گوش: ذکر حق کے سوا کوئی اور چیز نہ سننا۔

دیوبندیت اوراعتدالِ فکرونظر

تجزیہ: مولانا ندیم الواجدی مدظلہ

شاعرمشرق علامہ اقبالؒ سے کسی نے پوچھا دیوبندیت کیا ہے، دیوبندیت کسے کہتے ہیں یہ کوئی مذہب ہے یا فرقہ؟ انہوں نے جواب میں فرمایا: نہ کوئی مذہب ہے اورنہ فرقہ بلکہ ہرمعقولیت پسند دیندارکا نام دیوبندی ہے، علامہ اقبال نے جوکچھ ارشادفرمایا اس کاتعلق دیوبند کے ایک جزء یعنی معقولیت پسندی سے ہے۔ اس کے اوربھی عناصرترکیبی ہیں جن میں سے ایک حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ کے الفاظ میں کمال اعتدال وتوسط ہے، دوسرا عمل متوارث ہے اورتیسرا عنصر جامعیت ہے، حقیقت میں ان عناصر کی ترکیب ہی سے مسلک دیوبند تشکیل پاتا ہے اوروہی حقیقی معنوں میں دیوبندی کہلانے کا مستحق ہے جوان عناصر اربعہ پر مبنی دیوبندیت پرعمل پیرا ہو، بہ قول حضرت حکیم الاسلامؒ:

جامعیت واعتدال اوراحتیاط اورمیانہ روی ہی اس مسلک کا جوہر ہے۔ (علمائے دیوبند کادینی رخ اورمسلکی مزاج، ص:۱۰۹)

عمل متوارث کی تشریح کرتے ہوئے حضرت حکیم الاسلامؒ ارشادفرماتے ہیں:

> ’’اتباع سنت بہ توسط اہل انابت ویاتعمیل دین بہ تربیت اہل یقین یااتباع اوامراللہ بہ صحبت اولیاء اللہ‘‘۔

اس ایجاز کی تفصیل اس طرح کی جاسکتی ہے کہ لفظ سنت سے جس کا منبع وسرچشمہ قرآن ہے، پیدا ہونے والے دین کے جتنے بھی شعبے ہیں وہ تمام مسلک دیوبند کا حصہ ہیں، علماء دیوبند نے افراط وتفریط سے ہٹ کر جامعیت اوراعتدال کے ساتھ ان تمام شعبوں کو اپنایا، کسی ایک پرغلو کے ساتھ زور دینا اورکسی دوسرے کونظرانداز کردینا ان کا مسلک نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے یہاں حدیث کے ساتھ اشتغال کوبھی اہم سمجھا گیا ہے اورفقہی موشگافیوں میں انہماک کوبھی، علم کلام کے ساتھ بھی انہیں پوری دلچسپی ہے اورفن تصوف کے ساتھ بھی پوری مناسبت ہے، وہ اسرارشریعت سے بھی بیگانہ نہیں ہیں اورسیاست بھی ان کیلئے شکرممنوعہ نہیں ہے۔ اسی طرح لفظ جماعت کوملحوظ رکھتے ہوئے انہوں نے اسلام کی تمام بنیادی اور مقدس شخصیتوں کو پورپورا احترام دیا ہے، مگراحترام میں اس قدر مبالغہ بھی نہیں کیا کہ ان کی عبادت کا گمان ہونے لگے، اوراتنی دوری بھی نہیں اختیارکی کہ ان کی خدمات سے بیزاری ظاہر ہو، خلاصہ یہ ہے کہ قرآن وسنت اوران سے نکلنے والے تمام شعبوں پر اعتماد اوران تمام شخصیات کااحترام جن کے ذریعہ دین ہم تک پہنچا ہے مسلک دیوبند کا مغز اوراس کا جوہر ہے، اس طرح ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ مسلک دیوبند معتدل بھی ہے اورجامع بھی، یہی وجہ ہے کہ جب لوگوں نے امسلک کواختیار کیاان میں جامعیت بھی رہی ہے اوراعتدال بھی، یہاں میں مولانا محمد تقی عثمانی کے الفاظ مستعار لوں گا، چندسال پہلے دیوبند تشریف آوری کے موقع پر دارالعلوم دیوبند میں ہزاروں علماء اورطلبا کوخطاب کرتے ہوئے انہوں نے اپنے والد ماجد کے یہ الفاظ نقل کئے تھے:

> ’’دیوبند کودیوبند بنانے والی صرف ایک چیز ہے، وہ ہے دین کی صحیح تعبیر، دین کا صحیح تصور، دین کے اوپر صحیح اعتدال والاعمل، دین کا جو معتدل مزاج ہے، دین کی جومعتدل تفسیر ہے وہ اگرہم نے کہیں دیکھی تو دیوبند کے اکابر میں دیکھی‘‘۔ (تازہ سفر: ۹۳، ۹۴)

یہی وہ مسلک ہے جس سے دارالعلوم دیوبند سے فارغ التحصیل ہونے والے ہزاروں علماء وفضلاء وابستہ ہیں، ان کے ذریعے قائم

ہونے والے ہزاروں مدرسے اوران سے نکلنے والے لاکھوں اہل علم بھی خودکو دیو بندی کہلانے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ (سابق مہتمم دارالعلوم دیو بند) کو کہ انہوں نے ''علمائے دیوبند کا دینی رخ اوران کا مسلکی مزاج'' لکھ کر مسلک علماء دیو بند کی تشریح وتفصیل کردی ہے۔

بہ قول مولانا تقی عثمانی مدظلہ:

''اکابر علماء دیو بند کے مسلک ومشرب اورمزاج ومذاق کی وہ خوشبو جوعلماء دیو بند کے فکروعمل سے پھوٹی حضرت قاری صاحبؒ کے قلب وذہن اسے جذب کرکے اس کتاب میں الفاظ ونقوش کی شکل دے دی ہے اورحضرات علماء دیو بند کے فکروعمل کواس طرح کھول کھول کر بیان فرمادیا ہے کہ اسمیں کوئی التباس واشتباہ باقی نہیں رہا''۔(مقدمہ کتاب،ص:۱۱)

حال ہی میں تعزیتی اجلاس اور کسی مرحوم شخصیت پر منعقد ہونے والے سمینار پر جواز اورعدم جواز کے سلسلہ میں جواختلاف رونما ہوا اس نے غوروفکر کے کئی پہلو ہمیں دئے ہیں، ایک تو یہ کہ دیو بندیت کی تشریح وتوضیح کرتے ہوئے ہمیں اس کے کسی ایک جزء کو لے کر اور باقی اجزاء کو چھوڑ کر یہ دعویٰ نہیں کرنا چاہئے کہ یہی دیو بندیت ہے، بہ قول مولانا تقی عثمانی:

''بعض لوگوں نے مسلک علماء دیو بند کے جامع اور معتدل ڈھانچے سے صرف کسی ایک جزا کو لے کراسی جزء کودیو بندیت کے نام سے متعارف کرایااوراس کے دوسرے پہلوؤں کونظرانداز کردیا''۔

اس معتدل اور جامع ڈھانچے کاایک نہایت اہم جزءوہ عمل متوارث بھی ہے جس کی طرف حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ نے اپنی کتاب میں اشارہ کیاہے اور جسے ہم دیڑھ پونے دوسو سال سے برابر دیکھتے آرہے ہیں۔اب تعزیتی اجلاس ہی کو لے لیجئے،حضرت شیخ الہندؒ کے زمانے سے لے کرحکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ کے دوراہتمام تک بلکہ ان کے بعدتک بھی بےشمار نمایاں شخصیات کے سانحہ ارتحال پر تعزیتی جلسے منعقد کئے گئے ہیں اوران میں تعزیتی تقریریں کی گئی ہیں، بعدمیں وہ تقریریں دارالعلوم سے شائع ہونے والے جریدوں میں چھپی بھی ہیں بلکہ مرحومین کے انتقال کے بعدتعزیتی تجاویز لکھی بھی گئی ہیں ان کو مختلف جلسوں میں منظور بھی کیا گیاہے اور بعدمیں یہ تجویزیں مرحومین کے عزیزواقارب کو بھیجی بھی گئیں ہیں، ہم اس متوارث عمل کوکس دائرے میں رکھیں گے، کیاہم یہ کہنے کی جراءت کرسکتے ہیں کہ اس طویل عرصے تک ہون والا مسلسل عمل خلاف شریعت تھا، معلوم ہوا کہ فقہاء کرام نے جس تعزیت جومکروہ یاناجائز کہاہے وہ یہ تعزیت ہے ہی نہیں۔اس کو اُذْکُرُوْا مَحَاسِنَ مَوْتَاکُمْ کاعنوان دے سکتے ہیں،جس کی مرنے کے بعدبھی ہروقت گنجائش ہے، زیادہ سے زیادہ ہم تعزیتی اجلاس کے انعقادکومباح عمل کہہ سکتے ہیں،اسکوحرام یاممنوع قراردینااوراس پر دیو بندیت کالیبل چسپاں کرناکسی بھی طرح مناسب نہیں ہے،ہاں اگراس طرح کےجلسوں میں نوحہ وماتم ہو،سینہ کوبی ہویاکوئی اورامرمنکر ہوتوبلاشبہ اس پرحرمت کافتویٰ لگایاجائےگا۔جن مفتیان کرام نے عدم جواز کافتویٰ دیاہے ان کاتعلق ایسےتعزیتی جلسوں سے ہےجن میں بدعات وخرافات کا ارتکاب کیاجاتاہو،صاف ستھری محفلوں پرعدم جواز کافتویٰ لگانااس اعتدال پسندی کے خلاف ہے جودیو بندیت کاامتیاز ہے۔

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ کے بعدان کے بڑے صاحبزادے خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحبؒ نے اپنی تحریروں اورتقریروں کے ذریعے دیو بندیت کی تشریح و ترجمانی کی،ان کی وفات کے بعد بظاہر دیو بندہی میں نہیں بلکہ ہندوستان میں بھی اس پائے کی کوئی شخصیت نظرنہیں آتی جوہمارے بزرگوں کی طرح معتدل اور جامع فکر کی حامل ہو،جوبزرگوں کی مزاج آشنااوران کےعلوم ومعارف پر دسترس رکھنےوالی بھی ہو۔

اگرچہ دیو بند اس طرح کی شخصیات سے خالی ہوچکاہےمگر

دیوبند سے باہر اب بھی ایک شخصیت موجود ہے جسے ہم دیوبندیت کا ترجمان وشارح کہہ سکتے ہیں، میری مراد حضرت مولانا تقی عثمانی کی ذات گرامی سے ہے، جنہوں نے ساری دنیا میں دیوبندیت کو اپنے فکروعمل سے متعارف کرایا ہے اور وہ آج بھی اسی کام میں لگے ہوئے ہیں۔

سمینار کے حوالے سے جو نیا نقطہ نظر سامنے آیا ہے سمیناروں میں ان حضرات کی مسلسل شرکت سے وہ نقطہ نظر کسی بھی سطح پر ٹھہرتا نظر نہیں آیا، میرے خیال میں دارالعلوم دیوبند کے مہتمم مولانا ابوالقاسم نعمانی نے اس نقطہ نظر پر اپنی تائید سے رجوع کر کے اچھا کیا ہے، یہ بھی ہمارے اکابر کا طرز عمل رہا ہے اور اسے بھی ہم عمل متوارث کہہ سکتے ہیں۔ فقہی کتابوں میں ہمیں جابجا ایسے اقوال ملتے ہیں جن سے ائمہ مجتہدین وارفقہائے کرام نے بلاتکلف رجوع کیا ہے۔ مولانا نعمانی نے اپنے اس خط میں اس نقطہ نظر کو ذاتی قرار دے کر یہ واضح کر دیا ہے کہ دیوبندیت میں کسی کے ذاتی خیال و تفرد کی کوئی گنجائش نہیں ہے، کیا ہی اچھا ہو کہ تمام علماء اپنے ذہنوں میں یہ طے کر لیں کہ ہمیں اپنے خیالات کی بنیاد دیوبندیت کے چار عناصر ترکیبی پر رکھنی ہے۔ ان کے باہر جا کر کوئی منفرد اپنی رائے قائم کر کے اس پر دیوبندیت کا لیبل چسپاں نہیں کرنا ہے۔

اگر اپنے ذاتی خیالات وتفردات کو دیوبندیت قرار دینے کا سلسلہ چل پڑا تو اس سے مسلک دیوبند کو ناقابل تلافی نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے، دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے قابل احترام ممبران اور ارباب اہتمام اس سلسلے میں غور وفکر کر کے کوئی واضح موقف اختیار کریں، اس سے قبل بھی کئی مسائل میں ہمیں بعض حضرات کے کمزور موقف سے شرمندگی اُٹھانی پڑی ہے۔

(یہ مضمون نگار کے اپنے خیالات ہیں)

❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀

روح کا ناشتہ کیا ہے؟

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی دامت برکاتہم فرماتے ہیں:

ایک مرتبہ میں اپنے پیرومرشد حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب کے ساتھ سفر میں تھا، حضرت کی خدمت میں فجر کے بعد حاضری ہوئی تو حضرت نے پوچھا کہ بھائی ناشتہ کرلیا ھے؟

ہم نے کہا حضرت ابھی نہیں کیا وہ فرمانے لگے کیوں نہیں کیا؟ ہم نے کہا کہ میزبان ناشتہ نہیں لائے۔

پھر فرمایا: میں اس ناشتہ کی بات نہیں کر رہا، میں تو روح کے ناشتہ کی بات کر رہا ھوں جو تمہارے اپنے اختیار میں ھے؛ صبح کو کچھ وقت نکال کر اللہ کا ذکر کر لیا کرو، یہ تمہاری روح کا ناشتہ ھے،

جب آدمی صبح کو کچھ کھانے کی چیز کھاتا ھے تو اس ناشتہ سے جسم میں تقویت پیدا ھوتی ھے، اگر انسان ناشتے کے بغیر گھر سے نکل جائے تو کام کرنے میں دشواری ھوگی؛ اسی طرح تم جب اللہ تبارک وتعالی کی بارگاہ میں حاضر ھو کر اللہ جل جلالہ کا ذکر کر لوگے تو یہ تمہارا روحانی ناشتہ ھوجائے گا اور تمہاری روح کو تقویت حاصل ھو جائے گی اس کے بعد جب تم باہر نکلو گے تو تمہارا نفس وشیطان کے ساتھ مقابلہ پیش آئے گا؛ اگر تم نے روح کا ناشتہ کیا ھوگا تو تمہارے اندر نفس وشیطان سے مقابلہ کرنے کی طاقت ھوگی اور پھر وہ تم پر غالب نہیں آسکیں گے۔

درس شعب الایمان؛ ص:150

حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتھم

پیشکش: مکتبہ الحرم دیوبند

مناسب ہدیہ پر دینی کتابیں گھر بیٹھے حاصل کرنے کے لیے

رابطہ کیجئے: 08859220801

حضرت مولانا محمد سالم صاحبؒ کی صحبت بابرکت کی چند یادیں

حضرت مولانا صلاح الدین سیفی صاحب دامت برکاتہم
خانقاہِ فیض اولیاء، ترکیسر، گجرات

یہ عاجز بندہ اپنے گناہوں پر نادم وشرمندہ ۱۹۹۴ء میں تقریبا پانچ ماہ دیوبند، حضرت مولانا محمد سالم صاحبؒ کی زیر تربیت قیام پذیر رہا۔ حضرت نے یہ فرمار کھا تھا کہ عصر بعد مجلس ہوتی ہے اور اس کی ترتیب یہ ہے کہ کوئی سوال کیا جائے پھر اس کا جواب یہ عاجز دے گا۔

چنانچہ یہ عاجز بعد عصر پابندی سے حضرت کے گھر بیٹھک میں جاتا اور حضرت کے خادم خاص مولانا شاہد صاحب مدظلہ حضرت کو اطلاع فرماتے، حضرت تشریف لاتے اور کوئی سوال کیا جاتا، حضرت اس پر مغرب تک بیان فرماتے تھے۔

ایک بار حضرتؒ نے دوران گفتگو فرمایا کہ ایک بار والد صاحب (حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ) نے مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے ہمراہ مجھے حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے پاس ایک رقعہ لکھ کر بھیجا جس میں لکھا تھا:

''حضرت! بندہ دارالعلوم دیوبند کے کام سے سفر مدراس پر جارہا ہے آپ کی تربیت میں محمد سالم کو بھیج رہا ہوں، آپ ان کی فارسی شروع کرادیں۔''

حضرت تھانویؒ نے اسی رقعہ پر جس میں درخواست گذاری گئی تھی، سفر مدراس پر قلم سے دائرہ بنایا اور لکھا:

''اللہ کرے یہ مد۔راس آجائے''۔

آگے فرماتے ہیں: حضرت تھانویؒ کے یہاں قیام رہا، ایک بار میرے ساتھ کسی میرے ہم عمر بچے نے نماز میں بات کرانا چاہی اس پر وہاں کے نگراں ناظم صاحب نے دوسری نماز میں ہمیں تنبیہ کی، حضرت تھانویؒ صف میں شریک ہونے کیلئے تشریف لارہے تھے، حضرت نے جب دیکھا کہ تنبیہ کی جارہی ہے تو حضرت تھانویؒ نے میرا ہاتھ پکڑا اور صف کے کنارے کھڑا کردیا اور دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر دوسرے کنارے کھڑا کردیا اور اس طرح فاصلہ بنا کر اصلاح فرمادی۔

اللہ رب العزت نے حضرت والا کے سینے کو اپنے والد بزرگوار کے علوم ومعارف کا امین بنایا تھا۔ لہٰذا جب گفتگو کرتے تو مسلسل کرتے اور سلیس کرتے؛ نیز جب گفتگو فرماتے تو کسی ایک فرد کو دیکھ کر فرماتے تھے؛ لہٰذا کئی بار اس عاجز نے چاہا کہ کچھ لکھوں لیکن حضرت کی جو نظر اس وقت پڑ رہی ہوتی تھی اس کے سامنے کچھ لکھنا بہت بڑی جرات اور بے باکی تصور ہوتی تھی۔

یقینا حضرت کی ذات گرامی منجانب اللہ امت کیلئے عظیم سرمایہ تھی، خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کو استفادہ کا موقع میسر ہوا اور بڑی محرومی ہے ان کیلئے جنہوں نے استفادہ سے استغناء اختیار کیا۔ کسی نے صحیح کہا کہ بزرگوں سے استفادہ کیلئے دو چیزیں مانع ہیں، ایک عار، اور دوسرا استکبار۔ اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے۔

حضرتؒ غالباً ۱۹۹۵ء کے اکتوبر کے مہینے میں سورت، راندیر کے سفر پر تشریف لائے تھے۔ یہ عاجز ساتھ تھا، شہر راندیر میں کسی گھر

جانا ہوا جو حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ کے مرید تھے اور صاحب فراش تھے، موصوف کو پتہ لگ چکا تھا کہ حضرت مولانا محمد سالم صاحبؒ کارات میں سورت کے اندر بیان ہے۔

چنانچہ جب حضرت بعد عصر ان کی ملاقات وعیادت کیلئے تشریف لے گئے تو موصوف نے پوچھا کیا آپ کا ''سورت'' میں بیان ہے؟ اس پر حضرت نے جواب دیا: ''سنا تو ہے، لوگ کہتے تو ہیں'' اور پھر مسکرائے۔ اس جواب کو سن کر دل خوش ہوگیا، اس میں کتنی بہترین ہماری تربیت ہے کہ اگر یہ جواب دیا جاتا ہے کہ جی ہاں لوگوں نے طے کیا ہے تو اس جواب میں تھوڑی سی تعلّی معلوم ہوتی ہے کہ ہاں میرا بیان طے ہوا ہے اور میں اس قابل ہوں کہ میرا بیان لوگ طے کریں اور میں ان سے خطاب کروں، تو اس جواب میں گویا ادعا ہے۔ لہٰذا حضرت نے ادعا والے جواب سے کنارہ کرتے ہوئے تواضع اختیار کی اور فرمایا ''سنا تو ہے''۔

ایک بار راقم معمول کے مطابق بعد عصر والی مجلس میں شرکت کیلئے بیٹھک میں حاضر ہوا، میرے ہاتھ میں چند کاغذات تھے جو خوشنویسی کی مشق کا نمونہ تھے، اتفاق سے رہائش پر رکھنے کا موقع نہ مل سکا اور ساتھ ہی میں حضرت کے یہاں لے آیا۔

حضرتؒ کی ان پر نظر پڑی، مسکرائے اور فرمایا: ۳؍چیزیں ایسی ہیں جنکا انسان براہ راست معترف ہوتا ہے اور کے دل پر اثر پڑتا ہے۔

حسن صورت (خوش الحانی)، حسن خط، بذات خود حسن۔

پھر فرمایا: ایک بار حیدرآباد جانا ہوا وہاں کسی نے بتلایا کہ ایک جگہ ہے جہاں چاول کے اوپر کچھ لکھا گیا ہے۔ میں نے کہا حضرت! یہ عاجز بھی لکھ لیتا ہے۔ بہت تعجب سے فرمایا تو دکھلایا کیوں نہیں؟ عرض کیا حضرت! موقع تلاش رہا تھا، فرمایا: بس آ گیا موقع کل لے کر آیئے۔ چنانچہ حضرتؒ کا نام اور غالباً دار العلوم لکھ کر حضرتؒ کو ایک شیشی میں بند کر کے چاول کا دانہ پیش کیا، حضرتؒ نے بڑی قدر کی نظر سے دیکھا اور بہت زیادہ مسرت کا اظہار فرمایا۔

بہرحال تقریباً ۵، ۶ ماہ حضرت کی مجالس میں شرکت کی اور حضرت نے موقع بہ موقع عجیب وغریب نصائح کیں، آج سب ماضی بن گیا، لیکن وہ نصیحتیں عمل بن کر میرا حال بن گئیں جو رہتے دم تک ہر اندھیرے میں اجالا بن کر اس عاجز کی رہبری کرتی رہتی ہیں۔ بس یہ عاجز اتنا ضرور کہے گا کہ یہ دور شتر بے مہار کی طرح اکیلے رہنے کا نہیں ہے، اپنی لگام کسی رہبر کامل کے حوالے کر دینا چاہیے، اس لئے کہ اگر نفس وشیطان کے بہکانے سے کبھی راہ راست سے بندہ بھٹک بھی جائے گا تو ان کی صحبت کی برکت دستگیری کر کے پھر راہ راست پر آنے میں مدد کریں گی۔ هُمُ الْجُلَسَاءُ لَا يَشْقَى بِهِمْ جَلِيسُهُمْ. (بخاری)

وہ ایسے سعادت مند ہم نشین ہوتے ہیں کہ ان کے ہم نشین کبھی بدبخت نہیں ہوا کرتے۔

جان کر من جملۂ مئے خانہ تجھے
مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ تجھے

بالآخر راہِ خدا میں چل چل کر تھکنے اور تھک تھک کر چلنے والا یہ تھکا مسافر بروز سنیچر، بتاریخ ۲۷؍رجب المرجب ۱۴۳۹ھ مطابق ۱۴؍اپریل ۲۰۱۸ء دوپہر کو دیوبند کے مزار قاسمی کے گلشن میں اپنے آباء واجداد کے پہلو میں جا کر سو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

درحقیقت یہی وہ ہستی ہیں جنہوں نے دنیا کو کام کی جگہ تو اللہ تعالی نے ان کیلئے قبر کو آرام کی جگہ بنا دیا، اور فرشتوں سے نَمْ كَنَوْمَةِ الْعَرُوْسِ کہلوا کر تھپک کر سلا دیا۔ اللہ تعالی سے دعاء ہے کہ جنّت کو ان کیلئے عیش کی جگہ بنا دے اور پیچھے اُن کے لواحقین و متوسلین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ (آمین یارب العالمین)

حضرت مولانا محمد سالم قاسمیؒ ۔ گود سے گور تک

مولانا شاہنواز بدر قاسمی، ڈائرکٹر وژن انٹرنیشنل اسکول، سہرسہ، بہار

ولادت	:	8/جنوری1926ء
وفات	:	14/اپریل2018ء
نام	:	محمد سالم
والد کا نام	:	حکیم الاسلام قاری محمد طیبؒ
تاریخ پیدائش	:	8/جنوری1926، دیوبند
تعلیم	:	مختلف اساتذہ سے انفرادی طور پر بعد ازاں دارالعلوم دیوبند سے فراغت

خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی خانوادۂ قاسمی کے گل سر سبد اور حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ کے خلف اکبر و جانشین اور دارالعلوم وقف دیوبند کے مہتمم اور اس کے سرپرست تھے۔ نیز حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ کے صحبت یافتہ اور شاگرد بھی تھے۔ زمانۂ تعلیم کے ان کے رفقاء میں کئی ممتاز شخصیات میں سے ایک نام مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کا بھی ہے جو ہدایہ کے سبق میں ان کے ساتھ تھے، ان کے معاصرین اور رفقاء تعلیم میں مولانا اشعد مدنی ابن شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی اور مولانا عتیق الرحمٰن بن مولانا محمد منظور نعمانی وغیرہ شامل ہیں۔

نام ونسب

محمد سالم بن مولانا قاری محمد طیب بن مولانا محمد احمد بن حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم بن اسد علی بن غلام شاہ بن محمد بخش بن علاء الدین ابوالفتح بن محمد مفتی بن عبدالسمیع بن محمد ہاشم بن شاہ محمد بن قاضی طٰہٰ بن مفتی امان اللہ بن قاضی جمال الدین بن قاضی میراں بن قاضی مظہر الدین، جن کا سلسلہ نسب حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیقؓ سے جا ملتا ہے۔ اس علمی خانوادہ اور بزرگ والدین کی گود میں آپ کی ولادت بروز جمعہ ۸/جنوری ۱۹۲۶ء کو دیوبند میں ہوئی۔

سب سے پہلے اس خاندان کے جس فرد نے ہندوستان کا رخ کیا وہ قاضی مظہر الدین ہیں جو نویں صدی ہجری کے اواخر میں سکندر لودھی کے زمانے میں ہندوستان تشریف لائے، اسی زمانہ میں نانوتہ واطراف میں جاٹوں نے سر اُٹھایا، ج کی سرکوبی کیلئے سکندر لودھی نے قاضی مظہر الدین کے فرزند قاضی میراں کی قیادت میں ایک لشکر بھیجا لشکر کی کامیابی پر خوش ہوکر سکندر لودھی نے یہ علاقہ اس خاندان کے نام کر دیا، اس کے بعد سے اس خاندان نے نانوتہ میں بود وباش اختیار کی، پھر دارالعلوم دیوبند کے قیام کے بعد مولانا قاسم نانوتوی اور ان کے اہل خانہ دیوبند کے ہو کے رہ گئے۔

(الامام الاکبر، ص: ۷۴، ۷۵)

تعلیم وتربیت

مولانا نے اپنے والد حضرت حکیم الاسلام کی نگرانی وتربیت میں پرورش پائی، ۱۳۵۱ھ میں تعلیم کا آغاز ہوا، ناظرہ وحفظ قرآن کریم کی تکمیل جناب پیر جی شریف گنگوہی کے یہاں ہوئی۔ فارسی کا چار سالہ نصاب مکمل کیا، آپ کے فارسی کے اساتذہ میں خلیفہ عاقلؒ، مولانا ظہیرؒ، مولانا سید حسنؒ تھے۔ ۱۳۶۲ھ میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے میزان پڑھی۔ یہ عظیم سعادت اس وقت پوری دنیا میں حاصل کرنے والے آپ ہی آخری تھے۔ علوم وفنون کی کتابوں میں کنزل الدقائق مولانا سید اختر حسین میاںؒ سے، مبیذی قاری اصغر صاحبؒ سے، مختصر المعانی ونظم العلوم حضرت مولانا عبدالسمیع سے اور ہدایہ مولانا عبدالاحدؒ سے پڑھی۔ آپ نے ۱۳۶۷ھ مطابق ۱۹۴۸ء میں فراغت حاصل کی، آپ کے دورۂ حدیث کے اساتذہ میں مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، شیخ الادب مولانا اعزاز علیؒ، جامع المعقول والمنقول مولانا ابراہیم بلیاویؒ اور مولانا سید فخر الحسن وغیرہ ہیں۔ (الشیخ محمد سالم القاسمی)

درس وتدریس

ذاتی صلاحیت، علمی پختگی اور خطابی قابلیت کا نتیجہ تھا کہ تعلیمی مراحل سے فراغت کے فوراً بعد ہی دارالعلوم دیوبند میں بحیثیت مدرس مقرر ہوئے اور ابتداءً نورالایضاح اور ترجمۂ قرآن کریم کا درس آپ سے متعلق رہا، پھر بعد میں بخاری شریف، ابوداؤد شریف، مشکوٰۃ شریف، ہدایہ شرح عقائد وغیرہ کتابیں آپ سے متعلق رہیں۔

امتیازی کمالات

آپ جملہ علوم وفنون میں ممتاز صلاحیتوں کے مالک، بالغ نظر، بلند فکر کے حامل تھے، علوم قاسمی کی تشریح وتفہیم میں حکیم الاسلامؒ کے بعد شاید ہی آپ کا کوئی ہم پلہ ہو، ہمیشہ علمی کاموں کے محرک رہے، زمانہ تدریس میں دارالعلوم دیوبند میں ایک تحقیقی شعبہ مرکز المعارف کا قیام عمل میں آیا اور اس کے ذمہ دار بنائے گئے، ۱۹۶۶ء میں مراسلاتی طریقہ تعلیم کی بنیاد پر اسلامی علوم ومعارف کو جدید جامعات میں مصروف تعلیم طلبا وطالبات کیلئے آسان وقابل حصول بنانے کی غرض سے جامعہ دینیات دیوبند قائم فرمایا جو کہ اس دور کا خوبصورت ترین طریقہ تعلیم تھا، آپ نے قرآن کریم پر ایک خاص حیثیت سے کام کا آغاز کیا، افسوس کہ یہ عظیم فاصلانہ علمی کام شورش دارالعلوم کی نذر ہوگئی آپ کے عالمانہ وحکیمانہ خطاب کا شہرہ عہد شباب ہی میں ملک کی سرحدوں کو پار کر چکا تھا علم میں گہرائی، فکر میں گیرائی، مطالعہ میں وسعت، مزاج میں شرافت اور باقاعدگی، زبان سے نکلا ہوا ہر جملہ فکر وبصیرت سے سمنور، حکمت وفلسفہ کے رنگ میں کتاب وسنت کی بے مثال تشریح وتفہیم کا ملکہ، مدلل اسلوب گفتگو وصائب الرائے، یہ وہ امتیازی کمالات ہیں جن سے آپ کی ذات مرصع ومزین تھی۔ (حیات طیب، ج:۱)

قیام دارالعلوم وقف دیوبند

۱۴۰۳ھ مطابق ۱۹۸۲ء میں دارالعلوم میں پیدا ہونے والے اختلافات کے بعد آپ نے اپنے رفقاء کے تعاون سے دارالعلوم وقف قائم کیا جس کے شروع سے مہتمم اور سرپرست رہے۔

عہدے ومناصب

❁ مسلم پرسنل لاء بورڈ کے ماضی میں رکن مجلس عاملہ اور اب نائب صدر، ❁ سرپرست دارالعلوم وقف دیوبند، ❁ صدر مجلس مشاورت، ❁ رکن مجلس انتظامیہ شوریٰ ندوۃ العلماء، ❁ رکن مجلس شوریٰ مظاہر العلوم وقف، ❁ مسلم یونیورسٹی علیگڑھ کے کورٹ کے رکن، ❁ سرپرست کل ہند رابطۂ مساجد، ❁ سرپرست اسلامک فقہ اکیڈیمی انڈیا۔

انعامات واعزازات

❁ مصری حکومت کی طرف سے برصغیر کے ممتاز عالم کا نشانِ امتیاز، ❁ مولانا قاسم نانوتوی ایوارڈ، ❁ حضرت شاہ ولی اللہؒ ایوارڈ، ❁ مزید اور بہت سے انعامات واعزازات سے آپ کو نوازا گیا۔

انفرادی خصوصیت

اللہ تبارک وتعالیٰ نے مولانا کو گونا گوں خصوصیات اور بے شمار انفرادی صفات سے نوازا، لیکن مولانا کی ایک اہم خصوصیت جس کا ہر ایک کو اعتراف ہے وہ امت اور ملت کی فکر میں اپنا سب کچھ قربان کر دینا ہے، وہ آخری وقت تک امت کی فکر میں اور اس کی خیر واصلاح کے سلسلہ میں متفکر رہے۔

ایک اہم کارنامہ

یوں تو مولانا نے مختلف طریقے پر دین کی خدمات انجام دیں، لیکن مولانا کا سب سے بڑا اور اہم کارنامہ دینیات کے نصاب کا قیام اور اس کی اشاعت وترویج ہے۔ مولانا نے جب یہ محسوس کیا کہ بچوں اور بچیوں کی تعلیم کے ادارے تو بہت ہیں، اور ان میں اضافہ بھی ہوتا جا رہا ہے لیکن بڑی عمر کے لوگوں کیلئے دینی تعلیم کا کوئی نظم نہیں ہے، تو اس مقصد کے پیش نظر ۱۹۶۶ء میں مولانا نے جامعہ دینیات کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا اور اس کے ذریعہ گھر

بیٹھے دینی تعلیم حاصل کرنے کا آسان طریقہ متعارف کرایا جو آج تک جاری ہے۔

اولاد

❁ محمد سلمان قاسمی ❁ اسماء اعجاز ❁ محمد سفیان قاسمی ❁ محمد عدنان قاسمی ❁ عظمیٰ ناہید ❁ حافظ محمد عاصم قاسمی

اخلاق وعادات

مولانا خاندانِ قاسمی کی بہت سی خوبیوں اور خصوصیات کے وارث وامین ہیں، ہر جماعت اور ہر طبقے کیلئے محترم، باوجودیکہ ان کے خلاف باضابطہ مہم بھی چلائی گئی، ان کو مطعون کرنے کی کوشش کی گئی، مگر کبھی تقریر یا تحریر کے ذریعہ کسی کے خلاف بولنے کے روادار نہیں ہوئے، نہ غیبت کرنا جانتے ہیں، نہ سننا پسند کرتے ہیں، سخت ترین مخالف کے خلاف بھی لب کشائی نہیں فرماتے، مجلس میں ہوں تو باوقار، اسٹیج پر ہوں تو نمونۂ اسلاف، سفر میں ہوں تو مرنجانِ مرنج وخوش مزاج، مدارس کے اجلاس میں شرکت کرتے ہیں، مگر سفر کے تعب ومشقت کا قطعی تذکرہ نہیں، ہر طرح کے سفر اور محنت ومشقت کے خوگر۔

اساتذہ

❁ حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ
❁ حضرت علّامہ ابراہیم بلیاویؒ
❁ شیخ الادب مولانا اعزاز علی امروہویؒ
❁ شیخ الحدیث مولانا فخر الحسن گنگوہیؒ
❁ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ
❁ حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ
❁ شیخ الاسلام حضرت حسین احمد مدنیؒ

تحقیق وتصنیف

کثرتِ اسفار اور بے پناہ مشغولیات کے باوجود مولانا تالیف وتصنیف کیلئے بھی کچھ وقت نکال لیتے تھے، مختلف مقدمات اور بے شمار تقریظات لکھیں ہیں، چند کتابیں بھی طبع ہو چکی ہیں اور بہت سارا مواد منتظرِ طباعت ہیں، مطبوعہ کتب میں:

❁ ''مبادی التربیۃ الاسلامیہ'' (عربی)
❁ ''تاجدار ارضِ حرم کا پیغام''
❁ ''مردِ غازی''
❁ ''عظیم تاریخی خدمت''۔ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

ان سب کے باوجود حقیقت یہ ہے کہ مولانا نے باضابطہ طور پر اگرچہ تصنیف وتحقیق کا میدان اختیار نہ کیا لیکن ان کے تبحر علمی سے مستفید ہو کر اربابِ علم وفضل نے مختلف موضوعات پر کئی اہم کتابیں تصنیف کی ہیں، اور حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیبؒ کے خطبات، مقالات، ملفوظات اور رسائل کے مجموعے ان کی رہنمائی اور نگرانی میں شائع ہو چکے ہیں، دوسری جانب حجۃ الاسلام اکیڈمی کے ذریعہ بہت سے علمی کام بھی انجام پائے، خصوصاً سوانحی موضوعات پر کتابیں شائع ہوئیں۔

تعلق بیعت وارشاد

مولانا محمد سالمؒ نے بیعت وارادت کا تعلق حضرت مولانا شاہ عبدالقادری صاحب رائے پوریؒ سے قائم کیا، لیکن اصلاح وتربیت اپنے والد ماجد حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ سے لی اور ان کے مجاز بیعت وارشاد ہو کر ان کے متوسلین اور خلفاء کی تربیت فرمائی۔

مولانا کے سلوک وارشاد میں تربیت واجازت پانے والوں میں ایک بڑی تعداد ہے، اجازت یافتہ حضرات کی تعداد ۱۰۰ سے متجاوز ہے۔ اس طرح الحمدللہ علم کا وہ بحر بیکراں جو امام نانوتویؒ کے ہاتھوں کی انگلیوں سے جاری ہوا تھا اور وہ تحریک جس کا مقصد ہندوستان میں اسلام کی شمع کو روشن رکھنا تھا، اسے ان کے انتہائی لائق وفائق، علمی وصلبی ورثاء نے آخری سانس تک جاری رکھا۔

علوم قاسمی کے شارح، فکر دیوبند کے ترجمان

مولانا ڈاکٹر محمد شکیب قاسمی زید فضلہ

ڈائرکٹر حجۃ الاسلام اکیڈمی واستاذ دار العلوم وقف دیوبند

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کائنات کو اپنی قدرت کاملہ سے وجود بخشا اور اس میں اپنی منشا کے مطابق مخلوقات پیدا فرمائی، انسان کو اشرف المخلوقات قرار دیا اور اس اشرفیت وفضیلت کو برقرار رکھنے کیلئے انبیائے کرام علیہم السلام کا ایک کہکشانی افق قائم فرمادیا۔ پھر وہ سلسلہ مکمل ہوگیا تو سرورکونین علیہ افضل الصلوٰات والتّسلیمات کی اُمّت کے علمائے کرام کو نیابت انبیاا کا عہدہ دیا گیا اور دینی، تعلیمی تبلیغی اور اصلاحی مشن کو آگے بڑھانے اور انسانیت کو خدا کا پیغام پہنچانے پر مامور کیا گیا۔ یہ علماء ہر زمانے میں آتے رہے اور اپنی اپنی مقدور بھر ذمہ داریاں ادا کرتے رہے اور یہ سلسلہ تا حال جاری ہے اور جاری رہے گا، انشاء اللہ!

شخصیات بہ حیثیت علم وفضل اور خدمات و کارنامہ مختلف مراتب و درجات کی ہوتی ہیں جو کہ خالص اللہ کے فضل وعطا کی برکت سے اپنی اپنی نوعیت کی خدمات انجام دیتی ہیں۔ جماعت دیوبند کو اللہ تبارک وتعالی نے ایسی بے شمار عبقری شخصیات عطا فرمائیں، جن سے خیر القرون کی یاد تازہ ہوگئی، ابتدائی صدیوں کی شخصیات ان کے کارنامے، ان کی متنوع خدمات، سب کی گویا تاریخ دہرائی گئی۔ اس جماعت کے سرے میں جہاں حجۃ الاسلام الامام محمد قاسم النانوتویؒ بانی دار العلوم دیوبند اور امام الاولیاء رشید احمد گنگوہیؒ اور دیگر بزرگان دین ہیں، وہیں اس سلسلے کو آگے بڑھانے والے علمائے عظام کی ایک طویل فہرست ہے جسے آسمان علم وفن کے آفتاب و ماہتاب کہہ سکتے ہیں تو وہیں حضرت الامام النانوتویؒ کے سلالۃ العنبر والزعفران میں فخر الاسلام حصرت مولانا حافظ محمد احمد صاحبؒ، ان کے صاحبزادے حکیم الاسلام حضرت مولانا محمد طیب صاحبؒ اور ان کے صاحب زادگان میں خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمیؒ (صدر مہتمم دار العلوم وقف دیوبند ونائب صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ) ہیں۔ یہ وہ حضرات ہیں جنہوں نے فکر ولی اللہی (فکر قاسمی) کی ترویج واشاعت اور تعلیمی و تبلیغی مشن کے فروغ میں بےلوث خدمات انجام دیں۔

حضرت خطیب الاسلام نور اللہ مرقدہ کی تاریخ ساز شخصیت موکودہ علمی دوائر میں محتاج تعارف نہیں، کیونکہ حضرتؒ کی عبقری شخصیت کا شہرہ آفاقی ہے، شرق وغرب آپ کا آشنا اور شمال وجنوب آپ کا شناسا ہے۔ آپ پر ایک صدی کا آغاز ہوا اور آپ پر ہی اس کا اختتام بھی۔ یہ شرف بہت ہی کم شخصیات کو حاصل ہوتا ہے۔ آپ نے نوے سے متجاوز زندگی کی بہاریں دیکھیں، ستر سے زائد بہاریں آپ نے دینی وملّی خدمات میں صرف کردیں، آپؒ کی ملی و دینی خدمات میں نمایاں حیثیت کے حامل دار العلوم قوف دیوبند کا قیام واستحکام ہے، جو کہ ملت اسلامیہ کی اُمیدوں کا عظیم مرکز اور ناخواندگی وجہالت کو مسمار کرکے امت کو راست دینی وملی قیادت فراہم کرنے کا ایک منفرد وممتاز ادارہ ہے۔

دوسرا ''ادارہ اردو دینیات'' کا قیام ایسے دور میں جبکہ فاصلاتی کورس وغیرہ کا کوئی نظام نہیں تھا وہ خاص طور پر بڑی عمر کے ناخواندہ لوگوں کیلئے کسی بھی طرح ممکن نہ تھا کہ وہ بھی تعلیم یافتہ کہلائیں اور اپنی دیگر ذمہ داریوں کے ساتھ تعلیمی سلسلے کو آگے بڑھا سکیں اور نہ ہی کوئی اس طرف توجہ کرتا تھا جو خالص آپ کی آفاقی فکر کا نتیجہ تھا۔

تیسرا یہ کہ آپ مسلم پرسنل لاء بورڈ کے قیام واستحکام اوراس کی علمی تخطیط میں حضرت حکیم الاسلام علیہ الرحمہ کے دست راست اور ان کے دوش بہ دوش چلے، جس سے آپ کی شخصی کی ہمہ گیریت و آفاقیت اوروسعت فکر ونظر آشکاراوواشگاف ہوتی ہے۔

آپ کواپنی جماعت میں گل سرسبد کا مقام حاصل تھا، آپ اس جماعت کے سرخیل تھے، علوم قاسمی کے شارح اور فکر دیوبند کے ترجمان تھے، اپنی تحریر وتقریر اوردرس وتدریس کے ذریعہ انسانیت کوخدائی احکامات کی ادائیگی کی طرف راغب کرنے میں اکیلے ایک انجمن ثابت ہوئے۔ آپ کونہایت عالی نسبتیں حاصل تھیں، آپ حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے آخری شاگردرشید تھے۔ خاندان قاسمی کے چشم وچراغ، اورحضرت حکیم الاسلامؒ کے حقیقی جانشیں تھے، زہدوورع، تقویٰ وصلاح میں اپنی نظیر آپ تھے، آپ استغناء وبے نیازی اور خودداری میں ضرب المثل تھے۔ لطافت وسنجیدگی میں آپ کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ انتہائی نرم ونازک اورحساس طبیعت کے مالک تھے، اخیرعمر تک علمی وفکری مصروفیات میں لگے رہے، جسمانی قوت توجواب دے گئی تھی، لیکن بالکل جوان اورعلمی استحضار بالکل تازہ تھا۔

> ❍ انسانیت کیلئے چارشرطیں ہیں: بہتر اخلاق، سخاوت وفیاضی، تواضع اور شکر۔ ❍ دنیا میں انسان چار چیزوں کے ذریعہ درجہ کمال کو پہنچتا ہے: دیانت، امانت، اپنے نفس کی گناہ سے حفاظت وصیانت اوردوسروں کے ساتھ چشم پوشی۔ ❍ لوگوں کے ساتھ زیادہ گھل مل جانے سے بڑے ہمنشیں پیدا ہوتے ہیں اور بالکل کھنچے رہنے سے عداوت ودشمنی پنپتی ہے۔ ❍ بلادلیل علم حاصل کرنا ایسا ہی ہے جیسے لکڑیوں کے ساتھ سانپ باندھ لینا۔ ❍ تقویٰ سے علماء کی زینت ہے، حسن اخلاق ان کا زیور ہے اورقناعت ان کی خوبصورتی۔ ❍ جس شخص کوعلم سے محبت نہیں اس میں کوئی بھلائی نہیں، ایسے شخص سے کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہئے۔ ❍ جوشخص دوستی کے وقت تم میں وہ صفات بیان کرے جوتم میں موجود نہ ہوں تودشمنی کے وقت ایسے عیوب بھی بیان کرے گا جن سے تم پاک ہو۔

علوم شریعت کے ترجمان
خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم قاسمیؒ

مولانا محمد اِسلام قاسمی مدظلہ
استاذ حدیث وادب دارالعلوم وقف دیوبند

دارالعلوم دیوبند کی تحریک کے بانی حضرت نانوتی قدس سرہٗ کے خاندان میں دینی وعلمی وراثت کے جانشین ہمیشہ سے موجود رہے، ہرنسل میں عالم، فاضل، حافظ وقاری ملیں گے، اس طرح ڈیڑھ دوسوسال سے زائدعرصہ ہوگیا، سلسلہ جاری ہے؛ حضرت نانوتویؒ کے پوتے حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ تو مسلک دیوبند کے ترجمان اوراکابر دیوبند کے علمی امین ہونے کے علاوہ شارح علوم نانوتوی بھی رہے اور بحیثیت مہتمم دارالعلوم، ادارے کی ترقی، تعلیمی وتعمیری وسعت اور پوری دنیا سے متعارف کروانے کے روح رواں اوردارالعلوم دیوبند کی زندگی کے نصف عمر تک اس کے مخلص اور باتوفیق خدمت گزاربھی۔ ان کے صاحبزادے حضرت مولانا محمد سالم قاسمی (صدرمہتمم دارالعلوم وقف دیوبند) دارالعلوم کے وہ استاذ جوتدریس کے ساتھ وقت کے اتنے پابند کہ بلاشبہ درسگاہ میں ان کی آمد پرطلبہ اپنی گھڑیوں کے ٹائم سیٹ کرتے، جب میں ابتدائی سالوں میں دارالعلوم میں تعلیم حاصل کررہا تھا، ان سے متعلق کوئی کتاب نہیں تھی، جلالین شریف اورشرح عقائدنسفی کا ان کا درس معرف تھا، مگرہم طلبہ دیکھا کرتے کہ وہ متعینہ درسگاہ (دارالتفسیر) میں ایک قدم اندر رکھتے اسی وقت گھنٹے بجتا تھا، وقت کے منٹوں اورسیکنڈوں کے لحاظ سے اتنے پابند دارالعلوم کے اساتذہ وکارکنان میں کوئی نہیں تھا، موقوف علیہ کی جماعت میں احقر کی شرح عقائدان سے متعلق تھی جواُن کوسالہا سال کی تدریس کے نتیجے میں بالکل ازبرتھی، اسی لئے دورانِ درس روانی یاسلاست میں کبھی فرق نہیں آیا، خطابت چونکہ ان کوورثہ میں ملی تھی اس لئے تدریس میں بھی یہی رنگ غالب تھا، طلبہ کی توجہ ذرا

بھی مضمون سے ہٹی تو مضمون کا بیشتر حصہ نکل چکا ہوتا۔

ہماری طالب علمی کے زمانے میں یہ بات زباں زد عام تھی کہ حضرت الاستاذ نے امتحان میں کسی کو ناکام نہیں کیا ہے، اسوقت ان سے ملنے یا مزید استفادے کا موقع ہی نہیں تھا، یہ بھی انکی خوبی تھی کہ تدریس کیلئے وہ اپنے گھر سے نکلتے اور براہ راست درس گاہ میں پہنچتے، اختتامی گھنٹہ بجتا اور وہ واپس صدر گیٹ کے راستے سے اپنے گھر کو، نہ کسی سے ملاقات، نہ کسی دفتر میں جانا اور نہ ہی ادھر ادھر دیکھنا۔ راقم الحروف نے طالب علمی اور ملازمت کے دوران ۱۹۸۲ء تک ان کو کبھی کسی دفتر یا کسی استاذ کے پاس بیٹھے نہیں دیکھا۔

دارالعلوم دیوبند کسی عام مدرسے یا تعلیم گاہ کا نام نہیں ہے؟ ابتداء ہی سے مسلمانانِ ہند میں اس کو جو مرجعیت حاصل ہوئی ہے اور اب تک ہے وہ کسی اور علمی تحریک یا کسی اور دارالعلوم کو حاصل نہیں، یہ ایک تحریک تھی جو بیحد پُر آشوب دور میں شروع ہوئی اور اخلاص وللّٰہیت کا اعلیٰ نمونہ، جو ''دارالعلوم دیوبند'' کے نام سے معروف ہوئی اور دارالعلوم کے اغراض ومقاصد صرف درس وتدریس تک محدود نہ تھے۔ بہ یک وقت اساتذہ علوم دینیہ، ماہرین قرآن و حدیث کاملین علوم معقولات کا مرکز تھا، اور مجاہدین آزادی پر مشتمل افراد کا منبع بھی تھا۔ پورے ہندوستان میں اسلامی علوم اور شریعت کے تحفظ اور اس کی نشر واشاعت کا سرچشمہ بھی اور رشد وہدایت، دعوت وتبلیغ، تحریر وصحافت کے طالبین وحاملین کیلئے قیمتی سرمایہ بھی، اس لئے اس ادارے کے کسی بھی شعبے سے وابستگی کو ملک وبیرون ملک عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا رہا ہے۔ کسی بھی شرعی، اسلامی اور ملیّ مسئلے میں دارالعلوم دیوبند ہی کی جانب مسلمانانِ ہند کی نظریں پڑتی ہیں، ملک میں جب مسلمانوں کو کوئی پریشانی اور الجھن درپیش ہوتی تو دارالعلوم کی رہنمائی یا رائے کا لوگوں کو انتظار رہتا ہے۔

اتنی اہمیت اور حیثیت کی حامل اس درس گاہ کا اہتمام وانتظام بھی اسی شان وشوکت کا عکس ہوا کرتا تھا، چنانچہ ۶۰/سال سے زائد کے عرصہ تک اس مرکزی ادارے کے مہتمم رہنے والے حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قدس سرہٗ کا عہد اہتمام اسی امتیاز وخصوصیت کا حامل تھا، دارالعلوم کو ایک سلطنت یا ریاست کا رتبہ اور مقام حاصل تھا، اسی لئے حضرت قاری صاحبؒ دیوبندی طائفہ کے نہ صرف سربراہ تھے بلکہ مسلک دیوبند کے ترجمان بھی، ان کا اہتمام بھی اسی عظمت ورفعت کا حامل سمجھا جاتا رہا۔

ایسے میں اُنکے صاحبزادگان کو روایتی انداز کا احترام بھی حاصل تھا، اگر حضرت مولانا محمد سالم قاسمیؒ کسی شعبہ نظامت یا سربراہی کی خواہش رکھتے یا انتظام میں مداخلت چاہتے تو اس عرصے میں نہ کسی کو (بشمول مجلس شوریٰ) اعتراض ہوتا، نہ کوئی مخالفت کرنے کی ہمت کرتا، مگر دارالعلوم کی تاریخ شاہد ہے طلبہ اور اساتذہ گواہ ہیں کہ انہوں نے کبھی بھی انتظامی امور میں مداخلت نہیں کی، بلکہ دارالعلوم کے داخلی امور سے سوائے تدریس کے کوئی دلچسپی بھی نہیں لی۔

چنانچہ حضرت مولانا محمد سالم کے معاصرین یا شدید مخالفین کی جانب سے بھی ۱۹۸۰ء تک ان پر کبھی اس طرح کا الزام بھی عائد نہیں ہوا۔ اجلاس صد سالہ منعقد مارچ ۱۹۸۰ء سے پہلے بھی بعض اراکین شوریٰ نے حضرت مہتمم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو یہ مشورہ بھی دیا کہ مولانا سالم صاحب کو نائب مہتمم بنانے کی تجویز شوریٰ میں پیش کردی جائے جو بلاشبہ منظور ہو جائے گی مگر حضرت مہتمم صاحبؒ نے اس رائے کی قطعی حوصلہ افزائی نہیں کی اور مولانا سالم صاحب نے بھی اس منصب کو لائق اعتناء نہیں سمجھا۔

مگر اجلاس صد سالہ کے بعد جب دارالعلوم کی انتظامیہ کے خلاف سازشیں شروع ہوگئیں اور عملی شکل میں اسکی منصوبہ بندیاں آگے بڑھیں تو اللہ بہتر جانتا ہے کہ کس کی رائے یا مشورے سے یا بیرونی سازش کہ مولانا محمد سالم قاسمی کو نائب مہتمم اور مولانا انظر شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو صدر المدرسین مقرر کردیا گیا؛ بس کیا تھا مخالفین کے ہاتھوں تیز دھار کا ہتھیار آ گیا، اور پھر اس طرح کے الزامات اور پروپگنڈے شروع ہوئے جن کا تصور حاملین جبہ ودستار سے متصور ہی نہیں تھا۔

❁❁❁❁❁❁❁

خطیب الاسلام مولانا محمد سالم قاسمیؒ

کچھ یادیں کچھ باتیں

مولانا شمس تبریز قاسمی

خطیب الاسلام مولانا محمد سالم قاسمی کی شخصیت انمول، نایاب اور عظیم تھی۔ ان کی عظمت کی وجہ یہ نہیں کہ اُن کا خانوادۂ قاسمی سے تعلق تھا، وہ بانی دارالعلوم دیوبند حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی کے پڑپوتے اور حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہم اللہ کے بیٹے تھے بلکہ وہ خود علم وعمل کا پہاڑ، منکسر المزاج اور وسیع المشرب عالم دین تھے۔ برصغیر میں ملت اسلامیہ کے عظیم رہنما، باکمال عالم دین اور دور اندیش مفکر تھے۔ دارالعلوم وقف دیوبند کے صدر مہتمم اور آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ کے باوقار نائب صدر ہونے کے ساتھ دسیوں ملی تنظیموں کی نمائندگی آپ کررہے تھے۔ بنیادی طور پر آپ کا تعلق فکر دیوبند سے تھا، مسلک دیوبند کے عظیم عالم دین تھے لیکن دنیا بھر میں آپ کی شناخت دیوبند کے بجائے برصغیر کے ایک نامور عالم دین کی حیثیت سے رہی۔ آپ نے خود ہمیشہ اپنے کردار وعمل سے یہی ثابت کرنے کی کوشش کی کہ وہ تمام ملت اسلامیہ کی ترجمانی کرتے ہیں۔ کسی ایک مسلک، خطہ اور گروہ سے تعلق نہیں ہے۔ آپ کی یہ خصوصیت سب سے نمایاں اور ممتاز ہے اور اسی لئے سبھی طبقوں میں آپ کو یکساں مقبولیت حاصل تھی۔

مولانا محمد سالم قاسمیؒ کی دوسری عظیم خوبی خورد نوازی تھی۔ آپ نے ہمیشہ اپنے چھوٹوں پر شفقت اور محبت کا معاملہ پیش فرمایا۔ ان کی رہنمائی کی، جیسے اور جس طرح مدد طلب کی گئی آپ نے اپنا تعاون دیا۔ ایسا بہت کم دیکھنے وملتا ہے کہ اس مقام پر پہنچ جانے کے بعد کوئی شخصیت ایک طالب علم اور معمولی انسان کے ساتھ بھی وہ حسن سلوک برتتی ہے جو سینئر اور وقت کے مشہور شخصیات کے ساتھ ان کا انداز ہوتا ہے۔ مجھے یاد ہے ۲۰۰۹ء میں دارالعلوم دیوبند جانے کے بعد میری سب سے پہلی حاضری حضرت مولانا کی ہی مجلس میں ہوئی اور موقع بہ موقع یہ سعادت میرے حصے میں آتی رہی۔ دارالعلوم دیوبند کا طالب علم ہونے کی وجہ سے حضرت مولانا سے درس بخاری پڑھنے کا اتفاق نہیں ہوسکا تاہم ہر ممکن ہم نے استفادہ کرنے کی کوشش کی۔ بخاری شریف کے آخری درس اور مسلسلات کے سبق میں مکمل اہتمام کے ساتھ ہم نے شرکت کی۔

دارالعلوم دیوبند سے تعلیمی سلسلہ منقطع ہوجانے کے بعد دہلی میں قیام کے دوران جب بھی دیوبند جانے کا موقع ملا تو میں نے ترجیحی طور پر حضرت سے ملاقات کرنے اور دعائیں لینے کی کوشش کی۔ میری آخری ملاقات مئی ۲۰۱۶ء میں ہوئی، اس ملاقات میں راقم احروف نے حضرت مولاناؒ کے سامنے ملت ٹائمز کا تذکرہ کرتے ہوئے مختصر تعارف اور اغراض ومقاصد سے آگاہ کیا تو حضرت نے بے پناہ خوشی ومسرت کا اظہار کرتے ہوئے اسے بروقت اور ضروری کام بتایا۔ استقلال وتسلسل کے ساتھ اس کام کو کرنے کی نصیحت کی اور سر پر ہاتھ رکھ کر مخصص انداز میں اپنی مخصوص دعاؤں سے نوازا۔ یہ آخری ملاقات ثابت ہوئی اور دوبارہ پھر اس کی سعادت نہیں مل سکی۔

حضرت مولانا محمد سالم قاسمیؒ کی زندگی نئی نسل کے علماء ودانشوران اور اس کالرس کیلئے مشعل راہ ہے۔ ایسی شخصیات صدیوں میں پیدا ہوتی ہیں جنہیں تمام طبقات اور حلقوں مں مقبولیت ملتی ہے۔ جن پر کسی جانب سے کوئی انگلی نہیں اُٹھتی ہے۔ متعدد تنظیموں کی نمائندگی کرنے کے بعد کسی جانب سے جن کے بارے میں کوئی شکایت نہیں کی جاتی ہے۔ مجھے یہ کہنے میں کوئی جھجک نہیں ہے کہ ہندوپاک، بنگلہ دیش اور نیپال کے درمیان علماء کی صف میں حضرت مولانا سب سے یادہ مقبول ومشہور تھے۔ حضرت مولانا میرے بہترین آئیڈیل اور قابل صد احترام استاذ، مربی اور عام دین تھے۔ ان کی خدمات کا دائرہ ۸۰/سالوں سے زائد کے عرصے پر محیط ہے، دارالعلوم دیوبند، دارالعلوم وقف دیوبند، آل انڈیا مسلم پرسنل لاءبورڈ، اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا، آل انڈیا مسلم مجلس مشاورت جیسے کئی ادارے اور مدرسے آپ کی خدمات کے گواہ ہیں۔ ان اداروں کے فروغ اور ان کی تعمیر ترقی میں آپکا نمایاں کردار رہا ہے۔

ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے
مولانا محمد سالم قاسمیؒ
مولانا مفتی محمد وقاص رفیع

مولانا سالم قاسمیؒ برصغیر کی مشہور علمی، مذہبی اور دینی خانوادۂ قاسمی کے چشم و چراغ اور گل سرسبد تھے، آپ مشہور محدث، مفسر، مبلغ اور دارالعلوم دیوبند کے مہتمم حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کے خلف اکبرو جانشین، حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ کے پڑپوتے، علوم قاسمیہ کے امین و پاسباں اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے شاگرد رشید و صحبت یافتہ تھے۔ آپ مورخہ ۲۲/جمادی الثانیہ سنہ ۱۳۴۴ھ مطابق ۸/جنوری ۱۹۲۶ء بروز جمعۃ المبارک کو ہندوستان کے مشہور ضلع سہارن پور کے معروف قصبہ دیوبند میں پیدا ہوئے۔ ۱۳۵۱ھ میں مولانا سالم قاسمیؒ نے اپنی ابتدائی تعلیم قرآن مجید سے شروع کی اور حضرت قاری شریف حسن گنگوہیؒ سے ناظرہ و حفظ قرآن کریم کی تعلیم مکمل کی۔ پھر فارسی کی تعلیم کی طرف متوجہ ہوئے اور فارسی کا چار سالہ نصاب کی تکمیل مولانا محمد عاقلؒ، مولانا محمد ظہیرؒ، اور مولانا سید محمد حسنؒ وغیرہ فارسی کے جید اور ممتاز اساتذہ سے کی۔

فارسی کا نصاب مکمل کرنے کے بعد سنہ ۱۳۶۲ھ میں آپ نے عربی نصاب کا آغاز کیا اور اس وقت کے ماہر اور جید اساتذہ کی نگرانی میں مختلف علوم وفنون کی تکمیل کر کہ سنہ ۱۳۶۷ھ مطابق ۱۹۴۸ء میں ازہر الہند دارالعلوم دیوبند سے آپ نے دورۂ حدیث کا امتحان دے کر سند فراغت حاصل کی۔

مولانا سالم قاسمیؒ کی تعلیم وتربیت دارالعلوم دیوبند میں اکابر دیوبند کی آغوش میں ہوئی۔ آپ نے شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ، شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، شیخ الادب مولانا اعزاز علی دیوبندیؒ، جامع المعقول والمنقولات مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ، حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب قاسمیؒ، مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع عثمانیؒ، شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، مولانا سید اختر حسین میاںؒ، مولانا قاری محمد اصغرؒ، مولانا عبد السمیعؒ، مولانا عبد الاحدؒ، اور مولانا سید الحسن صاحبؒ وغیرہم جیسے مشاہیر اہل علم و فضل کے سامنے زانوئے تلمذ طے کئے۔ اور شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ اور سعودی عرب کے محدث جلیل شیخ عبد اللہ بن احمد الناخی سے اجازت حدیث حاصل کی۔

مولانا سالم قاسمیؒ کا دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے معاً بعد دارالعلوم دیوبند ہی میں بطور مدرس تقرر ہوا۔ جہاں آپؒ نے اپنے اکابر و اساتذہ کی زیر نگرانی اپنی تدریسی زندگی کا آغاز کیا۔ شروع میں ابتدائی عربی درجات کے بعض اسباق نور الایضاح اور ترجمہ قرآن پاک وغیرہ آپ کے ذمہ لگے، جبکہ بعد میں بڑے اسباق شرح عقائد، ہدایہ مشکوٰۃ، ابوداؤد، اور بخاری شریف کے اسباق پڑھانے کی سعادت آپ کے حصہ میں آئی۔

مولانا سالم قاسمیؒ نے شروع میں بیعت وارادت کا تعلق حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب رائے پوریؒ سے قائم کیا تھا لیکن وہ اصلاح وتربیت اپنے والد ماجد مولانا قاری طیب قاسمیؒ سے ہی لیتے رہے اور آخر کار انہیں کے مجاز بیعت وارشاد ہو کر اُن کے متوسلین اور خلفاء کی اصلاح وتربیت فرماتے رہے۔ چنانچہ آپ سے سلوک وارشاد میں تربیت واجازت پانے والوں کی ایک بڑی تعداد ہے اور اجازت پانے والوں کی تعداد سو سے متجاوز ہے۔

۱۹۶۶ء میں مراسلاتی طریقہ تعلیم کی بنیاد پر اسلامی علوم و معارف کو عصری جامعات کے طلبہ وطالبات کیلئے آسان بنانے کی غرض سے ''جامعہ دینیات دیوبند'' کے قیام میں دارالعلوم کے صد سالہ اجلاس کے کامیاب انعقاد میں، اسی طرح آل انڈیا مسلم

پرسنل لاء بورڈ کے قیام وتخطیط میں اور سنہ ۱۹۸۳ء میں بعض باہمی اختلافات کی بناء پر دارالعلوم وقف دیوبند ے قیام واستحکام میں مولانا سالم قاسمیؒ کا انتہائی عظیم اور اہم ترین کردار رہا ہے۔

علاوہ ازیں مولانا سالم قاسمیؒ کے دورانِ تدریس دارالعلوم دیوبند میں ایک تحقیقی شعبہ ''مرکز المعارف'' کا قیام عمل میں آیا جس کے آپ ذمہ دار مقرر رہوئے۔ اسی طرح سنہ ۱۹۸۳ء سے لے کر سنہ ۲۰۱۴ء تک دارالعلوم وقف دیوبند کے مہتمم رہے۔ سنہ ۲۰۱۴ء سے لے کر تا حال دارالعلوم وقف دیوبند کے صدر مہتمم رہے۔ آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کی مجلس عاملہ کے سابق رکن اور موجودہ سینئر نائب صدر اور موجودہ سرپرست رہے۔ اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے سرپرست رہے۔ مجلس شوریٰ مظاہر العوم (وقف) سہارنپور کے سرپرست رہے۔ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کی مجلس انتظامیہ و شوریٰ کے رکن رہے۔

کلماتِ زریں

- اللہ کا ذکر تمہارے لئے شفا ہے اور لوگوں کا ذکر مرض ہے جس سے بچو
- ہنسی مذاق سے بچو، اس سے چہرے کی رونق ختم ہوجاتی ہے۔
- احسان کرنا بڑوں کی عادت ہوتی ہے۔
- جس آدمی کا تقویٰ کم ہوتا ہے اس کی حیا کم ہوجاتی ہے اور جس کی حیا کم ہوجاتی ہے اس کا دِل مرجاتا ہے۔
- اللہ سے ڈرنا ہزار دینا صدقہ کرنے سے افضل ہے۔
- جس میں یہ تین خصلتیں نہ ہوں گی اس کا ایمان مکمل نہ ہوگا۔ حِلم، تقویٰ، حسنِ خلق۔
- جس آدمی میں یہ چار خصلتیں ہوں وہ امارت کے لائق ہے، نرمی بلاضعف کے، سختی بلا بداخلاقی کے، کرم بلا فضول خرچی کے اور بچپانا بلا بخل کے۔
- شراب مردوں کی عقل زائل کردیتی ہے اور طمع سے بھی عقل زائل ہوجاتی ہے۔
- مسلمان کے منھ سے جو بات نکلے اس کو شر نہ سمجھو۔

تصوف کے علمبردار تھے مولانا محمد سالم قاسمیؒ

مولانا راحت علی صدیقی قاسمی

خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم قاسمیؒ کا شمار ہندوستان کے جیّد علماء کرام میں ہوتا ہے جنہوں نے اپنے علم سے تاریخ انسانیت پر اثرات چھوڑے، ان کا مقام بلند تر تھا، ان کی شخصیت ہشت پہلو تھی وہ مصنف بھی تھے، محدث ومقرر بھی، فلسفہ ومنطق میں بھی انہیں مہارت حاصل تھی، استدلال کی قوت بھی انکے جملوں سے عیاں ہوتی تھی جب پہلی مرتبہ انہیں دیکھا تو نگاہیں انکے چہرے پر ٹھہر گئیں، حسن ودلکشی، متانت وسنجیدگی، تصوف و بزرگی کے تمام تر لوازمات انکے چہرے پر موجود تھے، لمبی ستواں ناک، درازی مائل چہرہ، سفید رنگ، سرخی مائل سفید داڑھی، کشادہ پیشانی، نورانیت سے بھرپور نگاہیں، جو اُٹھتی کم جھکی زیادہ رہتی تھیں۔ ان کے چہرۂ پُرنور پر نگاہ پڑتے ہی قلب میں ان کی بزرگی کی چھاپ لگ جاتی تپی، نرم ونازک نحیف ونزار بڑھاپے کے آثار نمایاں تھے، لیکن جب وہ مسند تدریس پر جلوہ افروز ہوئے، بخاری پر گفتگو شروع ہوئی تو محسوس ہوا، طاقتور اور توانا ہیں، دو گھنٹہ مسلسل تقریر ہوئی، زبان وبیان کی لذت کا احساس ہوتا رہا، الفاظ کا انتخاب زبان پر عبور اور علمی شوکت کو ظاہر کررہا تھا، وہ گرج نہیں رہے تھے، برس رہے تھے، ان کی تقریر میں روانی تھی، سلاست اور بہاؤ تھا جس سے مجمع پر سکوت اور ہیبت طاری تھی، ان کی زبان سے الفاظ یوں نکل رہے تھے جیسے موسلا دھار بارش برس رہی ہے۔ قلوب میں علوم کی کاشت کیلئے ماحول تیار کیا جارہا ہے، طلبہ کے تقریر سنی اپنی اپنی استطاعت کے بقدر سمجھی، حصول علم کی تڑپ قلب میں لے کر اُٹھے، اتنی سلاست وروانی سے تقریر کرنے والا شخص زندگی کی ستر دہائیوں کا طویل سفر طے کرچکا تھا، جن لوگوں نے ان کی تقریر نہیں سنی خطبات خطیب الاسلام کا مطالعہ

کریں وہاں پر بھی جملوں کی ساخت وپرداخت سے تقریر کی سلاست و روانی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ان کی علمی قوت،موضوعات کی ندرت بھی خطبات میں محسوس کی جاسکتی ہے۔علمی موضوعات پر گفتگو کرتے تھے، اعلی اور معیاری زبان بولتے تھے،منطقی اصطلاحات ان کی زبان پر بے ساختہ جاری ہوجاتی تھیں،جس سے علوم عقلیہ میں ان کی مہارت کا اندازہ ہوتا تھا،بزرگی وکمزوری کے باوجود جب انہیں لکھتے پڑھتے،مسند درس پر علم کے گوہر لٹاتے،مطالعہ کرتے مجلس میں علمی واستدلالی گفتگو کرتے دیکھا جاتا تو زبان عش عش کر اُٹھتی تھی،قلب ان کا عقیدت مند ہوجاتا،زبان ان کی محنت وجفاکشی اور علم دوستی کی ثنا خواں ہوجاتی تھی، کئی مرتبہ عصر بعد ملاقات کیلئے جانا ہوا،ہمیشہ حضرت مہتمم صاحب کو مطالعہ میں مصروف پایا،جب تک ہوش باقی رہا تب تک مطالعہ باقی رہا۔

تصوف وسلوک میں بھی وہ اعلی مقام پر فائز تھے۔میرے ذہن میں اب بھی وہ واقعہ تازہ ہے جس سے ان کی باطنی کیفیت اور عنداللہ مقبولیت کا اندازہ ہوجاتا ہے،ساتھ ہی ان کے مضبوط حافظے کی بھی پہچان ہوتی ہے؛ کئی سال قبل کی بات ہے دیوبند واطراف دیوبند قحط سے دوچار تھا،کئی ماہ تک بارش نہیں ہوئی تھی،کھیتیاں خشک ہونے لگیں تھیں،کسانوں کی پیشانیوں پر بل پڑنے لگے تھے،گرمی کی شدت سے لوگ بلبلا رہے تھے،دارالعلوم وقف دیوبند کے صحن میں نماز استسقاء کا انتظام کیا گیا،خطیب الاسلام حضرت مولانا سالم قاسمی نے نماز پڑھائی، سورۂ ق کی تلاوت فرمائی۔اگرچہ ایک دومرتبہ لڑکھڑائے،لیکن عمر کے اس مرحلہ میں بھی آواز صاف تھی ذہن میں پختگی تھی،یادداشت مضبوط تھی،اللہ نے ایسی دعا قبول فرمائی،بارانِ رحمت کا نزول ہوا،مولانا کو تصوف میں بھی عبور حاصل تھا،حضرت حکیم الاسلامؒ کے خلیفہ ومجاز تھے، حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ سے بھی ان کا اصلاحی تعلق قائم رہا،انتظامی وتدریسی امور یں مشغول ہونے اور اسفار کی کثرت کے باوجود انہوں نے بیعت وارشاد کا سلسلہ جاری رکھا،ان کے خلفاء کی تعداد سو کے قریب ہے،جس سے ان اصلاح باطن کی کوششیں ظاہر ہوتی ہیں اور تصوف کے تئیں ان کی لگن کا اندازہ ہوتا ہے۔

موجودہ زمانے میں ایک بہت بڑی نسبت حاصل تھی،یوں تو خداوند قدوس نے بہت نوازا تھا اور وہ خانوادۂ قاسمی کے چراغ تھے،حضرت نانوتویؒ سے انہیں نسبی تعلق تھا،علمی اعتبار سے ان کے سچے جانشین تھے، اس کے ساتھ انہیں حضرت تھانویؒ کے خاص شاگرد ہونے کا شرف حاصل تھا،جو بہت عظیم نسبت ہے،موجودہ زمانے میں کسی دوسرے شخص کو یہ شرف حاصل نہیں ہے۔میزان انہوں نے حضرت تھانویؒ سے پڑھی،علوم تھانوی کی ترجمانی کا حق بھی ادا کیا،پوری زندگی مسند تدریس پر جلوہ افروز رہے،نورالایضاح سے شروع ہوا ان کا تدریسی سفر بخاری تک پہنچا،درس نظامی کی اہم ترین کتابیں ان سے وابستہ رہیں،عرصہ دراز سے بخاری کا درس دے رہے تھے،اور اپنی علمی بصیرت سے احادیث رسول کو طلبہ کے قلوب میں راسخ کررہے تھے،ان کے معانی و مفاہیم پر مطلع کررہے تھے۔جب تک زبان میں حرکت رہی قال اللہ قال الرسول کی صدا لگاتے رہے۔ان کا درس بارہا سنا،بخاری شریف جلد اول کا ابتدائی حصہ ان سے پڑھنے کا شرف بھی حاصل ہوا،یقینی طور پر تعلیم وتدریس کے میدان میں وہ یکتا تھے۔ان کے انتقال سے جو خلاء پیدا ہوا ہے اس کا پُر ہونا اس دور قحط الرجال میں انتہائی مشکل ہے۔

انتظامی صلاحیتوں میں وہ قاری صاحبؒ کے سچے جانشین ثابت ہوئے،جس کا مظاہرہ انہوں نے پوری زندگی دارالعلوم وقف دیوبند کے اہتمام سے وابستہ رہ کر کیا،ملازمین کا خیال رکھتے تھے،طلبہ سے بے پناہ محبت وشفقت کا معاملہ کرتے تھے،مدرسہ میں مشہور تھا جس طالب علم کا کھانا بند ہوتا اور وہ درخواست لے کر حضرت مہتمم صاحب تک پہنچ جاتا تو فوراً کھانا جاری کردیا کرتے تھے،کبھی یہ نہیں سنا کہ وہ کسی طالب علم سے ناراض ہیں،کسی ملازم سے ناراض ہیں یا کوئی ملازم ان سے ناراض ہے، شفقت کا معاملہ کرنا ان کا امتیازی پہلو تھا وہ ایک کامیاب مہتمم ومنتظم تھے۔

اکابر واسلاف کی وراثتوں کے امین تھے

حضرت خطیب الاسلامؒ

حضرت مولانا مفتی محمد سلمان منصور پوری مدظلہ
استاذ حدیث وفقہ جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد

حضرت مولانا سالم قاسمیؒ واقعتاً اکابر واسلاف کی وراثتوں کے امین، بالخصوص فکر قاسمی کے بہترین ترجمان تھے۔ آپ کا درس علوم و معارف سے بھرپور اور مواعظ وخطبات شریعت کے اسرار ورموز سے معمور ہوتے تھے۔ جب کسی موضوع پر کلام فرماتے تو بے تکان اور بلا توقف روانی سے بولتے چلے جاتے تھے گویا سبک رفتاری سے چشمۂ فیض جاری ہو۔ آپ ذاتی طور پر اخلاق فاضلہ کے حامل اور خاندانی علم ووقار سے آراستہ تھے۔ طویل عرصہ تک تدریس حدیث شریف کی خدمت میں مشغول رہے، علاوہ ازیں ملک و بیرون ملک میں آپ کے اصلاحی بیانات کا سلسلہ جاری رہتا تھا اور بے شمار افراد نے آپکے دست حق پرست پر بیعت کی شعادت بھی حاصل کی تھی۔ آپ کی پیدائش ۲۲؍جمادی الثانیہ ۱۳۴۴ھ مطابق ۸؍جنوری ۱۹۲۶ء بروز جمعہ دیوبند میں ہوئی، آپ کا تعلق یہاں کے مشہور صدیقی خاندان سے تھا، والد ماجد حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند کی نگرانی اور تربیت میں آپ پروان چڑھے، ۱۳۵۱ھ میں تعلیم کا آغاز ہوا حفظ وناظرہ کی تکمیل کے بعد دارلعلوم دیوبند میں فارسی کا مکمل نصاب پڑھا۔ اس کے بعد عربی تعلیم شروع فرمائی، اسی دوران حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نوراللہ مرقدہٗ سے تبرکاً ''میزان الصرف'' کے اسباق پڑھنے کی سعادت بھی حاصل ہوئی اور جس وقت آپ دنیا سے رخصت ہوئے تو حکیم الامتؒ کے براہ راست تلامذہ میں آپ کے علاوہ کوئی موجود نہ تھا۔

حضرت موصوفؒ نے ۱۳۶۷ھ مطابق ۱۹۴۸ء میں دارالعلوم دیوبند سے دورۂ حدیث شریف سے فراغت حاصل کی اور آپ کے دورۂ حدیث شریف کے اساتذہ میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحب، حضرت علامہ ابراہیم بلیاوی صاحب اور حضرت مولانا سید فخرالحسن صاحب رحمہم اللہ تعالی قابل ذکر ہیں۔ فراغت کے فوراً بعد آپ دارالعلوم دیوبند کے استاذ مقرر ہوئے اور ابتدا سے لے کر انتہا تک درس نظامی کی کتابیں پڑھانے کی توفیق میسر آئی۔ ہزارہا تشنگانِ علوم نبوت نے آپ سے سیرابی حاصل کی۔ اجلاس صد سالہ کے بعد دارلعلوم دیوبند میں پیش آمدہ قضیۂ نامرضیہ کے بعد آپ نے ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۹۸۲ء میں دارالعلوم وقف دیوبند قائم فرمایا جو اس وقت ماشاءاللہ ایک تناور درخت بن چکا ہے اور ملک کے مرکزی اداروں میں شمار کیا جاتا ہے۔ ۲۰۱۴ء تک تقریباً ۳۲؍سال آپ اس ادارہ کے منصب اہتمام پر فائز رہے اور بعد ازاں اپنی پیرانہ سالی کی وجہ سے اس عہدہ سے معذرت فرمالی، لیکن سرپرستی برابر فرماتے رہے۔

آپ کی زندگی کا نہایت خوشگوار پہلو یہ ہے کہ فدائے ملت حضرت مولانا سید اسعد مدنی نوراللہ مرقدہٗ کی حیات کے آخری دور (۲۰۰۵ء) میں آپ نے نہایت وسعت ظرفی اور عاقبت اندیشی کا مظاہرہ فرماتے ہوئے دارالعلوم دیوبند سے اختلافات کے دروازوں کو بند کردیا، اور مصالحت کے طور پر تمام مقدمات واپس لے لئے۔ بالخصوص حضرت فدائے ملتؒ کے ساتھ سابقہ روابط بحال فرمالئے جس سے پورے طبقہ میں خوشی اور مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ بلاشبہ یہ بڑا عظیم الشان کارنامہ انجام پایا جس پر مذکورہ دونوں اکابرؒ پورے طبقہ دیوبند کی طرف سے شکریہ کے مستحق ہیں۔

فجزاهم الله تعالى احسن الجزاء

حضرت مولانا محمد سالم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو تدریس وخطابت کے ساتھ ساتھ تحریر وانشاء پردازی سے بھی کافی دلچسپی رہی، متعدد مفید کتابیں آپ نے تحریر فرمائیں۔ علاوہ ازیں تعلیم بالغان کیلئے آپ نے فاصلاتی کورس ''دینیات'' کے نام سے جاری کیا جس کا فیض دور دور تک پھیلا۔ فالحمد لله على ذالك۔

آپ نے متعدد پلیٹ فارم سے ملّی خدمات بھی انجام دیں، تادم آخر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے نائب صدر رہے اور ایک عرصہ تک ''مسلم جلس مشاورت'' کی صدارت پر بھی فائز رہے۔ اس کے علاوہ بھی بہت سے اداروں کی سرپرستی فرماتے تھے۔

مولانا محمد سالم قاسمیؒ کی رحلت

مولانا عبدالمتین منیری مدظلہ

حضرت مولانا سالم قاسمیؒ کا وصال دراصل برصغیر میں علمی روایت کے ایک عہد کا خاتمہ ہے۔آپ کی ولادت باسعادت ۱۳۴۴ھ مطابق ۱۹۲۶ء کو دیوبند میں ہوئی تھی۔اس طرح آپ نے ۹۵؍سال اس دارفانی میں گزارے۔ ۱۳۵۱ھ/ ۱۹۳۲ء میں علامہ محمد انورشاہ کشمیریؒ ٭ف ۱۹۳۳ء) نے آپ کی بسم اللہ خوانی کرائی تھی،علاوہ ازیں آمدنامہ جیسی ابتدائی فارسی کتاب کے چند اسباق بھی آپ کو پڑھائے تھے۔(اس کا تذکرہ مولانا اور آپ کے رفیق مولانا انظرشاہ کشمیری مرحوم بھی کیا کرتے تھے)۔البتہ آپ کی باقاعدہ تعلیم کا آغاز پیرجی شریف گنگوہیؒ سے ہوا تھا۔علامہ کشمیری علیہ الرحمہ کو دیکھنے والا طبقہ آپ پر اختتام پذیر ہوا۔

آپ نے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے ۱۳۶۲ھ میں میزان کے اسباق پڑھے تھے۔اب حضرت حکیم الامتؒ سے باقاعدہ سبق لینے والا اس دنیا میں کوئی باقی نہیں رہا، اس طرح آپ حضرت حکیم الامتؒ کے آخری شاگرد ثابت ہوئے، حضرت تھانویؒ کو دیکھنے والوں میں اب شاید صرف حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم بقید حیات ہیں۔

اللہ آپ کا سایہ تادیر اُمت پر باقی رکھے۔

دارالعلوم دیوبند سے آپ کی فراغت ۱۳۶۷ھ مطابق ۱۹۴۸ء کو ہوئی، یہاں آپ کو علامہ محمد ابراہیم بلیاوی، شیخ الادب مولانا اعزاز علی، شیخ التفسیر مولانا فخرالحسن رحمہم اللہ جیسے اساطین علم کی شاگردی حاصل ہوئی، اس دوران مختلف اوقات میں مولانا سید اسعد مدنی، شیخ الحدیث مولانا محمد سلیم اللہ خان، مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی اور مولانا مفتی عتیق الرحمن نعمانی جیسے ملت اسلامیہ کے آسمان کے چاند اور تارے آپ کے شریک درس رہے۔

مولانا کی شہرت حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کے فرزند ارجمند کی حیثیت سے رہی۔دنیا نے آپ ہی کو حضرت حکیم الاسلام کا جانشین مانا۔یہ بات دنیا جانتی ہے کہ حضرت حکیم الاسلام بانی دارالعلوم دیوبند کے پوتے اور آپ کے علم و حکمت کے امین تھے۔شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن دیوبندی اور شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی،مولانا محمد انورشاہ کشمیری، حکیم الامت تھانوی رحمہم اللہ وغیرہ اساطین علم سے کسب فیض کیا تھا، آپ نے مولانا حبیب الرحمن عثمانیؒ کے دور میں نائب مہتمم کی حیثیت سے ۱۳۴۱ھ سے ۱۳۴۸ھ تک آٹھ سال خدمات انجام دیں اور آپ کی رحلت کے بعد (۵۳) سال تک مسلسل دارالعلوم کے اہتمام پر فائز رہے۔آپ کے دور اہتمام میں آپ کے اساتذہ کرام کی ایک بڑی تعداد دارالعلوم میں منصب تدریس وتربیت پر پائی جاتی تھی۔یہ دارالعلوم کا زرین دور شمار ہوتا ہے،اس دور میں دارالعلوم نے عالمی شہرت پائی اور یہ ادارہ ازہر ہند کی حیثیت سے متعارف ہوا۔اس شہرت میں جہاں اس ادارے سے وابستہ اور تدریسی خدمات پر فائز اکابرین کی قربانیاں شامل ہیں وہیں عامۃ الناس میں اسے مقبول بنانے اور اس کی دعوت وفکر کو عام کرنے میں آپ کے اسفار اور خطبات نے سب سے اہم کردار ادا کیا ہے لہٰذا بانی دارالعلوم دیوبن کے بعد آپ کو معمار ثانی کہا گیا۔

حضرت حکیم الاسلامؒ اپنے دور کے عظیم ترین خطیب شمار ہوتے تھے۔مولانا سالمؒ اپنے والد ماجد کے دور اہتمام میں ۱۹۴۸ء سے بتیس سال تک دارالعلوم میں بحیثیت مدرس خدمات انجام دیتے رہے۔اس دوران آپ اپنے والد ماجد کا سایہ بن کر رہے اور آپ سے فیض حاصل کرنے کا سلسلہ بھی جاری رہا،تصوف کی راہ میں آپ نے پہلے حضرت مولانا عبدالقادری رائے پوری علیہ الرحمہ کے ہاتھوں پر بیعت کی، قاری طیب صاحبؒ کی رحلت کے بعد حضرت حکیم الاسلام کے خلیفہ اور مجاز بیعت ہونے کا شرف حاصل

ہوا، اسطرح آپ علوم نانوتوی کی جسمانی اور روحانی امین بن گئے۔
دارالعلوم کے جن طلبہ نے آپ کو دوران طالب علمی دیکھا ہے ان کی گواہی ہے کہ مولانا دروس حشو وزوائد سے پاک ہوا کرتے تھے، پابندیٔ وقت کا آپ بہت خیال رکھتے تھے اور اسباق بڑے دلنشیں انداز میں پڑھاتے تھے۔ آپ کی تدریس کے پینتیس سالہ دور میں آپ سے فیض پانے والے علماء میں سے بہت سارے آسمان علم کے تارے بن گئے، ان شخصیات میں دارالعلوم کے موجودہ شیخ الحدیث حضرت مولانا سعید احمد پالنپوری کی نسل کے اساتذہ بھی پائے جاتے ہیں۔ مولانا تعلیم وتعلّم کے آدمی تھے آپ کے دروس سیاست اور پارٹی بازی سے پاک ہوا کرتے تھے۔
آپ کی زندگی میں سب سے کٹھن وقت اس وقت آیا جب آپ کے والد ماجد کے ساتھ آپ کو بھی اپنے آباء واجداد کے قائم کردہ گہوارۂ علم سے الگ ہونا پڑا، یہاں آپ نے بولنا سیکھا تھا، اس سایہ دار درخت کی ٹھنڈی چھاؤں میں زندگی کے پچپن سال گزارے تھے، آستانہ قاسمی اس کے سامنے ہی واقع تھا، اس وقت دل پر کیا گزرتی ہوگی جب آپ پر اس کے دروازے بند کردیئے گئے ہوں۔ مولانا خوش قسمت تھے جو آنکھیں بند ہونے سے پہلے پہلے روشن سورج کی طرح حضرت حکیم الاسلام علیہ الرحمہ کی فراست اور فیصلوں کی درستگی کا ثبوت دیکھ گئے، آج سے نصف صدی پیشتر اپنے دور اہتمام میں حضرت قاری طیبؒ نے دارالعلوم کے بعض اساتذہ کی جماعتی اور گروہی سرگرمیوں اور اس کیلئے جوڑتوڑ کو دیکھتے ہوئے ہدایت کی تھی کہ وہ دوکشتیوں میں پاؤں نہ رکھیں۔ تدریس اور جماعتوں کے عہدوں میں سے کسی ایک کا انتخاب کریں۔ بعضوں کو یہ بات پسند نہیں آئی، انہوں نے تدریس پر پارٹی مفادات اور عہدوں کو ترجیح دی اور حضرت قاری طیب صاحبؒ کے خلاف جوڑتوڑ شروع کی، جو دارالعلوم کے انتشار پر منتج ہوئی، اس انتشار کے تیس سال بعد تاریخ نے خود کو دہرایا، اب کی بار شوریٰ نے ناظم تعلیمات اور نائب مہتمم کو نوٹس جاری کیا کہ وہ اپنی جماعت کی صدارت یا دارالعلوم کے عہدے میں سے کسی ایک انتخاب کریں۔ بات یہاں تک نہیں رکی بلکہ شوریٰ نے ایک قدم آگے بڑھتے ہوئے دوسری ایک ایسی جماعت کی سرگرمیوں پر دارالعلوم کے احاطے میں پابندی عائد کردی جس کے بارے میں عام خیال تھا کہ اس نے دارالعلوم کے بطن سے جنم لیا تھا۔
اس طرح حضرت حکیم الاسلامؒ کا پیغام کہ اساتذہ اور طلبہ کو اولین ترجیح تعلیم وتدریس کو دینی چاہیئے، اور اس کیلئے یکسوئی اور تندہی سے اپنی صلاحیتیں صرف کرنی چاہیئے، اسی یکسوئی سے دیوبند نے وہ علماء، فقہاء اور محدثین پیدا کئے تھے جن پر بجا طور پر مسلمانانِ ہند کو فخر حاصل ہے۔ یہی موقف حضرت حکیم الاسلام علیہ الرحمہ کے پیرومرشد حضرت حکیم الامت تھانوی علیہ الرحمہ کا بھی تھا، جب حکیم الامتؒ کو محسوس ہوا کہ دارالعلوم پر جذباتی پارٹی کا غلبہ ہو رہا ہے اور اس رویہ کی اصلاح آپ کی دسترس سے باہر ہے تو دارالعلوم کی سرپرستی سے کنارہ کش ہوگئے۔
حضرت حکیم الاسلامؒ اور مولانا محمد سالم صاحبؒ کے دلوں پر دارالعلوم سے نکلنے کے بعد اس کے بالمقابل ایک دوسرے دارالعلوم کا قیام بہت شاق گزر رہا تھا۔ اور ایک عرصہ تک اس پر دل بھی آمادہ نہیں ہو رہا تھا، لیکن حضرت مولانا انظر شاہ کشمیریؒ اور دوسرے احباب کے اصرار پر کچھ عرصے بعد ۱۴۰۳ھ/ ۱۹۸۲ء میں علم دین کی شکل میں اللہ تعالی نے ان پر جو انعام کیا تھا، اس کے فیض کو عام کرنے کیلئے ایک نئے ادارے وقف دارالعلوم دیوبند کی تاسیس میں شریک ہوئے، اور تادم واپسیں ۳۶ رسال تک اپنے والد ماجد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے علم دین اور دعوت دین کی خدمت انجام دی۔ اللہ کی ذات حکمت والی ہے، انتشار میں بھی منفعت کی راہ نکل آئی۔ آج وقف دارالعلوم نے اصل کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دیوبند کی دوسری آنکھ بن گیا۔

حضرت مولانا محمد سالم قاسمیؒ کی شانِ خطابت

مولانا نسیم اختر شاہ قیصر قاسمی

دارالعلوم میں پڑھنے کے زمانے میں بہت سے افراد واشخاص کو دیکھا، اکثر ان میں سے دنیا سے پردہ کرچکے ہیں، چند ہی لوگ باقی ہیں وہ بھی بظاہر جانے کیلئے تیار بیٹھے ہیں، صحیح علم اللہ ہی کو ہے کہ وہ شخصیتیں دارالعلوم کی تاریخ کا بڑا اور قیمتی سرمایہ ہیں اور ہر دور میں رہی ہیں۔ ان میں سے شیخ الحدیث حضرت مولانا فخرالدین مرادآبادیؒ، فخر الاماثل حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ، حضرت مولانا فخرالحسن صاحبؒ وغیرہ کے علاوہ وہ ممتاز ہستیاں بھی نظروں کے سامنے رہیں جو ملک کی نامور ہستیاں تھیں اور اس وقت وہ سب ہی دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کی رکن تھیں، مفکر ملت حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانیؒ، مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ، امیر شریعت حضرت مولانا منّت اللہ رحمانیؒ، حضرت مولانا صدیق احمد باندویؒ، نامور صاحب قلم حضرت مولانا حامد الانصاری غازیؒ، حضرت مولانا سعید احمد اکبر آبادیؒ، حضرت مولانا قاضی زین العابدین سجاد میرٹھیؒ، حضرت مولانا منظور نعمانیؒ جیسے اساطین امت کو قریب سے دیکھنے اور پھر ان کے کمالات علمی سے واقف ہونے کا بقدر ظرف موقع ملا، وہ سب آج اس جہاں کے باسی ہیں جہاں سب کو پہنچنا ہے۔

بعد کے لوگوں میں دو انسان ایسے گزرے ہیں جن کی زندگی کے مختلف گوشے نمونہ بنے اور جنہوں نے دارالعلوم کی عظمتوں، رفعتوں، خدمات اور کارناموں کے بوجھ کو اپنے کاندھوں پر اُٹھایا اور ایک نئی تاریخ رقم کی۔ وہ دو انسان فخر المحدثین حضرت مولانا سید انظر شاہ مسعودیؒ تھے جو اپریل ۲۰۰۸ء میں عالم بالا کی طرف کوچ کر گئے۔ دوسرے خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم قاسمیؒ تھے جنہوں نے اپریل ۲۰۱۸ء میں رخت سفر باندھا۔ ان دونوں افراد نے انمٹ نقوش ثبت کئے ہیں۔ میں دیوبند کی چالیس سالہ تاریخ کو ان دونوں حضرات کے نام منسوب کرتا ہوں کہ انہی دونوں کے کارنامہ اور عزم وعمل کی داستان ہمارے اس دور کا قابل ذکر پہلو ہے جس سے صرف نظر نہیں کیا جاسکتا۔ شاہ صاحبؒ کا تذکرہ تو اس وقت مقصود نہیں البتہ حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمیؒ کے سلسلے میں چند باتیں عرض کرنی ہیں اول تو یہ کہ حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمیؒ جماعت دیوبند کے بلاشبہ وہ آخری انسان تھے جن سے دارالعلوم کی تاریخِ علم وعمل جلا پا رہی تھی، وہ ایک ایسی آخری نمائندہ ہستی تھے کہ ان کے دنیا سے اُٹھ جانے کے بعد اس جیسے کسی کا تصور ضیاع وقت کے سوا کچھ بھی نہیں، وہ اپنے اخلاق، معاملات، رکھ رکھاؤ، فہم وادراک، کردار، عمل، ذوق علم، سنجیدگی ومتانت کی بناء پر منفرد انسان تھے، علماء کا ایک بڑا طبقہ موجود ہے اور انشاء اللہ آئندہ بھی رہے گا، مگر اب اس طبقہ کے کسی شخص میں ان کمالات اور اختصاصات کو تلاش کرنا جو حضرت مولانا محمد سالم قاسمیؒ کی ذات کا حصہ تھے ایک ایسا عمل ہے جس کا کچھ حاصل نہیں، جانے والا اپنے ساتھ سب کچھ لے گیا، وہ اختصاصات بھی جو اللہ نے ان کو عطا فرمائے تھے، اور وہ امتیازات بھی جو انہی کا حصہ تھے۔ مولاناؒ کی بے شمار خوبیاں اور اچھائیاں ایسی ہیں جن کو تحریر میں لانا چاہئے۔ یقیناً یہ کام دوسرے حضرات انجام دیں گے، مگر میں اپنے عنوان کے تحت حضرتؒ کی شانِ خطابت پر چند سطور لکھنے کی جرأت کرتا ہوں۔

حضرت خطیب الاسلام مولانا محمد سالم قاسمیؒ کو اللہ نے خطابت کا خاص ملکہ عطا فرمایا تھا، جداگانہ انداز تھا، منفرد لب ولہجہ، اپنی ہی زبان، اپنا ہی بیان، نکتہ آفرینیاں، قرآن وحدیث سے استدلال حکمت قاسمی کا رنگ غالب، بات شروع فرماتے تو موضوع کو آخر تک نبھاتے، ایسا نہیں تھا کہ آغاز کہیں سے ہوا اور اختتام کہیں پر

۔مقصود کچھ تھا پہنچ گئے کہیں اور۔طبیعت رسا پائی تطی اور حکمت آمیز گفتگو آپ کا خصوصی ذوق تھا، بہت بار حضرت کی تقریریں سنیں لیکن چند موقعے ایسے ہیں جو یادگار کی حیثیت رکھتے ہیں۔ دارالعلوم وقف دیوبند میں ایک بار کافی کپڑا آیا جو طلبہ کیلئے تھا۔ ایک تقریب طلبہ کے درمیا کپڑے کی تقسیم کی عنوان سے ہوئی جس میں کلیدی خطاب حضرت مولانا محمد سالم قاسمیؒ کا تھا، حضرتؒ نے اپنی تقریر کا آغاز قرآن کریم کی آیت ”هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ“ سے فرمایا، حصرت کا خطاب تو وہی تھا جو مقصودِ قرآن ہے مگر اس کے ذیل میں جو بیان ہوا اس پر سننے والے عش عش کر اُٹھے۔ دوسرا موقع جامعہ طبیہ دیوبند میں ایسا آیا جس میں حضرت مولانا سالم قاسمی کو تقریر فرمانی تھی، حضرت نے تقریر شروع فرمائی تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسی پوری عمر طب کی کتابوں کے علاوہ کسی اور کتاب کا مطالعہ ہی نہیں کیا، پرانے حکیموں کے واقعات، ان کی حذاقت کے قصے، فن پر ان کی گرفت، نبض شناسی اور تجویز دوا کی مہارت پر بڑا مکمل کلام کیا اور صرف یہی نہیں بلکہ بے شمار بیماریوں، ان کی علامتوں، پرہیز اور علاج پر بھی شافی گفتگو فرمائی۔

دورِ جدید میں طب کے میدان میں جو ترقیات ہوئیں ہیں اس کو بھی اپنے بیان کا حصہ بنایا، اسٹیج پر موجود ڈاکٹر اور اطباء بھی حیرت بھری نظروں سے حضرت مولاناؒ کو دیکھ رہے تھے کہ قرآن وحدیث پر پوری زندگی کلام کرنے والا انسان حکم وطب پر بھی اتنی مدلل اور مکمل تقریر کرسکتا ہے۔

اللہ تعالی نے حضرت مولانا محمد سالم قاسمی کو دورانِ تقریر نکتہ آفرینی کا خصوصی جوہر عطا فرمایا تھا، بات میں بات نکالنا، اور مسکنت اختیار کرنا، مولانا کا وہ اختصاص ہے جس میں آپ کا کوئی شریک نہیں، دارالعلوم وقف دیوبند میں جب بھی آپ کا خطاب ہوتا تو کبھی وہ بات دوبارہ نہ دہرائی جاتی جو پہلے کسی اور تقریر میں بیان کی جاچکی ہو۔ اکثر آیات قرآن کریم اور احادیث نبی کریم ﷺ سے تقریر کی شروعات فرماتے، اپنے معاصرین میں ان کا بیان انتہائی ارفع واعلی تھا، لمبی تقریر کرنے کے عادی تھے لیکن تسلسل متاثر نہ ہوتا تھا، روانی کے ساتھ آگے بڑھتے چلے جاتے تھے اور کوئی موڑ ایسا نہ آتا کہ آپ ٹھہر جائیں، رک جائیں اور بات کو اگے بڑھانے میں آپ کو تکلف محسوس ہوتا ہو، ان کے جاننے والے اور ان کو سننے والے اس حقیقت سے اچھی طرح واقف ہیں کہ وہ بڑی برق رفتاری کے ساتھ تقریر کیا کرتے تھے اور ان کے اس انداز میں بھی کوئی ان کا شریک نہیں، حیرت ہوتی تھی جب مولاناؒ کلام فرماتے اور بجلی کی سی تیزی کے ساتھ محو خطاب ہوتے تو اپنی دھیان مکمل طور پر ان کی جانب لگانا پڑتا اگر چند لمحوں کی بھی غفلت ہوئی تو بات کہیں سے کہیں پہنچ جاتی اور درمیانی سلسلہ منقطع ہونے کی وجہ سے حضرت مولانا کی بات کو سمجھنا آسان نہ رہتا تھا۔

بابری مسجد کا سانحہ پیش آیا، پورے ملک میں غم وغصہ تھا اور مسلمان انتہائی مایوس اور محروم تھے، اس موقع پر مرکزی جامع مسجد دیوبند میں ایک جلسہ ہوا جس میں حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمیؒ نے بھی خطاب فرمایا؛ اس دن مولانا سالم صاحبؒ کا خطاب ان کی پوری خطابتی زندگی سے میل نہ کھاتا تھا، جوشِ ایمانی، ہمت وحوصلہ، محرومیوں اور مایوسیوں سے نکلنے کی تلقین، مستقبل کیلئے پھر عازم سفر ہونے کی ہدایت، بڑا ولولہ انگیز خطاب تھا جس کے شروع سے لے کر آخر تک ایک مردِ مومن کا اندازِ تکلم تھا۔

بہر حال وہ ہمارے اس دور کے ان خطیبوں میں تھے جن کا انداز اور تیور اب دیکھنے کو نہ ملے گا۔ وہ اپنی خطابتی خصوصیات اور تقریری امتیازات کے ساتھ مالک حقیقی کی بارگاہ میں پہنچ گئے ہیں؛ مگر مدتوں ان کا تذکرہ ہوتا رہے گا؛ اور ان کی یادوں سے ”قاسمی برادری“ ہمیشہ اپنی محفلیں سجائے گی۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

پاک دل پاک باز۔حضرت خطیب الاسلامؒ

مولانا سید احمد ومیض ندوی مدظلہ

استاذ حدیث دارالعلوم حیدرآباد

قاری طیب صاحبؒ کی بہت سی خصوصیات مولانا سالم قاسمیؒ کو رواثت میں ملی تھیں، قاری طیب صاحبؒ کی طرح ان کی شخصیت بھی بڑی دل نواز تھی، وہ علمی کمال اور ذاری خوبیوں میں اپنے والد محترم کا عکس جمیل تھے، باکمال معاصرین کی معاصرت اگر کسی کے شخصی کمال کی دلیل ہوسکتی ہے تو مولانا سالم صاحبؒ کے معاصرین اور رفقاء تعلیم میں مولانا اسعد مدنیؒ، مولانا عتیق الرحمن سنبھلی اور مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی جیسی بلند پایہ شخصیات شامل ہیں، مولانا محمد سالم صاحب خانوادۂ قاسمی کے چشم و چراغ تھے، یہ وہ خانوادہ ہے جس کا سلسلہ صدیق اکبرؓ تک پہنچتا ہے، صدیق اکبرؓ کی طرح اس خانوادہ کے بزرگوں نے بھی نازک حالات میں حفاظت دین کا عظیم فریضہ انجام دیا، حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ کی سوانح ''الامام الاکبر'' کے مؤلف کے مطابق:

''سب سے پہلے نویں صدی ہجری کے اواخر میں سکندر لودھی کے زمانہ میں اس خاندان کے پہلے فرد قاضی مظہر الدین نے ہندوستان کا رخ کیا، اور سکندر لودھی کی دعوت پر وہ ہندوستان تشریف لائے، اسی زمانہ میں اس نانوتہ واطراف کے جاٹوں نے سر اُٹھایا جن کی سرکوبی کیلئے سکندر لودھی نے قاضی مظہر الدین کے فرزند قاضی میراں کی قیادت میں ایک لشکر بھیجا، اس لشکر کی کامیابی پر خوش ہوکر سکندر لودھی نے یہ علاقہ اس خاندان کے نام کردیا، اسکے بعد سے اس خاندان نے نانوتہ میں بودوباش اختیار کی، پھر دارالعلوم دیوبند کے قیام کے بعد مولانا قاسمی نانوتویؒ دیوبند کے ہوکر رہ گئے''۔ (الامام الاکبر، ص: ۷۴، ۷۵)

یہ وہ عظیم خانوادہ ہے جس کا پورے برصغیر پر احسان ہے، آج دنیا بھر میں فضلائے دارالعلوم جو دینی خدمات انجام دے رہے ہیں وہ دراصل اسی خانوادہ کا فیض ہے، غیر منقسم ہندوستان میں احیائے دین، بدعات وخرافات کے خاتمے اور سنتوں کی ترویج کے جو دینی اثرات نظر آرہے ہیں وہ سب اسی خانوادہ کی مرہون منت ہیں، دارالعلوم دیوبند محض ایک ادارہ نہیں ہے بلکہ احیائے اسلام کی عالمگیر تحریک کا نام ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالی نے دین اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا کام لیا اور جس کے فضلاء نے سارے ملک میں دینی مدارس کا جال پھیلا دیا اور غیر اسلامی خرافات کا خاتمہ کیا، ایسے عظیم خانوادہ اور نامور والدین کی گود میں ۸/ جنوری ۱۹۲۶ء کو حضرت مولانا محمد سالم صاحب کی ولادت ہوئی۔

ابتدائی تعلیم مختلف اساتذہ سے انفرادی طور پر حاصل کی، ثانوی تعلیم کیلئے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور وہیں سے ۱۳۶۷ھ میں فضیلت کی تکمیل فرمائی۔ آپ کے فارسی کے اساتذہ میں خلیفہ عاقل صاحبؒ، مولانا ظہیر صاحبؒ اور مولانا سید حسن صاحبؒ تھے، مولانا سالم صاحبؒ کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ انہوں نے حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے میزان الصرف پڑھی، گویا وہ حضرت تھانویؒ کے آخری شاگرد تھے۔ آپ نے دارالعلوم دیوبند میں اس دور کے چوٹی کے اساتذہ سے شرف تلمذ حاصل کیا۔

دورۂ حدیث سے فراغت کے بعد مادر علمی ہی میں تدریسی خدمات کا آغاز فرمایا، نورالایضاح اور ترجمہ قرآن سے ابتدا کر کے ترقی کرتے کرتے مشکوۃ شریف، ابوداؤد شریف، اور بخاری شریف تک کی کتابیں پڑھائیں، حضرت مولانا محمد سالم صاحبؒ ایک کامیاب مدرس تھے، طلبہ میں ان کا درس بے حد مقبول تھا، تفہیم کی بے پناہ صلاحیت رکھتے تھے اور ایک کامیاب مدرس کیلئے مطلوب ساری صفات آپ کے اندر بدرجہ اتم پائی جاتی تھیں۔ مولانا سالمؒ کو علوم نقلیہ کے ساتھ ساتھ علوم عقلیہ میں بھی کافی درک حاصل تھا۔ والد بزرگوار حضرت قاری طیب صاحبؒ کے بعد مولانا سالم صاحبؒ ہی وہ واحد شخصیت تھے جو مولانا قاسم نانوتویؒ کے علوم ومعارف کی تفہیم وتشریح کا غیر معمولی سلیقہ رکھتے تھے، حضرت نانوتویؒ کے وہ دقیق مضامین جو عام علماء کی فہم سے بھی بالاتر ہوتے تھے، اُن کو حضرتؒ انتہائی خوش اسلوبی سے تفہیم فرمادیا کرتے تھے۔ مولانا سالم قاسمیؒ کا ایک کارنامہ دارالعلوم دیوبند میں مرکز المعارف کی نگرانی بھی تھا، دارالعلوم کے ذمہ داروں نے مولانا کو اس مرکز کی ذمہ داری سونپی تھی، یہ دراصل دارالعلوم کا ایک تحقیقی شعبہ تھا،

اسی طرح جامعہ دینیات دیوبند کا قیام بھی مولانا کی تعلیمی سرگرمیوں کا ایک روشن باب ہے، عصری یونیورسٹیوں میں زیر تعلیم طلبہ کو مراسلاتی طریقہ تعلیم کے ذریعہ اسلامی علوم سے آراستہ کرنے کی خاطر مولانا نے دیوبند میں جامعہ دینیات کا قیام عمل میں لایا تھا، مولانا کی صلاحیتوں کے حقیقی جوہر اس وقت کھلے جب دارالعلوم کے قضیہ نامرضیہ کے بعد دارالعلوم وقف کا قیام عمل میں آیا، ۱۹۸۲ء میں دارالعلوم وقف کی بنیاد پڑی اور ۱۹۸۳ء میں قاری محمد طیب صاحبؒ کے انتقال کے بعد مولانا سالم صاحبؒ اس کے مہتمم ہوئے، لوگوں نے دیکھا کہ کس طرح مولانا سالم صاحبؒ نے اپنی بے پناہ انتظامی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے مختصر سی مدت میں دارالعلوم وقف دیوبند کو ایک عالمی ادارے کی حیثیت سے متعارف کرایا، مولانا محمد سالم صاحبؒ برسوں تک دارالعلوم وقف میں بخاری شریف کا درس دیتے رہے، اسی کے ساتھ آپ کی علمی سرگرمیاں بھی جاری رہیں، مختلف سیمناروں کیلئے آپ نے بیش قیمت مقالات تحریر فرمائے، بہت سی علمی کتابوں پر وقیع مقدمات لکھے، ویسے آپ کے خطبات بذات خود عظیم ملی سرمایہ کی حیثیت رکھتے ہیں جن کی مختلف جلدیں خطبات خطیب الاسلام کے نام سے شائع ہو کر اہل علم سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہیں، دارالعلوم وقف دیوبند میں قائم حجۃ الاسلام اکیڈمی بھی مولانا سالم صاحبؒ کے علمی و تحقیقی ذوق کی مظہر ہے۔

مشاہیر کی زندگی کمالات و امتیازات کا حسین مرقع ہوتی ہے اور یہی امتیازی خصوصیات بعد والوں کیلئے مشعل راہ ثابت ہوتی ہیں۔ حضرت مولانا محمد سالم صاحبؒ کی بعض خصوصیات انفرادی شان رکھنے کے ساتھ لائق تقلید بھی ہیں؛ مولانا سالم صاحبؒ کی ایک خصوصیت مسلکی اعتدال اور فروعی مسائل میں شدت سے گریز تھی۔ مولانا کی زندگی میں جو چیز نمایاں طور پر نظر آتی تھی وہ عفو و درگزر اور تحمل و برداشت تھی، مولانا انتقامی جذبات سے ماوراء تھے، دارالعلوم کے قضیہ نامرضیہ کے دوران مخالفین نے آپ کے تعلق سے کیا کچھ طوفان نہ کھڑا کیا لیکن آپ نے کسی کے خلاف منفی ردعمل کا اظہار نہیں کیا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

تاثرات

محترم جناب حامد نوید صاحب

صدر مسلم مجلس مشاورت

موت ایک اٹل حقیقت ہے جس کا اعتراف ہر اہل ایمان کو تو بخوبی ہوتا ہے اور جو ایمان نہیں رکھتے ہیں وہ بھی موت پر یقین رکھنے پر مجبور ہوتے ہیں، لیکن جب ہمارے درمیان سے ایسی شخصیات جدا ہو جائیں جن کا متبادل نظر نہ آتا ہو، جن علم و تقوی کا متبادل نہ ہو اور جن کی طویل مدتی ملّی و دینی خدمات کا ثانی نظر نہ آتا ہو، ایسی ہی عظیم المرتبت شخصیت جو خانوادۂ حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ کے چشم و چراغ مولانا محمد سالم قاسمی تھے۔ ان کی رحلت سے ایک ایسا خلا پیدا ہوا ہے کہ ملت اس کی تلافی کرنے سے قاصر ہے۔

خطیب الاسلام حضرت مولانا سالم قاسمیؒ کی شخصیت عظیم مقام و مرتبہ کی حامل تھی اور یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہمیں موقع بموقع حضرت مولانا کی رہنمائی و سرپرستی حاصل رہی۔ خصوصاً مسلم مجلس مشاورت جو آزاد بھارت میں مسلمانوں کا ایک عظیم اتحاد رہا ہے اور اس کی اپنی تابناک تاریخ ہے، اس پر ایک ایسا دور بھی گزرا ہے کہ مشاورت دو حصوں میں تقسیم ہو گئی تھی۔ لیکن الحمدللہ یہ مولانا محمد سالم قاسمیؒ ہی تھے جن کے خلوص اور اقدام کی وجہ سے مسلم مجلس مشاورت کا انتشار ختم ہوا۔ حضرت مولانا سالم قاسمیؒ نے اپنی قیادت میں مشاورت کے انتشار کو ختم کر کے متحد کر دیا۔ مشاورت کے اس انضمام کی خوبصورتی اور حضرت کے مقام کی بلندی کا حسن یہ ہے کہ انضمام کے وقت اور بعد میں آپ کی شخصیت کو یہ اعتبار حاصل تھا کہ متحدہ مشاورت کی صدارت کا فریضہ بھی وہی انجام دیتے، لیکن آپ نے اس کی پرواہ نہ کی متحدہ مشاورت کا صدر کون رہے۔

ملت کے انتشار کے دور میں سب سے زیادہ جس بات کی ضرورت ہے وہ بڑوں کی اعلی ظرفی ہے اور حضرت مولانا محمد سالم قاسمیؒ اس کی

عملی مثال تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جو لوگ انتشار کے دروازے کھولنے کے متمنی تھے ان کے خواب چکنا چور ہو گئے اور اس طرح ملت کا تاریخی پلیٹ فارم دوبارہ اتحاد کی راہ پر گامزن ہو گیا۔ خانوادۂ قاسمی کی اعلیٰ ظرفی کی دوسری مثال کا ذکر بھی یہاں شاید غیر متعلق نہ ہوگا۔ خاکسار کے صدر بننے کے بعد کچھ خیر خواہوں نے ان کے صاحبزادے کو اس بات پر ورغلانے اور دوبارہ انتشار کو ہوا دینے کی کوشش کی اور اس پر اصرار کیا کہ نوید حامد کے صدر بننے کے بعد اب مشاورت میں ایک بار پھر تقسیم ہونی چاہئے لیکن نہ تو آپ کے صاحبزادے نے اور نہ آپ نے اس بات کو قبول کیا اور اللہ کا شکر ہے کہ ایسے تمام افراد کی حوصلہ شکنی کی اور کیوں نہ کرتے، اس خانوادے قاسمی نے ملت اسلامیہ کی جو خدمات کی ہیں وہ قابل تعریف ہی نہیں بلکہ قابل تقلید بھی ہیں۔ حضرت مولانا سالم قاسمیؒ کو حجۃ الاسلام امام محمد قاسم نانوتویؒ اور حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ سے جو نسبت ہے اس کے متعلق زیادہ کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ الحمدللہ وہ اپنے آگے تلامذہ اور محبین و متعلقین کی ایک بڑی تعداد چھوڑ گئے ہیں، جو ان کے اعمال صالحہ میں اضافہ کرتی رہے گی۔ ہمیں امید ہے کہ حضرت مولانا سالم قاسمیؒ کے متعلقین و محبین خصوصاً اہل خلف اور جانشین ان کے طرز فکر و عمل کی تشکیل کرنے اور آگے بڑھانے پر خصوصی توجہ دیں گے تاکہ ملت اسلامیہ میں فکر و عمل کی سطح پر اتحاد کو فروغ مل سکے، جس کی اس وقت ملت کو بڑی اشد ضرورت ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ بہتر کام کی انجام دہی کیلئے وسائل عطا فرمائے۔ یہ جان کر بے حد مسرت ہوئی کہ حضرت مولانا محمد سالم قاسمیؒ کی خدمات وحیات پر خصوصی شمارہ شائع کیا جا رہا ہے۔ اس خصوصی اشاعت کیلئے مبارکباد پیش کرتا ہوں اور امید ہے کہ اس شمارہ کے مضامین سے حضرت والا کی زندگی کے ان پہلوؤں سے پرستارانِ حضرت مولانا سام قاسمیؒ واقف ہوں گے جو اَب تک مخفی ہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

اسمائے گرامی خلفائے مجاز تا ۱۶؍ جنوری ۲۰۱۸ء

مرسلہ: مولانا ڈاکٹر محمد شکیب قاسمی صاحب زید مجدہٗ

نبیرہ و مجاز حضرت خطیب الاسلام نوراللہ مرقدہٗ

① مفتیٔ اعظم پنجاب حضرت اقدس مولانا مفتی فضیل الرحمان ہلال عثمانی صاحب، مالیرکوٹلہ، پنجاب
② حضرت مولانا محمد سفیان قاسمی صاحب مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند
③ فقیہ العصر حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی قاسمی صاحب
بانی و مہتمم المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد دکن و جنرل سکریٹری اسلامک فقہ اکیڈمی آف انڈیا
④ مجاہدِ آزادیٔ ہند حضرت مولانا مفتی عبدالرزاق خان قاسمی صاحب
رئیس الجامعۃ الاسلامیۃ العربیۃ مسجد ترجمہ والی بھوپال و نائب صدر جمعیۃ العلماء ہند
⑤ حضرت مولانا مفتی محمد احسان قاسمی صاحب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
⑥ مولانا محمد اسماعیل عبداللہ پٹیل صاحب، کاپودروی، گجرات
⑦ مولانا ڈاکٹر محمد شکیب قاسمی صاحب استاد وقف دارالعلوم دیوبند
⑧ حضرت مفتی محمد عارف قاسمی صاحب استاد وقف دارالعلوم دیوبند
⑨ شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی ضیاء اللہ خان قاسمی صاحب
جامعہ اسلامیہ عربیہ مسجد ترجمہ والی بھوپال
⑩ حضرت مولانا فہیم الحسن تھانوی صاحب، لاہور، پاکستان
⑪ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد نسیم احمد صاحب جامعہ نورالاسلام، شاہ پیر گیٹ، میرٹھ
⑫ شیخ الحدیث حضرت مولانا مبین احمد قاسمی صاحب
مہتمم جامعہ اشرفیہ روضۃ العلوم رام پور، ٹانڈہ
⑬ حضرت مولانا قاری حامد حسن قاسمی صاحب
مہتمم جامعہ اسلامیہ فیض الاسلام سیال نگلہ جئی، میرٹھ
⑭ حضرت مولانا مفتی ذوالفقار احمد قاسمی صاحب
بانی و مہتمم جامعہ عثمانیہ دارالعلوم ہلدوانی، گریٹ نوائیڈا
⑮ حضرت اقدس مولانا مفتی سید احمد قاسمی صاحب
مہتمم جامعہ نورالاسلام شاہ پیر گیٹ، میرٹھ

⑯ حضرت اقدس مولانا محمد راشد قاسمی صاحب اغوان پوری،
الابرار فاؤنڈیشن، جامعہ نگر، اوکھلا، نئی دہلی
⑰ مولانا محمد شاہد صاحب قاسمی استاذ دارالعلوم وقف دیوبند
خادم خاص حضرت خطیب الاسلام قاسمیؒ، دیوبند
⑱ حضرت مولانا محی الدین محمد امین قاسمی صاحب، چاٹگام، بنگلہ دیش
⑲ حضرت مفتی عبدالحمید قاسمی صاحب امام وخطیب جامع مسجد ستارہ، مہاراشٹرا
⑳ حضرت مولانا محمد احمد صاحب مہتمم الجامعہ القاسمیہ خیر العلوم ناپارہ، بہرائچ
㉑ حضرت قاری محمد احمد نوری صاحب استاد جامعہ نورالاسلام میرٹھ
㉒ حضرت مولانا محمد سکندر قاسمی صاحب استاد وقف دارالعلوم دیوبند
㉓ حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب استاد جامعہ نورالاسلام میرٹھ
㉔ حضرت مولانا مفتی محمد فاروق قاسمی صاحب
بانی ومہتمم دارالعلوم لبئی پیٹ، وجئے واڑہ، اے پی
㉕ حضرت مولانا محمد میاں قاسمی صاحب
مدرسہ سراج العلوم سنبھل، مرادآباد، یوپی
㉖ حضرت الحاج ایاز احمد خان صاحب
خطیب مسجد گھاس والا کمپلیکس، ممبرا، کوسہ، ممبئی
㉗ حضرت مفتی معین الدین قاسمی صاحب
مدرسہ طیب العلوم گیورائی، مہاراشٹرا
㉘ حضرت مولانا مفتی محمد میاں قاسمی صاحب
مہتمم جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم بریلی شریف
㉙ حضرت حافظ اقبال عبدالستار چونا والا، جوگیشوری، ممبئی
㉚ حضرت مولانا عرفان احمد قاسمی صاحب
استاد جامعہ افضل المعارف الہ آباد، یوپی
㉛ حضرت قاری محمد یاسین صاحب سیال نگلہ جئی، میرٹھ
㉜ حضرت مولانا مفتی جمیل الرحمٰن قاسمی صاحبؒ
مہتمم مدرسہ جامعہ رحمانیہ ہاپوڑ میرٹھ
㉝ حضرت مولانا محمد اسامہ صدیقی قاسمی صاحب نانوتہ، سہارنپور
㉞ حضرت مولانا محمد عظیم الدین صاحب
امام وخطیب جامع مسجد ہدی، بھیونڈی، مہاراشٹرا
㉟ حضرت مفتی انصار احمد صاحب محی السنہ، ملاڈ ممبئی، مہاراشٹرا
㊱ حضرت مولانا نعمت اللہ قاسمی صاحب مہتمم دارالعلوم ملیا کھگڑیا، بہار
㊲ حضرت مولانا غازی ولی احمد خان صاحب مہتمم جامعہ ریاض العلوم سرونج، اُڈیشہ
㊳ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب مہتمم جامعہ زکریا، مغربی چمپارن، بہار
㊴ حضرت الحاج سید محمد طیب میاں صاحب محلہ قلعہ، دیوبند
㊵ حضرت مولانا خان محمد صاحب، سلطان پوری، دہلی
㊶ حضرت الحاج غلام صابر صاحب، میرپور خاص، پاکستان
㊷ حضرت مولانا ڈاکٹر عطاء اللہ اختر قاسمی صاحب کھنڈوہ، ایم پی
㊸ حضرت مفتی محمد اسماعیل قاسمی صاحب دارالعلوم وجئے واڑہ، اے پی
㊹ حضرت مولانا عطاء الرحمان قاسمی صاحب شموگہ، کرناٹک
㊺ حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالقادر صاحب، بڑضیاء الحق، دیوبند
㊻ حضرت مولانا محمد طارق بن ثاقب قاسمی صاحب
مہتمم مدرسہ تحفیظ القرآن ارریہ، بہار
㊼ حضرت قاری محمد اسامہ بن قاری رفیق احمد صاحب جدہ، سعودی عرب
㊽ حضرت مفتی بلال احمد قاسمی صاحب مرادنگر
㊾ حضرت الحاج نسیم احسن صاحب بیگوسرائے
㊿ مولانا مفتی وسیم اکرم قاسمی صاحب مدرسہ شمس العلوم، دہلی
(۵۱) حضرت مولانا قاری محمد یامین قاسمی صاحب
بانی ومہتمم جامعہ طیبہ وادارہ دارالاشاعت حیدرآباد دکن
(۵۲) حضرت مولانا قاری احسان محسن قاسمی صاحب
بانی ومہتمم جامعہ اسلامیہ قاسم العلوم
ومدرسہ ادارہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ للبنات مظفرنگر، یوپی

میں نے اپنے علم واطلاع کے مطابق تمام خلفائے خطیب الاسلامؒ کی فہرست درج کردی ہے اگر کوئی نام اس میں آنے سے رہ گیا ہوتو اس کو سہو شمار کیا جائے گا۔

❁❁❁❁❁

شجرۂ نسب

۱	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۲	حضرت محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۳	حضرت قاسم رحمۃ اللہ علیہ
۴	حضرت عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ
۵	حضرت مسعود رحمۃ اللہ علیہ
۶	حضرت وجیہ الدین رحمۃ اللہ علیہ
۷	حضرت شیخ سادھن صدیقی رحمۃ اللہ علیہ
۸	حضرت سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ
۹	حضرت شیخ نور رحمۃ اللہ علیہ
۱۰	حضرت زکریا رحمۃ اللہ علیہ
۱۱	حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ
۱۲	حضرت بہاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ
۱۳	حضرت شیخ محمود رحمۃ اللہ علیہ
۱۴	حضرت نورالدین قتال رحمۃ اللہ علیہ
۱۵	حضرت اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ
۱۶	حضرت حاجی صدرالدین رحمۃ اللہ علیہ
۱۷	حضرت شیخ رکن الدین سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ
۱۸	حضرت صدرالدین رحمۃ اللہ علیہ
۱۹	حضرت شیخ جلیل رحمۃ اللہ علیہ
۲۰	حضرت خواجہ یوسف رحمۃ اللہ علیہ
۲۱	حضرت شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ
۲۲	حضرت ضیاء الدین رحمۃ اللہ علیہ
۲۳	حضرت رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ
۲۴	حضرت رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ
۲۵	حضرت نجم الدین رحمۃ اللہ علیہ
۲۶	حضرت نورالدین رحمۃ اللہ علیہ
۲۷	حضرت ضیاء الدین رحمۃ اللہ علیہ
۲۸	حضرت حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ
۲۹	حضرت نورالدین رحمۃ اللہ علیہ
۳۰	حضرت نجم الدین رحمۃ اللہ علیہ
۳۱	حضرت قاضی مظہرالدین رحمۃ اللہ علیہ
۳۲	حضرت شیخ قاضی میراں صاحب بڑے رحمۃ اللہ علیہ
۳۳	حضرت جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ
۳۴	حضرت امان اللہ رحمۃ اللہ علیہ
۳۵	حضرت شیخ مفتی مبارک رحمۃ اللہ علیہ
۳۶	حضرت قاضی طٰہٰ رحمۃ اللہ علیہ
۳۷	حضرت شیخ شاہ محمد رحمۃ اللہ علیہ
۳۸	حضرت مولانا محمد ہاشم رحمۃ اللہ علیہ
۳۹	حضرت عبدالسمیع رحمۃ اللہ علیہ
۴۰	حضرت محمد مفتی رحمۃ اللہ علیہ
۴۱	حضرت محمد فتح رحمۃ اللہ علیہ
۴۲	حضرت محمد علاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ
۴۳	حضرت محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ
۴۴	حضرت شیخ اسد علی رحمۃ اللہ علیہ
۴۵	حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ (بانی دارالعلوم)
۴۶	شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ (مہتمم ‘‘)
۴۷	حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ (مہتمم‘‘)
۴۸	عارف باللہ خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

علمی، دینی، تحقیقی، تالیفی، تصنیفی ادارہ

ادارہ دارالاشاعت حیدرآباد دکن

کی قابل قدر ولائق تحسین عظیم الشان چند اہم مطبوعات

افادات: رئیس المتکلمین خطیب الاسلام عارف باللہ حضرت اقدس **مولانا محمد سالم قاسمی** صاحب دامت برکاتہم العالیہ
مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند و نائب صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ

جامع ومرتب: خطیب دکن حضرت اقدس **مولانا قاری محمد یامین قاسمی صاحب** دامت فیوضہم العالیہ
بانی ومہتمم جامعہ طیبہ وادارہ دارالاشاعت حیدرآباد دکن

(۱) خطبات خطیب الاسلام ۲۰ جلدیں
(۲) مجالس خطیب الاسلام ۱۰ جلدیں
(۳) مقالات خطیب الاسلام ۸ جلدیں
(۴) مضامین خطیب الاسلام ۶ جلدیں
(۵) ملفوظات خطیب الاسلام ۵ جلدیں
(۶) مکتوبات خطیب الاسلام ۴ جلدیں
(۷) معارف خطیب الاسلام ۳ جلدیں
(۸) تبرکات خطیب الاسلام ۲ جلدیں
(۹) تحقیقات خطیب الاسلام
(۱۰) تذکرہ اکابرینِ اربعہ
(حجۃ الاسلامؒ، شیخ الاسلامؒ، حکیم الاسلامؒ، خطیب الاسلام)
(۱۱) دعوت وتبلیغ کے پیغمبرانہ اصول
اور حضرت مولانا محمد الیاس صاحب دعوت وتبلیغ کے مجدّد
(۱۲) سیرتِ پاک نبی کریم ﷺ
(۱۳) رمضان المبارک رحمتوں کا مہینہ
(۱۴) مسنون نکاح اور پرسکون زندگی
(۱۵) تحفہ حفّاظ اور معجزۂ قرآن کریم
(۱۶) شجرہ طیبہ خطیب الاسلام
(۱۷) اکسیری عمل قرآنی ''واضح ہو کہ یہ کتاب مفتیٔ اعظم دکن شیخ الاسلام عارف باللہ حضرت اقدس مولانا حافظ محمد احمد قاسمی صاحب (مہتمم دارالعلوم دیوبند، صدر الصدور میر مجلس جامعہ نظامیہ وچیف جسٹس عدالتِ عالیہ آصفجاہ سابع نظام سرکار حیدرآباد دکن) کے معمولات پر مشتمل ہے''۔
(۱۸) مجموعہ نماز (عربی، اردو، انگریزی)
(۱۹) عبادت حج
(۲۰) خطیب الاسلام کے اسفار

نوٹ: جگہ کی قلت کی وجہ سے تمام کتابوں کے ذکر سے معذرت ہے۔

رابطہ کیلئے: 9441224026 - (صرف فجر کی نماز کے بعد ایک گھنٹہ تک رابطہ کر سکتے ہیں)

جنوبی افریقہ جوہانس برگ میں منعقدہ عظیم الشان عالمی کانفرنس میں حجۃ الاسلام الامام محمد قاسم النانوتویؒ کی علمی تحریک دارالعلوم دیوبند کی عالمِ اسلام میں مستند حیثیت؛ ۸۰ر ممالک کے علماء کرام کا اعتراف

خطیب الاسلام
حضرت مولانا
محمد سالم قاسمی صاحب مدظلہ
''جائزہ امام قاسم نانوتوی''
عالمی ایوارڈ سے سرفراز کیا گیا

جنوبی افریقہ کے مشہور دینی ادارہ دارالعلوم آزادویل میں ''المؤتمر العالمی لخدمۃ الانسانیۃ'' کے زیر اہتمام ۸۰ر ممالک کی نمائندگی پر مشتمل کانفرنس میں شریک، شیخ محمد عوامہ استاذ تخصص فی الحدیث جامعہ مدینہ منورہ، شیخ عبدالرحمن حبیب مغربی، شیخ عمر مسعود التیجانی سوڈانی، ڈاکٹر سعید الرحمن اعظمی، مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی پاکستانی، مولانا ابوالقاسم نعمانی، ڈاکٹر محی الدین عوامہ، ڈاکٹر ابواللیث اعظمی، ڈاکٹر عابداللہ غازی، ڈاکٹر عبدالمہدی مصر، مولانا سید ارشد مدنی، عبداللہ البدوی سابق وزیر اعظم ملیشیاء جیسی عالم اسلام کی معروف ومعتبر دینی شخصیات کی موجودگی میں خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی دامت برکاتہم کی گراں قدر علمی ودینی خدمات اور کارناموں کے اعتراف میں جائزامام محمد قاسم نانوتوی ایوارڈ سے سرفراز کیا گیا، جس سے دینی حلقوں میں مسرت محسوس کی گئی اور بلند پایہ دینی وعلمی شخصیات، قائدین اور دانشورانِ ملت کے تہنیتی پیغامات کا سلسلہ جاری ہے۔

اس میں شک نہیں کہ خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی دامت برکاتہم کی ذات عہدِ حاضر کی عبقری شخصیت ہے، اوران کے علمی کمالات، تابندہ خدمات اور زریں کارناموں کو دیکھتے ہوئے بڑے سے بڑا اعزاز اور اعتراف بھی کم ہے، تاہم عالمی کانفرنس میں موجود نامور شخصیات کی موجودگی میں اس اعزاز سے سرفراز کیا جانا دوہرا اعزاز ہے۔

اس سے قبل حضرت والا کی نمایاں علمی خدمات پر جامعہ ازہر مصر کا ''نوط الامتیاز'' کا بھاری بھرکم ایوارڈ بھی پیش کر چکا ہے۔

نئی دہلی جامعہ ملیہ اِسلامیہ میں مولانا اسلم صاحب قاسمیؒ کو ''شاہ ولی اللہ ایوارڈ'' بھی دیا گیا۔

مہتمم جامعہ حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب کی دینی علمی وملی خدمات کے اعتراف میں ۱۸ر ربیع الاول ۱۴۳۵ھ مطابق ۲۰ر جنوری ۲۰۱۴ء جنوبی افریقہ کے شہر جوہانس برگ کے مشہور دینی ادارہ دارالعلوم آزادویل میں مؤتمر عالمی لخدمۃ الانسانیۃ کے زیرِ انتظام 80 ممالک کی نمائندگی پر مشتمل کانفرنس میں ''جائزہ امام قاسم نانوتوی عالمی ایوارڈ'' سے سرفراز کیا گیا۔

قابلِ ذکر ہے کہ اس سے قبل یہ ایوارڈ عالمِ اسلام کے نامور عالمِ دین شیخ محمد آفندی کو اُن کی 100 سالہ علمی خدمات کی بنیاد پر 2011 میں ترکی کے شہر استنبول میں پیش کیا گیا تھا، یہ اتفاق ہی ہے کہ اس نوعیت کا ایوارڈ پہلی بار ہی کسی ہندوستانی عالمِ دین کو ملا ہے، اس عظیم الشان کانفرنس کی صدارت شیخ محمد عوامہ شامی اور نظامت دکتور محی الدین عوامہ نے کی جس میں مفتی رفیع پاکستانی، مفتی ابوالقاسم نعمانی، شیخ عبدالرحمن حبیب مغربی، شیخ عمر مسعود التیجانی سوڈانی، ڈاکٹر سعید الرحمن اعظمی لکھنؤ، مولانا سید ارشد مدنی دیوبند سمیت 200 عبقری شخصیات نے شرکت کی، اس موقع پر ملیشیاء کے سابق وزیرِ اعظم عبداللہ البدوی نے اپنے تمہیدی خطاب میں مولانا

محمد سالم قاسمی صاحب کی ملی وسماجی خدمات پر روشنی ڈالی۔

محدث عصر شیخ محمد عوامہ صدر شعبہ تخصص فی الحدیث جامعہ اسلامیہ مدینہ نے ازہرِ ہند دار العلوم دیوبند کی ڈیڑھ صدی پر محیط خدمات پر روشنی ڈالی اور اس کو امام نانوتویؒ کے اخلاص کا نتیجہ قرار دیا، نیز کہا کہ مولانا محمد سالم قاسمی صاحب کی ادارہ کے تئیں خدمات ناقابلِ فراموش ہیں، انہوں نے کہا کہ حجۃ الاسلام امام نانوتوی کی علمی تحریک بشکل دار العلوم دیوبند عالمِ اسلام میں مستند حیثیت رکھتی ہے جس سے پورا عالم مستفید ہو رہا ہے، مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد رفیع عثمانی نے کہا: جائزہ امام قاسم ایوارڈ کے لیے یہ انتخاب انتہائی موزوں ہے، میں اس کا خیر مقدم کرتا ہوں، انہوں نے کہا: صحیح معنوں میں مولانا کی ذات اس نوعیت کے ایوارڈوں سے بلند تر ہے، ڈاکٹر سعید الرحمن اعظمی نے کہا کہ ایوارڈ کا یہ سلسلہ فکرِ قاسمی کی ترویج میں اہم کردار ادا کرے گا، کیوں کہ مولانا محمد سالم قاسمی کا علمائے دیوبند میں منفرد مقام ہے، وہ خاندانِ قاسمی کے چشم وچراغ ہیں۔

کانفرنس کی آخری نشست میں دار العلوم وقف دیوبند میں قائم علمی وتحقیقی شعبہ حجۃ الاسلام اکیڈمی کے عربی ششماہی مجلہ محکمہ ''وحدۃ الامۃ'' کی تقریبِ رونمائی بھی عمل میں آئی، ۲۵۰ رصفحات پر مشتمل اس مجلہ کی مجلسِ ادارت میں دنیا بھر کے ۱۶ ر دکاترہ (ماہرین) کو لیا گیا ہے، جس میں شیخ محمد عوامہ، شیخ ابو اللیث ملیشیاء، ڈاکٹر عبد اللہ غازی امریکہ، ڈاکٹر عبد المہدی مصر، ڈاکٹر عزیز دہلوی جیسے عبقری اشخاص شامل ہیں۔

ایوارڈ سے قبل دار العلوم وقف کے نائب مہتمم حضرت مولانا محمد سفیان قاسمی صاحب نے دورانِ خطاب حضرتِ والا کا اجمالی تعارف پیش کیا۔

ہندوستان سے مفتی خالد سیف اللہ صاحب رحمانی، قاری عبد اللہ سلیم صاحب امریکہ، عبد الرزاق صاحب اسکندر مہتمم بنوری ٹاؤن، مفتی عبد الجلیل صاحب وغیرہ نے مقالے پیش کئے، مدعوین میں شیخ سلمان، ڈاکٹر اکرم ندوی لندن، مولانا عمر عابدین قاسمی مدنی حیدرآباد، مولانا قدر الزماں دیوبند خصوصی طور پر موجود رہے۔

واضح ہو کہ اس عالمی تنظیم کی طرف سے حضرتِ والا کا نام المعہد العالی الاسلامی کے مہتمم اور اسلامک فقہ اکیڈمی کے چیئرمین مولانا خالد سیف اللہ رحمانی مدظلہٗ کی تائید سے عمل میں آیا۔

سالانہ 120 روپئے
قرآن وسنت اور اکابر امت کا ترجمان...... پیغام رب عالم انسانیت کے نام
سالانہ 150 روپئے
ماہنامہ پیغام رب اردو ......اور...... ماہنامہ اسلام کانتی بزبان تلگو
مکان نمبر: 110-21، ویسٹ ابراہیم پٹنم، وجئے واڑہ، ضلع کرشنا، آندھرا پردیش
حکومت کی منظوری وپوسٹل رجسٹریشن کے ساتھ پابندی سے ہر ماہ شائع ہو رہا ہے جس میں شہری علماء سے دیہات میں خدمت کرنے والے ائمہ ومعلّمین سے ربط، دینی مضامین اور عالم اسلام واکابر علماء کی خدمات سے واقفیت، اہم تصنیفات وشخصیات کا تعارف جیسے اہم عنوانات انشاء اللہ شائع کئے جاتے رہیں گے۔ جو حضرات ان پرچوں کو حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ ان نمبرات پر اپنا پتہ ایس ایم ایس کریں۔
Contact : 9440173046, 9441582322, 9441890061
سال بھر کیلئے اپنی جانب سے ممبر بنادیں۔ یہ اس سال کا بہترین تحفہ ہوگا اور آپ کے احباب کی دینی معلومات میں اضافہ ہوگا جو صدقہ جاریہ ہے۔ اپنے یہاں جلسہ ومجالس اور حضرات اکابر کی آمد کی اطلاع دیجئے۔ نیز نئی کتابیں اور فنی ایجادات کی اطلاعات بھی دی جاسکتی ہیں۔

ایسی چنگاری بھی یارب اپنے خاکستر میں تھی

حضرت مولانا محمد سالم قاسمیؒ

ڈاکٹر عبید اقبال عاصم، علی گڑھ

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی تیسری پشت کے فرزند اکبر خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحبؒ جن اوصاف وکمالات کا مجموعہ تھے، ان میں بہت سی وہبی ہیں جو یقینی طور پر مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کی دعا: رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا کی قبولیت کا نتیجہ اور حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند کے ذریعہ دعائے نیم شبی: رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي ۚ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ کا ثمرہ معلوم ہوتا ہے۔

ان سب پر مستزاد اُن کے کریمانہ اخلاق جو دشمن کو بھی ان کا دوست بنادے، ان کا فطری مسکراتا چہرہ، وسیع مطالعہ، حکیمانہ گفتگو، پر اثر خطاب، وہ کسبی دولتیں ہیں جن کو پانے کیلئے انہوں نے کچھ گھریلو ماحول، کچھ بزرگوں کی صحبت، اسلاف کے فیضان نظر اور اکابرین کے احوال وافکار سے متاثر ہوکر اپنی ذات میں اس طرح سمولیں کہ وہ اُن کا جزو ذات بن گئیں تھیں۔

حضرت مولانا محمد سالم صاحب اس عالم آب وگل میں جنوری ۱۹۲۶ء مطابق جمادی الاخریٰ ۱۳۴۴ھ میں وجود میں آئے۔ دیوبند کے جس گھرانے میں آنکھیں کھولیں وہ علم وفضل کے اعتبار سے چندے آفتاب وچندے ماہتاب تھا، بچپن سے ہی دینی ذوق کے حامل اس بچہ کی تعلیم و تربیت کیلئے اس دارالعلوم دیوبند کا انتخاب کیا گیا جس کی ظاہری و باطنی تعمیر وترقی میں والد محترم قاری محمد طیب صاحبؒ نے زندگی وقف کر کے اسے ایک تحریک کی شکل دینے میں قائدانہ کردار ادا کیا تھا۔ ذہانت و فطانت رگ رگ میں سرایت کئے ہوئے تھی، معاملات وواقعات بتانے سے نہیں، صرف مشاہدے سے سمجھنے میں بچپن سے ہی درک حاصل تھا۔ بائیس سال کی عمر میں دولت حفظ قرآن کریم و تجوید نیز مروجہ درس نظامی کے نصاب سے ۱۹۴۸ء مطابق ۱۳۶۷ھ فراغت حاصل کی، آپ کی صلاحیتوں سے متاثر ہوکر اراکین شوریٰ نے آپ کو دارالعلوم دیوبند کی تدریس کے لئے منتخب کرلیا جس سے آپ ضعیفی وپیرانہ سالی کے زمانے کو چھوڑ کر تاعمر وابستہ رہے۔

۱۹۸۲ء تک دارالعلوم کی چہاردیواری میں آپ نے ''قال اللہ وقال الرسول'' کی صداؤں کو بلند رکھا اور وہاں کے حالات کے انتشار کے نتیجے میں دارالعلوم دیوبند سے اُن کے والد بزرگوار حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کو جس طریقہ سے دارالعلوم دیوبند سے باہر کی راہ دکھائی گئی اس کے نتیجہ میں جن بلند پایہ اساتذہ کو بے سروسامانی کے عالم میں مادر علمی سے رشتے منقطع کرنے کیلئے مجبور ہونا پڑا، اُن میں استاذ محترم کا نام سرفہرست ہے۔

مولانا موصوف نے ایسے موقع پر جس صبر وہمت اور عزم و استقامت کا مظاہرہ کیا وہ تو اپنی جگہ، سب سے بڑی بات یہ ہے کہ آپ نے تخریب کا جواب دینے کیلئے تعمیری منصوبہ بنایا، قدم قدم پر مخالفتوں، مخاصمتوں، منافرتوں اور عداوتوں کے درمیان دارالعلوم دیوبند سے روحانی تعلق وتحریکِ دیوبند سے حقیقی محبت کے اظہار کیلئے ایک دوسرے دارالعلوم کے قیام کا منصوبہ ہنسی کھیل نہیں تھا، جن لوگوں نے اس وقت کے حالات کا قریب سے مشاہدہ کیا ہے ان میں بیشتر لوگ دنیا سے رخصت ہوگئے؛ لیکن ہم جیسے صف آخر کے اس وقت کے جوان عمر افراد جواَب عمر کے آخری مرحلے میں داخل ہورہے ہیں، اُن ناپسندیدہ واقعات کے عینی شہادتیں فراہم کرنے کیلئے موجود ہیں؛ جب معرکہ حق و باطل سمجھنے والے اس مجاہدۂ کارزار میں حق پسندوں کو مغلوب، مظلوم اور معصوم حالت میں دیکھا اور یہ بھی دیکھا کہ ۸۵/افراد کے اس قافلہ امن میں کیسے کیسے متقی، ولی صفت، استقامت وعزیمت کے پہاڑ،

صبر و وفا کے پیکر انسان تھے کہ جنہوں نے قاری محمد طیب صاحبؒ کو حق پر مانتے ہوئے اپنے روزگار کے مقابلے میں بے روزگاری کو ترجیح دی؛ ایسے حالات میں مردِ آہن مولانا محمد سالم قاسمی صاحبؒ نے جس حوصلہ اور پامردی کے ساتھ سالارِ قافلہ کا فریضہ ادا کیا، اس کی نظیر شاید و باید ہی ملے گی اور پھر اسی پر بس نہیں کیا؛ بلکہ بادِ مخالف کی تندی اور حالات کا پوری طرح شعوری جائزہ لے کر حالات کا رخ موڑنے کی کوشش کی اور چند سالوں میں ہی دارالعلوم کے مماثل دوسرا دارالعلوم اس قصبے دیوبند میں پختہ وٹھوس بنیادوں پر کھڑا کر دیا جو دارالعلوم کا جزو ثانی کہلاتا ہے۔

اس میں کوئی دو رائے نہیں کہ مولانا محمد سالم قاسمیؒ کو اس کاروانِ عزیمت میں مولانا سید انظر شاہ صاحب، مولانا خورشید عالم صاحب، مولانا محمد نعیم صاحب، مولانا محمد اسلم صاحب رحمہم اللہ جیسے مخلص رفقائے سفر نے ہر ہر قدم پر بہت زیادہ تعاون دیا اور علمِ قیادت مولانا محمد سالم صاحبؒ کے ہاتھ میں دے کر اپنے قول وفعل سے اس امر کا اعلان کیا کہ ادارہ سازی کا وصف اس خانوادے کے خون میں شامل ہے اور قدرت نے اس خاندان کو یہ صلاحیت ودیعت کی ہے کہ وہ انہونی میں بہت سے ہونے والے کاموں کو انجام دیتے ہیں۔

کسی ادارے کی زندگی میں پینتیس سال کوئی اہمیت نہیں رکھتے، لیکن دارالعلوم وقف نے محض ۳۵؍سالوں کی عمر میں ترقی کے جو مدارج طے کئے ہیں اور علمی ارتقاء کی جو نظیر پیش کی ہے دوسرے ادارے اس سے دوگنی عمر میں اسکے آدھے کو بھی نہیں پہنچ سکے۔ بات صرف دارالعلوم دیوبند ہی کی نہیں رہی؛ بلکہ ملت کو جب کبھی موصوف کی قیادت کی ضرورت ہوئی آپ نے اس سے بھی دست کشی نہیں کی۔ آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ اور آل انڈیا مسلم مجلس مشاورت و پلیٹ فارم ہیں جہاں آپ کی صدارت پر ملت نے پوری توجہ دی اور جب جس قسم کی ضرورت پیش آئی آپ نے پیش قدمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے میدان سنبھالا۔

حضرت مولانا استاذ محترم کو زیادہ قریب سے دیکھنے کا موقع اس وقت میسر آیا جب دارالعلوم دیوبند کا قضیہ نامرضیہ پیش آیا۔ اس وقت علمائے کرام کا تقدس جس طرح پامال کیا جارہا تھا اور ایک دوسرے کی مخالفتوں میں جو طوفان بدتمیزی کھڑا ہوا تھا، اس کا تذکرہ نہایت دلخراش ہے۔ ان حالات میں مولانا محترم نے نہ صرف یہ کہ خود صبر وتحمل کا مظاہرہ کیا بلکہ اپنے تمام حمایتیوں کو ہمہ وقت بزرگوں کے احترام اور برداشت کی تعلیم دی۔ بہت سے مواقع ایسے آئے کہ ہم جیسے جذباتی جوانوں نے حضرت حکیم الاسلامؒ پر رکیک حملوں کا جواب دینے کیلئے کمر ہمت کسی؛ لیکن مولانا نے عفو ودرگزر سے کام لینے کی ایسی تلقین کی کہ سارے جوش وجذبات سرد ہوتے نظر آئے۔ بعد میں جب حالات نارمل ہو گئے اور مخالفتوں واختلافات کا سیلاب تھما تو بہت سی غلط فہمیوں کا ازالہ ہوا، تبادلۂ خیالات کے نتیجہ میں اکابرین مسلک نے مسلک دیوبند کی حفاظت وتحفظ کی خاطر تمام جھگڑوں وقضیوں کو دفن کر کے صلح پسندوں کی کوششیں کامیاب ہوئی، تو مولانا مرحوم کی ان دوراندیشانہ تدابیر کے سربستہ راز کھلے۔ مولانا نے عفو ودرگزر سے کام لینے کی تلقین ہی نہیں کی بلکہ از خود عمل کر کے بھی دکھایا۔

یہ وقت نہ تو اُن حالات کے ذکر کرنے کا ہے اور نہ ہی اس پر کسی تبصرہ وتذکرہ کی تفصیلات کا۔ بات تھی اس وسیع الظرف انسان کی وسعت ظرفی کی کہ جس نے ان تمام مخالفتوں، اختلافات، نزاعات، قضایا، جھگڑوں وتشدد کا مخصوص نشانہ بننے کے باوجود جب ۲۰۰۵ء میں ایک موقع آیا تو وسعت ظرفی کا ایسا مظاہرہ کیا کہ دنیا دنگ رہ گئی اور تمام اختلافات کو نسیاً منسیاً کر کے دنیا کے سامنے اخلاص وللّٰہیت کی ایک انوکھی مثال پیش کی۔

تمام جھگڑوں کو بہ یک قلم ایک ہی ملاقات میں ختم کر دینے کا یہ واقعہ ایسا اتفاقی تھا کہ جس پر ہم جیسے بہت سے کم ظرفوں کو شرح صدر نہیں تھا۔ کچھ وقت گزرنے کے بعد راقم نے حضرت کی خدمت میں ایک سفر کے دوران اس واقعہ پر جھگڑے کے دنوں میں پیش آمدہ واقعات کے باوجود حضرت کے اس فراخدلانہ رویہ پر حیرت واستعجاب کا اظہار کرتے ہوئے کیا، تو تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد حضرت موصوف نے فرمایا کہ:

''عاصم میاں! کچھ کام آخرت کیلئے بھی چھوڑ دو''۔

حقیقت یہ ہے کہ استاذ محترم کے اس پر معانی جملے نے قضایا دارالعلوم کے زخموں پر مرہم کا کام کیا اور اس کے بعد ان نزاعی باتوں سے کوئی سروکار نہیں رہا اور کوشش یہ رہی کہ کسی طرح کوئی ایسی بات نہ ہو جس سے اختلافات کو ہوا مل سکے۔ حضرت استاذ محترم کے ساتھ زندگی کی جتنی بھی نشستیں میسر ہوئیں۔

(بقیہ ٹائٹل کے اندرونی صفحہ پر)